اسلام کے علاوہ
مذاہب کی ترویج میں
اردو کا حصّہ

مرتبہ

محمد عزیر ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی

لکچرر، شعبہ اردو۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

www.taemeernews.com

اسلام کے علاوہ
مذاہب کی ترویج میں
اردو کا حصّہ

مرتبہ

محمد عزیر ایم۔اے۔پی ایچ۔ڈی

لکچرر، شعبہ اردو۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

www.taemeernews.com

اشاعت اوّل ۱۹۵۵ء

مَنَاشِعَ کردہ

انجمنِ ترقیٔ اردو (ہند) علی گڑھ

www.taemeernews.com

حرفِ آغاز

یہ مقالہ اب سے چھ سات برس پہلے مسلم یونیورسٹی کی پی ایچ۔ڈی کے لئے لکھا گیا تھا۔ بعض وجوہ سے اب تک اس کے شائع ہونے کی نوبت نہ آئی۔ اب انجمن ترقی اردو (ہند) کی عنایت سے یہ ناظرین تک پہونچ رہا ہے۔ انجمن کے جنرل سکریٹری جناب قاضی عبدالغفار صاحب کی ہدایت کے بموجب میں نے اسے مختصر کر دیا ہے۔ خصوصاً اس کے پہلے باب میں جو تاریخی پس منظر کی حیثیت رکھتا ہے بہت کچھ کانٹ چھانٹ کر دی ہے۔ مجموعی طور پر مقالے کا حجم بہ نسبت سابق کے دو تہائی رہ گیا ہے۔ تاہم اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ کوئی ضروری بات چھوٹ نہ جائے۔ اور قامت کی کمی سے قیمت کو نقصان نہ پہونچے۔

ہندوستان میں زبان کے مسئلے نے جو صورت آج اختیار کر لی ہے اس کے پیشِ نظر امید ہے کہ یہ مقالہ اردو کا صحیح مقام متعین کرنے میں مفید ثابت ہوگا۔

۱۴ اپریل ۱۹۵۴ء

محمد عزیر

شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

فہرست مضامین

حرف آغاز	۷
تعارف	۱۰
ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور اس کے اثرات	۱۳
ہندو مذہب	۴۳
ہندو مذہب کے اصلاحی فرقے۔	۱۳۷
۱۔ کبیر پنتھ	۱۳۷
۲۔ برہمو سماج	۱۵۱
۳۔ آریہ سماج	۱۷۸
۴۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی	۲۰۲
۵۔ رادھا سوامی مت	۲۰۹
۶۔ دیو سماج	۲۱۶
جین مذہب	۲۲۱
سکھ مذہب	۲۳۶

www.taemeernews.com

عیسائی مذہب	۲۶۲
بہائی مذہب	۳۱۱
مذہبی اخبارات ورسائل	۳۳۰
حاصل سخن	۳۳۸
کتابیات	۳۴۹
کتب حوالہ	۳۷۵

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

تعارف

ہماری یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ایک کمرہ ہے۔ جو بیک وقت ارکان شعبہ کی نشست گاہ، شعبے کا دفتر، اور خلق اللہ کی رہ گزر ہے۔ مقررہ تعلیمی گھنٹوں کا درمیانی وقفہ معلموں کا یہیں گزرتا ہے۔ بعض ارکان سے یونیورسٹی کے دوسرے کام بھی متعلق ہیں۔ اس سلسلے میں طلبہ، منشی، چپراسی، خانساماں، سبھی آتے جاتے ہیں۔

اکثر ایسا ہوا کہ جملہ ارکان ورنہ ان میں سے بیشتر ایک ہی وقت میں جمع ہو گئے اور کسی مصنف یا ادبی مسئلے پر گفتگو چھڑ گئی۔ یہ مقالہ انھیں صحبتوں میں سے ایک صحبت کا نتیجہ ہے۔

گفتگو شروع یوں ہوئی کہ اردو پر مذہبی یا جماعتی ٹھپا کیوں لگایا جاتا ہے جب کہ اس کی ابتداء اور ارتقا میں سبھی برابر کے شریک ہیں اور اس پر مستقل تصنیفیں موجود ہیں کہ کس کس نے اردو کی ترقی میں کیسا اور کتنا حصہ لیا، ہندو، مسلمان، دیسی، بدیسی رؤسا، فقرا، عوام وغیرہ۔

صدر شعبہ نے جو ہم میں سے ہر ایک کے استاد رہے ہیں، گفتگو کے دوران میں یک بیک فرمایا کہ اب تک دوسروں کے احسانات اردو پر گنائے بتائے گئے ہیں اب یہ گنانے بتانے کی ضرورت ہے کہ اردو کے احسانات دوسروں پر کیا ہیں۔

www.taemeernews.com

موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کی. بلکہ اسی سانس میں مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کام تم کرو. میں نے پوچھا عنوان کیا ہوگا. فرمایا کہ عنوان کی کوئی ایسی جلدی نہیں ہے بس کام شروع کر دو. نیت بخیر اور صحت اچھی رہی تو کام کے دوران ہی میں عنوان مل جائے گا. چنانچہ ایسا ہی ہوا. کچھ کام کرنے کے بعد ہی عنوان متعین ہو گیا، یعنی

"غیر اسلامی مذاہب اور ان کے اخلاق کے مقبول عام بنانے میں اردو کا حصہ"

اس مقالے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور ان کے اخلاق کی اشاعت میں اردو زبان کا حصہ کتنا ہے. اس کے لئے ان کتابوں کا احاطہ ضروری تھا. جو غیر مسلموں نے اپنے مذہب و اخلاق پر اردو میں تصنیف، تالیف یا ترجمہ کر کے شائع کی ہیں. میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ایسی تمام کتابوں تک میری رسائی ہوئی. لیکن حتی الوسع اس کی کوشش کی گئی کہ لاہور سے پٹنہ تک اس طرح کی مطبوعات جہاں کہیں مل سکتی ہوں ان کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی عبارتوں کے نمونے پیش کئے جائیں. جیسا کہ میں نے مقالے کے پہلے باب میں ذکر کیا ہے. میں نے اس سلسلے میں پندرہ سولہ کتب خانوں کا جائزہ لیا۔ جہاں اردو کی کم و بیش چار سو غیر اسلامی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کے دیکھنے اور ان کی یادداشتیں لینے کا موقع ملا۔ ان میں سے اکثر کے اقتباسات اس مقالے میں پیش کئے گئے ہیں. ان اقتباسات سے غیر اسلامی مذاہب کی بنیادی تعلیمات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس مشترک زبان کے نمونے بھی سامنے آجاتے ہیں جو غیر مسلموں نے اپنی مذہبی اور اخلاقی کتابوں میں اختیار کی ہے۔

لاہور میں مجھے سکھ مت کی اردو کتابیں خود سکھوں کی لکھی ہوئی کافی تعداد میں ملیں میرا تو صدا مرتسر جانے کا بھی تھا. وہاں بھی ایسی کتابوں کا خاصہ ذخیرہ ہوگا. لیکن لاہور کے تاج

www.taemeernews.com

قیام ہی میں پنجاب کی سیاسی فضا اس درجہ پُرخطر ہوگئی کہ مجھے علی گڑھ واپس آنا پڑا۔

مقالے کے پہلے باب میں ان مختلف اثرات کو دکھایا گیا ہے جو مسلمانوں کی آمد سے ہندوستان کی تہذیب پر پڑے۔ شروع شروع میں ان کا تاجرانہ حیثیت سے اس ملک میں آنا اور کچھ دنوں کے بعد یہیں آباد ہوجانا، ہندو راجاؤں کا ان کی سرپرستی کرنا اور انھیں تبلیغ اسلام کی اجازت دینا، اس تبلیغ کے اثر سے یہاں کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد کا مسلمان ہوجانا، ہندو مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کا قائم ہونا، آپس کے میل جول سے ایک دوسرے کی تہذیبی خوبیوں سے متاثر ہونا اور تہذیب کے مختلف پہلوؤں میں اس اثر کا نمایاں ہونا، ایک مشترک زبان کا رفتہ رفتہ وجود میں آنا، اس کی نشوونما میں ہندوستان کے عام باشندوں کا حصہ لینا، اور بالآخر بلاتفریق مذہب وقومیت اس کا ملک کے بڑے حصہ کی زبان بن جانا اور اس حد تک مقبولیت حاصل کرلینا کہ غیر اسلامی مذاہب واخلاق کی تعلیم بھی ایک بڑے پیمانے پر اسی زبان میں دی جانے لگی، یہ تمام باتیں تاریخی اور تمدنی شواہد کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

دوسرے ابواب میں مختلف غیر اسلامی فرقوں کی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کا ذکر ہے۔ ہر باب کے شروع میں اس مذہب یا فرقے کے بنیادی اصول مستند کتابوں سے اخذ کرکے لکھے گئے ہیں۔ یہ اصول اگر خود اس فرقے کی کسی اردو کتاب میں مل سکے تو اسی کے اقتباس کو ترجیح دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے دیباچوں کے ٹکڑے بھی نقل کردئے گئے ہیں۔ ان سے یا تو کتاب کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ یا جو خاص باتیں اس میں بیان کی گئی ہیں وہ معلوم ہوتی ہیں۔

غیر اسلامی مذہبی اخبارات ورسائل صرف چند میری نظر سے گزرے۔ ان کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں زیادہ تر وہ اخبارات ورسائل ہیں جن کا ذکر گارساں دتاسی

www.taemeernews.com

نے اپنے خطبات میں یا بعض دوسرے اصحاب نے مختلف مضمونوں میں کیا ہے۔ چند رسالوں کے حوالے مجھے ان کتابوں میں بھی ملے جن کے اقتباسات مقالے میں شامل ہیں۔

آخری باب میں جو خلاصہ اس مقالے کا ہے غیر اسلامی مذہبی مطبوعات کی کثرت کا اجمالی ذکر اور جن کتابوں کی عبارتوں کے نمونے پیش کئے گئے ہیں ان کی زبان پر مختصر تبصرہ ہے۔ ہر فرقے کی صرف انھیں کتابوں کے اقتباسات دئے گئے ہیں جو خود اس فرقے کے لوگوں نے لکھی ہیں۔

کتابیات کے ذیل میں جو فہرست ہے اس کے حاشیے پر علیحدہ علیحدہ ہر فرقے کی کتابوں کے ساتھ ان کتب خانوں کے نام بھی لکھ دئے گئے ہیں۔ جہاں یہ کتابیں دستیاب ہوئیں۔

محمد عزیر

www.taemeernews.com

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور اُس کے اثرات

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے سیکڑوں برس پہلے اس ملک سے عربوں کے تجارتی تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ وہ ہندوستان کی پیداوار مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے اور وہاں کا سامان ہندوستان، جزائر ہند، چین اور جاپان تک لے جاتے تھے[1]۔ عربوں کے علاوہ ہندوستان اور مغربی ممالک کی تجارت میں ایرانیوں نے بھی بڑی سرگرمی دکھائی۔ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں جب مسلمانوں نے ایران فتح کیا تو مسلمان تاجر ایران کی بحری تجارت پر بھی قابض ہو گئے، اور عرب جہاز رانوں کے بیڑے بحر ہند میں رواں نظر آنے لگے۔

مسلمانوں کی نوآبادیاں

ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے کی ابتدا محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے خیال کی جاتی ہے۔ جو پہلی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم ہوئیں، اور سب سے پہلے وہ تاجرانہ حیثیت سے جنوبی ہند کے جزائر اور بعض ساحلی مقامات پر آکر آباد ہوئے۔ سندھ پر حملہ کے مختلف اسباب تھے۔ ان میں سے ایک

[1] "عرب و ہند کے تعلقات"، مولفہ مولانا سید سلیمان ندوی، شائع کردہ ہندستانی اکیڈیمی الہ آباد ۱۹۳۰ء ص ۶

www.taemeernews.com

خاص سبب خود اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ جنوبی ہند کے اطراف میں مسلمان پہلے سے آباد تھے۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں حجاج، عراق کا گورنر تھا۔ اور جزائر ہند کی طرف عراق کی بندرگاہ سے جہاز آتے تھے۔ لنکا کے راجہ نے مسلمانوں سے اظہار دوستی کے طور پر منجملہ دوسرے تحائف کے ایک جہاز میں ان مسلمانوں کے اہل وعیال کو بھی عراق روانہ کیا جو لنکا میں تجارت کے سلسلے سے آباد تھے اور وہیں انتقال کر گئے تھے۔ اس واقعے سے ظاہر ہے کہ لنکا میں مسلمانوں کی آبادی پہلی صدی ہجری میں قائم ہو چکی تھی۔ جس جہاز پر یہ تحائف اور مسلمانوں کی عورتیں اور بچے جا رہے تھے۔ اس پر سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب بحری ڈاکوؤں نے حملہ کر کے تمام سامان اور عورتوں اور بچوں پر قبضہ کر لیا۔ حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے سندھ کے راجہ داہر سے ان گرفتاروں کو بحفاظت عراق بھجوانے کا مطالبہ کیا۔ مگر راجہ نے یہ عذر کیا کہ ڈاکوؤں پر میرا کچھ زور نہیں۔ حجاج نے اس عذر کو قبول نہ کیا اور اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ایک فوج سندھ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی جس نے ۹۳ھ میں سندھ پہونچ کر تین سال کی مدت میں ملتان سے کچھ تک اور دوسری طرف مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر لیا۔[1]

ان اطراف میں مسلمانوں کا دوسرا مرکز مالدیپ کا جزیرہ تھا۔ مالدیپ کے مفصل حالات ابن بطوطہ نے لکھے ہیں۔ اس کے زمانے یعنی سلطان محمد تغلق کے عہد میں پورا جزیرہ مسلمان تھا۔ اس میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادی تھی اور سلطان خدیجہ نام ایک بنگالی خاتون وہاں کی فرمانروا تھی۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے۔ لیکن مراکو کے شیخ ابوالبرکات بربری مغربی کی ایک کرامت دیکھ کر راجہ شنورازہ اور اس کی تمام رعایا مسلمان ہو گئی۔ وہ لکھتا ہے کہ مالدیپ کی اس مسجد کی محراب پر جسے نومسلم راجہ نے تعمیر کرایا تھا میں نے یہ کتبہ دیکھا۔

---

[1] "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۱۵-۱۶۔

www.taemeernews.com

"سلطان احمد شنو رازہ ابوالبرکات مغربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔"[۱]

قریب قریب اسی زمانے میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے عرب سے آکر ملیبار کے ساحل پر بود و باش اختیار کی۔ رونلڈسن (RONALDSON) تحفۃ المجاہدین کے دیباچے میں لکھتا ہے۔

"مسلم عرب ساحل ملیبار پر اول اول ساتویں صدی عیسوی کے آخر کے قریب آباد ہوئے۔"

اسٹرڈک (STURROCK) کا بیان ہے:۔

"یہ بخوبی معلوم ہے کہ ساتویں صدی کے بعد سے ایرانی اور عرب تاجر ہندوستان کی مختلف بندرگاہوں میں کثرت سے آباد ہو گئے اور اس علاقے کی عورتوں سے شادی کرلی۔ اور یہ آبادیاں خصوصیت کے ساتھ ملیبار میں بڑی اور اہم تھیں، جہاں بہت قدیم زمانے سے یہ مصلحت اندیشی نظر آتی ہے کہ بندرگاہوں میں تاجروں کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جائے۔"[۲]

ملیبار میں مسلمانوں کی آمد اور اشاعت اسلام کے تفصیلی حالات شیخ زین الدین نے اپنی مشہور کتاب تحفۃ المجاہدین میں لکھے ہیں جو ملیبار کے مسلمانوں کی سب سے قدیم تاریخ ہے۔ وہاں کے راجہ چیرامن پیرومال کے قبول اسلام کا واقعہ جس طرح اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ ممکن ہے روایتی حیثیت رکھتا ہو، لیکن جیسا کہ ڈاکٹر تاراچند نے لکھا ہے ملیبار میں چیرامن پیرومال کا خاندان نویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں اس کے آخری فرمانروا کے تخت سے دست بردار ہو جانے پر ختم ہو گیا تھا جو غالباً مسلمان ہو گیا تھا۔

مسلمانوں نے شروع ہی سے ملیبار میں ہر دلعزیزی اور اہمیت حاصل کرلی تھی۔

---

[۱] "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۶۵-۲۲۴۔

[۲] ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر (انگریزی) از ڈاکٹر تاراچند مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد۔ ص ۴۲

www.taemeernews.com

وہ ماپلا کے نام سے پکارے جاتے تھے جس کے معنی ہیں "بزرگ کا بچہ" یا "دولھا"۔ یہ لقب ملیبار میں عیسائیوں کو بھی دیا گیا تھا۔ مگر دونوں فرقوں میں امتیاز کرنے کے لئے عیسائیوں کو نصرانی ماپلا کہتے تھے۔ مسلمانوں کو مختلف مراعات حاصل تھیں۔ مثلاً ایک مسلمان نمبوتری برہمن کے پاس بیٹھ سکتا تھا۔ حالانکہ ایک نائر کو اس کی اجازت نہ تھی اسی طرح ماپلا کے سردار تھنگل کو زمورن (ملیبار کے راجہ) کے ساتھ ساتھ پالکی میں جانے کی اجازت تھی۔ زمورن کی سرپرستی کی وجہ سے عرب تاجروں کی ایک بڑی تعداد اس کے علاقوں میں آباد ہو گئی، اور انھوں نے اپنی تجارت سے نہ صرف ملک کی دولت میں بہت کچھ اضافہ کیا بلکہ راجہ کی فوجی مہموں میں بھی اس کی مدد کی۔ ان مراعات اور حوصلہ افزائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان بڑی تعداد میں جنوبی ہند میں آباد ہو گئے۔ مسلمانوں کا اپنا سردار تھا جس کا لقب ہزامہ (ہز مند) تھا۔ اور اس کو راجہ کی طرف سے مسلمانوں پر حاکمانہ اختیارات حاصل تھے۔ ڈاکٹر تاراچند ملیبار میں مسلمانوں کی آبادی کے متعلق ابودلاف مہلہل، ابن سعید مارکوپولو، ابن بطوطہ اور عبدالرزاق کی شہادتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

> "ان بیانات سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر مسلمان بہت پہلے آباد ہو گئے تھے اور انھوں نے تعداد، دولت اور طاقت میں ترقی کر لی تھی۔"[1]

مغربی ساحل کی طرح مشرقی ساحل پر بھی عربوں کی آمد و رفت تجارت کے سلسلے سے زمانہ قبل اسلام سے تھی۔ عرب تاجر چین جاتے ہوئے خلیج بنگال سے گزرتے تھے مسلمان عربوں نے بھی اس سلسلے کو جاری رکھا اور ساحلی مقامات پر ان کی آبادیاں بڑھتی گئیں تجارتی جہاز اس کثرت سے یہاں سے آتے جاتے تھے کہ عربوں نے اس ساحل کا نام ہی معبر (گزرگاہ) رکھ دیا۔ اس علاقے میں مسلمانوں کی سب سے بڑی اور پرانی بستی

---

[1] ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر از ڈاکٹر تاراچند ص ۳۵-۳۸

www.taemeernews.com

کیالاپٹم تھی، جو صوبہ مدراس کے ضلع تنادلی میں واقع ہے۔ یہاں ساتویں سے لیکر پانچ سو سال بعد تک کے اسلامی سکے پائے گئے ہیں[1]۔ ملیبار کی طرح معبر کے مسلمانوں کو بھی مقامی راجاؤں کی طرف سے ہر قسم کی رعایتیں ملیں اور وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرنے لگے۔ مسلمانوں اور ہندو راجاؤں کے تعلقات کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ ۱۳۱۰ء (۷۱۰ھ) میں جب سلطان علاء الدین کی فوج نے کارومنڈل پر حملہ کیا تو وہاں کے راجہ کی طرف سے مسلمان عراقیوں اور عربوں نے مسلمان ترکوں کا مقابلہ کیا، اور گو راجہ کو شکست ہوئی اور ملک کافور نے ملک پر قبضہ کر لیا لیکن کارومنڈل کے مسلمان اپنے عہد و پیمان کی بنا پر اور ان رعایتوں کی حق شناسی میں جو انھیں راجہ کی طرف سے حاصل تھیں مسلمان حملہ آوروں سے نہایت جانبازی کے ساتھ لڑے، اور امیر خسرو کی روایت کے مطابق محض کلمہ اور قرآن پڑھ کر اور اس طرح اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دے کر ملک کافور کے شدید انتقام سے اپنی جان بچا سکے[2]۔ چودھویں صدی عیسوی میں ملک کافور کے حملے کے بعد جب ابن بطوطہ نے معبر کا سفر کیا تو جس علاقے میں اب میسور کی ریاست ہے۔ وہاں اس وقت ہویسالا خاندان کی حکومت تھی، اور پایۂ تخت کا نام دوار سمندر تھا۔ حکمران راجہ بلال دیو تھا ابن بطوطہ نے اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے جس میں بیس ہزار کے قریب مسلمان تھے[3]۔

ڈاکٹر تاراچند اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:-

"ان بیانات سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلم کے تھوڑے ہی دنوں بعد مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنی تہذیب، مذہب اور خیالات کے پھیلانے کا موقع حاصل کر لیا۔ ساتویں صدی سے تیرہویں صدی تک

---

[1] "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" از ڈاکٹر تاراچند ص ۴۰

[2] "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۷۵۔۲۷۴

[3] " " ص ۳۰۰

www.taemeernews.com

ان کا تعلق تجارت کی صورت میں تھا، اور سوداگروں کی حیثیت سے شروع میں ان کی آؤ بھگت ہوئی جب ہندو راجہ ان سے واقف ہوگئے تو ان کی وقعت اور بھی بڑھ گئی۔ وہ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر ہوئے ان میں سے وزیر، بیڑوں کے کمانڈر، ایلچی، افسران محاصل، اور فوج کے کپتان وغیرہ مقرر ہونے لگے۔ ان کو اپنے مذہب کی پابندی کے لئے مسجدیں بنانے اور اپنے مذہبی پیشواؤں اور فقیروں کو خانقاہوں میں رکھنے کی اجازت تھی۔ صرف یہی نہیں، بلکہ وہ کھلم کھلا اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے تھے۔ اور کہیں کہیں تو راجہ خود اس تبلیغ میں مدد کرتے تھے۔ لیکن صرف جنوبی ہند تک اس پرامن اثر کے حدود نہ تھے۔ بلکہ شمالی ہندوستان میں بھی مسلمانوں کا ہندوؤں سے بہت دنوں تک اسی طرح کا تعلق رہا۔

یہ سچ ہے کہ آٹھویں صدی کے اوائل میں عربوں نے سندھ پر قبضہ کر لیا لیکن ملتان اور سندھ کو چھوڑ کر اور کوئی حصہ تین سو برس تک ان کے قبضے میں نہیں آیا۔[1]

گجرات، کاٹھیاوار، کچھ اور کونکن کا علاقہ عربوں کا پانچواں تجارتی مرکز تھا۔ ان علاقوں میں بھی مسلمان بڑی تعداد میں آباد ہو گئے تھے اور انھوں نے اتنی عزت اور اہمیت حاصل کر لی تھی کہ ان کے باہمی معاملات کو طے کرنے کے لئے راجہ انھیں میں سے کسی معتبر آدمی کو "نہر مندہ" مقرر کر دیتا تھا۔ نہر مندہ کے لفظی معنی تو منہ دلانے کے ہیں لیکن اصطلاح میں اس مسلمان قاضی کو کہتے تھے جو راجہ کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات فیصل کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اکثر بڑے بڑے شہروں میں نہر مندہ مقرر تھے۔ یہ خاص حقوق عہد جدید کی بعض مسلمان سلطنتوں میں بھی غیر ملکی باشندوں کو حاصل تھے مثلاً

---

[1] مسلمانوں کا ہندوستان میں آنا، از ڈاکٹر تارا چند مطبوعہ رسالہ ہندستانی جولائی ۱۹۳۱ء ص ۲۶۰-۲۶۷

www.taemeernews.com

سلطنت عثمانیہ میں یونانیوں اور روسیوں کے لئے ان کی قومی عدالتیں الگ قائم تھیں اور انھیں میں ان کے مقدمات فیصل ہوتے تھے۔ گجرات کی بندرگاہوں میں سے کھمبایت اور چیور (صیمور) میں مسلمانوں کی آبادی خاص طور پر زیادہ تھی۔ ان عرب سوداگروں نے اکثر یہیں کی عورتوں سے نکاح کر لیا تھا۔ ان سے جو اولاد ہوتی تھی ان کو "بیسر بیاسر" (جمع) کہتے تھے[1]

شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کا قدم سب سے پہلے سندھ میں آیا۔ جیسا کہ شروع میں بیان ہوا۔ محمد بن قاسم نے پہلی صدی ہجری کے آخر میں دیبل سے ملتان تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس حملے سے پہلے ہی پانچ سو عرب مسلمانوں کی ایک جماعت مکران سے بھاگ کر سندھ کے راجہ داہر کے یہاں چلی آئی تھی، اور لنکا کے مسلمان تاجروں کے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے علاوہ ان پناہ گزینوں کو واپس نہ کرنا بھی منجملہ ان اسباب کے تھا۔ جو حجاج کی اس انتقامی مہم کا باعث ہوئے۔ بہرحال عربوں نے سندھ اور ملتان پر قبضہ کر کے ان ریاستوں کو اسلامی سلطنت کا باج گزار علاقہ بنا لیا۔ لیکن یہاں ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور آئندہ تین صدیوں تک ان کی حکومت ہندوستان کے اسی گوشے تک محدود رہی۔

ایک مشترک زبان کی تخم ریزی

شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ ہندوستان سے عربوں کے تجارتی تعلقات ظہور اسلام سے صدیوں پہلے قائم ہو گئے تھے، اور مسلمان بھی اس ملک میں پہلے پہل تاجر ہی کی حیثیت سے آکر آباد ہوئے۔ ان قدیم تجارتی تعلقات کی یادگار وہ ہندی الفاظ ہیں۔ جو عربی سفرناموں اور جغرافیہ کی کتابوں میں نیز عرب اور ایرانی جہاز رانوں میں رائج ہو گئے۔ ان میں سے ایک لفظ بارجہ ہے جو ہندی بیڑہ کی عربی شکل ہے۔ عربوں نے

[1] عرب و ہند کے تعلقات، ص ۲۸۱

www.taemeernews.com

اسے بارجہ کہنا شروع کیا اور اس کی جمع بورانج بنائی۔ چونکہ سواحل ہند کے بحری ڈاکو کشتیوں پر چھاپے مارتے تھے اس لئے بورانج ہندوستان کے بحری ڈاکوؤں کو بھی کہنے لگے۔ دوسرا لفظ دونج ہے۔ یہ ہندی لفظ ڈونگی کا معرب ہے۔ ایک اور لفظ ناخوذہ ہے جس کی جمع نواخذہ ہے۔ ہندوستان کے لوگ اس کی فارسی شکل ناخدا سے زیادہ مانوس ہیں۔ ناؤ ہندی ہے۔ خدا فارسی میں مالک کو کہتے ہیں۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

ماخدا داریم مارا ناخدا را در کار نیست

قدیم زمانے میں اہل عرب ہندوستان سے تجارت کی جو چیزیں لے جاتے تھے ان میں سے بہت سی چیزوں کے نام عربی زبان میں داخل ہو گئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی محققانہ تالیف "عرب و ہند کے تعلقات" میں ایسے ہندی الفاظ کی ایک فہرست دی ہے جو قدیم عربی لغت میں تجارتی اشیاء کے لئے پائے جاتے ہیں مثلاً عرب میں ہندوستان کی بنی ہوئی تلواریں بہت مشہور تھیں۔ اس لئے تلوار کے لئے ہندی، ہندوانی اور ہند کے الفاظ عام طور سے عربی زبان میں رائج ہو گئے۔ اسی طرح چندن کے لئے صندل موشکا کے لئے مسک، تامبول (پان) کے لئے تنبول، کپور کے لئے کافور، کنک پھل (لونگ) کے لئے قرنفل، نیلوپھل کے لئے نیلوفر اور ایل (الائچی) کے لئے ہیل عربی زبان میں بے تکلف بولا جانے لگا۔ دواؤں میں جائے پھل کے بجائے جائے فل، تری پھل کے بجائے اطریفل، بہیڑا کے بجائے بلیلہ، ہرّے کے بجائے ہلیلہ وغیرہ وغیرہ عربی لغت کا جزو بن گئے۔ مولانا نے مختلف قسم کے کپڑوں، رنگوں اور پھلوں کے ہندی نام اور ان کی عربی شکلیں بھی بتائی ہیں اور آخر میں خود قرآن مجید میں ہندی کے تین لفظوں کا نشان دیا ہے یعنی مسک (موشکا) زنجبیل (ہندی زنجابیر یعنی سونٹھ یا ادرک) اور کافور (ہندی کپور) [1]

---

[1] "عرب و ہند کے تعلقات"، ص ۶۹ تا ۷۲

www.taemeernews.com

علمی تعلقات کی ابتدا ہندوستان سے مسلمانوں کے علمی تعلقات کی ابتدا دوسری صدی ہجری کے وسط ہی سے ہو گئی تھی۔ چنانچہ خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں (۱۳۴ھ) سندھ کے ایک وفد کے ساتھ ہیئت اور ریاضیات کا ایک فاضل پنڈت ہیئت کی مشہور کتاب سدھانت لیکر بغداد پہونچا اور خلیفہ کے حکم سے اس کا ترجمہ دربار کے ایک ریاضی داں ابراہیم فزاری نے عربی میں کیا۔ اس کتاب سے عربوں کے علم ہیئت پر بہت اثر پڑا۔ بغداد میں اس ہندو فاضل کے دو شاگرد ہوئے، ابراہیم فزاری اور یعقوب بن طارق۔ دونوں نے اپنے اپنے طریقے سے سدھانت کے اصولوں کو عربی زبان میں منتقل کیا۔ پھر جب ہارون الرشید نے اپنے علاج کے لئے ہندوستان سے ویدبلوائے تو اس ملک کی علمی عظمت کا سکہ عربوں کے دلوں پر اور بھی بیٹھ گیا، اور برامکہ کی سرپرستی میں طب، نجوم، ہیئت اور ادب و اخلاق کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا۔

علم ہیئت کے علاوہ علم حساب میں بھی عربوں نے ہندوستانی پنڈتوں سے استفادہ کیا۔ ان کو اعتراف ہے کہ ۱ سے ۹ تک کا ہندسہ لکھنے کا طریقہ انھوں نے ہندوؤں سے سیکھا۔ اسی لئے اہل عرب اسے "حساب ہندی" یا "ارقام ہندیہ" کہتے ہیں اور چونکہ یورپ والوں نے اسے عربوں سے حاصل کیا وہ اس کو ارقام یا اعداد عربیہ (ARABIC FIGURES) کہتے ہیں۔ حکمت و دانش کی جن کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں کیا گیا ان میں سے دو بہت مشہور ہوئیں۔ ایک کلیلہ ودمنہ اور دوسری بوذاسف و بلوہر۔ کلیلہ ودمنہ پنچ تنتر کا ترجمہ ہے۔ جو ساسانیوں کے عہد میں پہلے سنسکرت سے زبان پہلوی میں ترجمہ ہوئی اور اس سے عربی میں۔ اس کے متعدد ترجمے نظم و نثر میں کئے گئے۔ اور عربی سے یہ کتاب دنیا کی تمام مہذب زبانوں میں منتقل ہوئی۔ انوار سہیلی جو فارسی کی مشہور درسی کتاب ہے اسی کا ترجمہ ہے جو عربی سے کیا گیا تھا۔ اور سب سے

www.taemeernews.com

آخر الذکر کہانی کی روشنی میں فقیر محمد خاں گویا نے زبان اردو میں اپنا بستان حکمت آراستہ کیا۔ دوسری کتاب جو کلیلہ و دمنہ سے کم شہرت رکھتی ہے لیکن اپنی اہمیت کے لحاظ سے زیادہ گراں قدر ہے۔ بوذاسف دبلوہر ہے۔ اس میں گوتم بدھ کے حالات زندگی اور ان کی تعلیمات کو تمثیلی حکایات کے پیرائے اور نہایت دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ بوذاسف، بودھ کی عربی شکل ہے اور بلوہر اس جوگی کا نام ہے جو لنکا سے تاجر کے بھیس میں بودھ کے پاس آیا تھا۔ اور جس نے اپنی تلقین سے اس کو دنیا کے چھوڑنے اور نروان کی تلاش میں گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا تھا۔ یہ کتاب مذہبی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔ ان کے علاوہ قصے کہانیوں۔ جادو منتر، کیمیا، طریق حکومت اور فن حرب کی متعدد کتابیں سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کی گئیں اور مہابھارت کا خلاصہ بھی عربی زبان میں مرتب ہوا۔[1]

مشترک ہندستانی تہذیب

مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر اس ملک کو اپنا وطن بنالیا۔ جنوبی ہند میں تو ان کی آمد تاجرانہ تھی لیکن شمالی ہند میں بھی جہاں وہ فاتح کی حیثیت سے آئے تھے۔ فاتح اور مفتوح کی مغائرت صرف تھوڑے دنوں تک قائم رہی۔ اس کے بعد ہندو اور مسلمان دونوں ہمسایوں کی طرح رہنے لگے اور امتداد زمانہ کے ساتھ ایک دوسرے کو زیادہ سمجھنے لگے۔ ایک جگہ رہنے سہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوئے۔ اور اس طرح ایک نئی تہذیب وجود میں آئی جس کو ہندوستانی تہذیب کہہ سکتے ہیں، جو نہ خالص اسلامی تھی نہ بالکل ہندو۔ اس مشترک تہذیب کے ظہور میں آنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد تو مسلموں کی تھی جنھوں نے باہر سے آنے والوں کا مذہب تو قبول کر لیا تھا۔ مگر تہذیب و تمدن میں بہت کچھ اپنی قدیم

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "عرب و ہند کے تعلقات" ص ۱۴۴ تا ۱۷۲

www.taemeernews.com

روایات کے پابند تھے۔ یہ اشتراک تہذیب کے مختلف پہلوؤں میں نمودار ہوتا گیا۔ چنانچہ مذہب، ادب، علوم و فنون، معاشرت، تعمیر و موسیقی، ہر ایک میں ملکی اور غیر ملکی عناصر کا امتزاج عمل میں آنے لگا۔ جنوب میں اسلامی تعلیمات سے جو اثر براہ راست پڑا اس کے علاوہ ایک بالواسطہ اثر ہندوؤں پر یہ بھی ہوا کہ ان کے دلوں میں مذہبی احساس از سر نو پیدا ہو گیا، اور اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنوبی ہند میں بھگتی کی تحریک جسے رامانج نے تکمیل کو پہونچایا اور ویدانت کی تحریک جو شنکر آچاریہ کے ہاتھوں پایہ کمال کو پہونچی۔ ایک حد تک اس عام مذہبی بیداری کا نتیجہ تھی جو اسلام کے اثر سے پیدا ہو گئی تھی۔ چودھویں صدی عیسوی کے بعد مہاراشٹر، گجرات، پنجاب اور بنگال کے ہندو مصلحین مذہب اپنے چند قدیم عقیدوں کو ترک کر کے اسلام کی بعض تعلیمات قبول کر لیتے ہیں، اور اس طرح دونوں مذہبوں کی آمیزش سے ایک نیا مذہب پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ کبیر داس اور گرو نانک کی تعلیمات میں اسلامی تعلیمات کا اثر صاف ظاہر ہے۔

ایک مخلوط زبان کا وجود میں آنا

ایسا ہی تبدیلی ادب کے میدان میں نمودار ہوئی ہے۔ ہندوستان کا علمی سرمایہ عوام کی دسترس کے لئے سنسکرت سے منتقل ہو کر ہندی، مرہٹی اور بنگالی میں آنے لگا ہے، اور ہندو مسلمان دونوں ان زبانوں کے ادب کو فروغ دینے میں حصہ لیتے ہیں۔ علم و ادب کا یہی اشتراک ایک نئی زبان کے پیدا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ مسلمان اپنی عربی، فارسی اور ترکی لیکر اور اس ملک کے باشندوں کی زبان اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح ایک نئی زبان وجود میں آتی ہے۔ یہ زبان ہندو مسلمانوں کے صدیوں کے میل جول کا نتیجہ تھی۔ دونوں نے اس کو اپنا مشترک سرمایہ سمجھا اور اسے ترقی دینے میں یکساں کوشش کرتے رہے۔

مسلمانوں نے جب ہندوستان میں قدم رکھا تو یہ ملک سیکڑوں چھوٹی چھوٹی مملکتوں

www.taemeernews.com

اور ریاستوں میں بٹا ہوا تھا جو باہم برسرپیکار رہا کرتی تھیں۔ زبان کے لحاظ سے بھی تفرقہ و انتشار کا یہی عالم تھا۔ ہر ریاست کی زبان الگ تھی، اور لڑائیوں میں کسی ریاست کے حدود کے بڑھنے یا گھٹنے کے ساتھ اس کی زبان کا دائرہ بھی بڑا یا چھوٹا ہوتا رہتا تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے جس طرح اس ملک میں سیاسی وحدت پیدا ہوئی اسی طرح لسانی وحدت کا سامان بھی فراہم ہوا۔ یہاں مسلمان بادشاہوں کی دفتری زبان تو فارسی تھی، لیکن عام بول چال کے لئے جسے ہندو مسلمان دونوں سمجھتے یہ زبان کام نہیں دے سکتی تھی، اور نہ یہ ممکن تھا کہ ہندوستان کے کسی ایک صوبے کی زبان کو تمام ملک میں جاری کر دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جس صوبے میں گئے وہاں کی زبان اختیار کر کے مذہبی، سیاسی، تمدنی، صنعتی، تجارتی اور علمی ضرورتوں سے اپنی زبان کے سیکڑوں الفاظ اس میں داخل کر دئے۔ اور چونکہ یہ الفاظ ضرورت کی بنا پر داخل کئے گئے تھے۔ اس لئے زبان کا جزو بن کر مقبول عام ہو گئے۔ اس طرح ایک مخلوط زبان کا پیکر تیار ہوا جو سندھ میں سندھی، گجرات میں گجراتی، دکن میں دکنی، پنجاب میں پنجابی، اور دہلی میں دہلوی کہلائی۔ دہلی کی یہی زبان اپنے ارتقا کی منزلیں طے کرتی ہوئی جب شاہجہاں کے اردوئے معلی میں پہونچی تو زبان اردو کے نام سے موسوم ہوئی۔ موجودہ اردو دراصل دہلی اور اطراف دہلی کی پرانی ہندی ہے جس میں زمانے کے تقاضے سے تبدیلیاں رونما ہوتی گئیں، اور جو عربی، فارسی اور ترکی الفاظ کی آمیزش سے ایک نئی زبان کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس زبان کے فعل اور حرف سب دہلوی ہندی کے ہیں۔ اسما، البتہ نصف دہلوی ہندی کے ہیں اور باقی عربی، فارسی اور ترکی ہیں، یا کچھ پرتگالی اور انگریزی الفاظ ہیں۔ یہ بیرونی اسما وہ ہیں جن کے مسمی آخر باہر سے آئے تھے۔

مسلمانوں نے جو الفاظ اور مصطلحات صوبوں کی زبانوں میں داخل کئے ان کی ایک طویل اور دلچسپ فہرست مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے تحقیقی مقالہ "ہندوستان

www.taemeernews.com

میں ہندوستانی" میں دی ہے۔ چند مثالیں نمونے کے لئے کافی ہوں گی۔

مذہبی اصطلاحات میں اللہ، رسول، ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دعا، صدقات خیرات، بہشت، دوزخ وغیرہ بہ کثرت الفاظ ہندوستان کی ہر بولی میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح سیاسی اصطلاحات میں بادشاہ، وزیر، میر عدل، صدر جہاں، مقطع دار، صوبہ دار، سپہ سالار اور قاضی وغیرہ بھی دیسی بولیوں میں جاری ہو گئے۔ زمینداری سے متعلق جو اصطلاحات ہیں وہ بھی عموماً فارسی آمیز ہیں۔ مثلاً دیوان، تحصیلدار، ضلعدار، کارندہ، گماشتہ، پرمنویس، تحویل دار، خزانچی، پیش کار، سررشتہ دار، محافظ دفتر اور محرر وغیرہ۔ مرہٹی بولنے والے اپنے وزیروں کو پیشوا اور عام ہندو ریاستیں ان کو دیوان کہتی ہیں۔ یہ دونوں فارسی کے لفظ ہیں۔ مرہٹی، گجراتی اور بنگالی زبانوں میں معاملے مقدمے کے بہت سے الفاظ اور اصطلاحات عربی یا فارسی ہیں۔ مسلمان اپنے ساتھ کابل، ترکستان اور ایران کے جو میوے اور پھل ہندوستان لائے۔ ان کے نام بھی بعینہ یہاں کے ہر صوبے کی زبان میں داخل ہو گئے۔ مثلاً انگور، انار، سیب، بہی، انجیر، نارنگی، سردہ، بادام، منقیٰ، کشمش وغیرہ۔ اسی طرح جن پھولوں کی خوشبو سے مسلمانوں نے اس سرزمین کو معطر کیا ان کے نام بھی یہاں کی مقامی بولیوں میں رائج ہو گئے۔ مثلاً گلاب، سوسن، ریحان، بنفشہ، نرگس، نسترن وغیرہ۔ کھانے کے میووں، اقسام سے مسلمانوں نے ہندوستان کو لذت آشنا کیا۔ مثلاً پلاؤ، قبولی، بریانی، زردہ، شیرینج، باقرخانی، روغنی، چپاتی، کلچہ، قورمہ، قلیہ، کباب، یخنی، قیمہ، کوفتہ وغیرہ۔ بہت سی مٹھائیوں کے نام بھی ان کے مسمیٰ کے ساتھ مسلمانوں ہی کے ساتھ اس ملک میں آئے۔ اور قلاقند یا برفی، شکر پارے، خرمے، گلاب جامن جلیبی، زعفرانی وغیرہ سے آریہ ورت کے پاک برہمن بھی اپنے کام و دہن کو لذت بخشنے لگے۔ کپڑوں کی صنعت میں مسلمانوں کے آنے سے جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ ان مختلف نمونوں سے ہو سکتا ہے جن سے یہ ملک پہلے ناآشنا تھا۔ مثلاً مخمل، کاشانی، زربفت، بتیش،

www.taemeernews.com

کمخواب، اطلس، زری، گلبدن، تن زیب، جامہ دار، زرتار، جامدانی، کامدانی۔ لباس میں کرتا، اچکن، چپکن، پیشواز، میرزائی، نیم آستین، شلوار، پاجامہ، عبا، قبا، چوغہ، اور اوڑھنے بچھانے کے سامان میں شال، دوشالہ، توشک، لحاف، فرش، قالین، مسند رضائی، دلائی وغیرہ بکثرت اشیاء اپنے عربی، فارسی اور ترکی ناموں کے ساتھ ہندوستان میں رائج ہوگئیں۔ کھانے پکانے کی چیزوں میں رکابی، پیالہ، بادیہ، قاب، دیگ دیگچی کف گیر، چمچہ وغیرہ، یہ سب مسلمانوں ہی کے ساتھ اس ملک میں آئیں اور انھیں ناموں سے پکاری جانے لگیں[1]۔

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ مسلمان اپنے تمدن و معاشرت کے جو ساز و سامان لیکر ہندوستان آئے ان میں سے اکثر چیزیں چونکہ یہاں کے لئے بالکل نئی تھیں لہذا ان کے لئے دیسی بولیوں میں مترادف الفاظ موجود نہ تھے اس لئے وہی عربی، فارسی اور ترکی الفاظ و اصطلاحات یہاں بھی رائج ہوگئے۔

مشترک زبان کی تشکیل میں صوفیائے کرام کا حصّہ

اس مشترک زبان کی تشکیل میں مسلمان درویشوں اور صوفیوں نے بڑا حصہ لیا۔ وہ مسلمان تاجروں اور سپاہیوں کے ساتھ ہندوستان آئے تھے، اور ان کی روحانی فتوحات کا دائرہ سلاطین کی ملکی فتوحات سے کم وسیع نہ تھا جیسا کہ مولانا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ کہنا صحیح ہے کہ ہندوستان کے ملک کو غزنین اور غور کے بادشاہوں نے فتح کیا تو اس سے زیادہ یہ کہنا درست ہے کہ ہندوستان کی روح کو خانوادۂ چشت کے روحانی سلاطین نے فتح کیا۔"

صوفیاء چونکہ انسان کے باطن سے سروکار رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس ہی ان کی سرگرمیوں

---

[1] "نقوش سلیمانی"، از مولانا سید سلیمان ندوی۔ مطبع معارف اعظم گڑھ ص ۲۹-۳۰

www.taemeernews.com

کا مقصود ہوتا ہے، اس لئے ان کے دروازے کافر و مومن دونوں کے لئے یکساں طور پر کھلے رہتے ہیں۔ انسانی ہمدردی، خلوص اور محبت ان کے اصلی جوہر ہیں، اور یہی چیزیں ان کی روحانی فتوحات کی ضامن ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں جو درویش آئے ان کا حلقۂ اثر بھی انھیں چیزوں کی وجہ سے روز بروز زیادہ وسیع ہوتا گیا۔ ان کا سابقہ چونکہ بیشتر عوام سے تھا۔ اس لئے دلوں کو ہاتھ میں لانے کے لئے ہم زبانی ضروری تھا۔ چنانچہ اپنے خیالات کی تلقین کے لئے وہ ملک کے جس حصے میں پہونچے وہاں کی زبان اختیار کرلی، اور عوام کو انہی کی زبان میں تعلیم دی۔ لیکن چونکہ بعض مذہبی اصطلاحوں کا استعمال ناگزیر تھا اور یہ عربی یا فارسی میں ہوتی تھیں، اس لئے عربی اور فارسی الفاظ بھی ان بولیوں میں قدرتی طور پر شامل ہوگئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مقالہ "ہندوستان میں ہندوستانی"، اور مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے رسالہ "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" میں دکھایا ہے کہ اس مشترک زبان کے پیدا کرنے میں حضرات صوفیہ کا حصہ کتنا زیادہ ہے۔ اب تک اس مخلوط زبان کے جتنے قدیم فقرے ملے ہیں یا جو قدیم کتابیں دستیاب ہوئی ہیں، خواہ دکھنی زبان میں ہوں یا گجراتی میں، سب حضرات صوفیہ کے ملفوظات یا انہی کی تصنیفات ہیں۔

مولوی عبدالحق صاحب نے رسالہ مذکور میں جن صوفیائے کرام کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی زبان کے نمونے نقل کئے ہیں۔ وہ سب آٹھویں صدی سے لیکر گیارہویں صدی ہجری تک کے ہیں۔ اس کے بعد یہ مخلوط زبان عام ہوگئی تھی۔ اور اس میں اچھے اچھے شاعر پیدا ہوگئے تھے۔ مولوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ "دلی سے جو زبان جنوب کی طرف گئی اس کی دو شاخیں ہوگئیں۔ دکن میں پہونچی تو دکنی لہجے اور الفاظ کے داخل ہونے سے دکنی کہلائی، اور گجرات میں گئی تو وہاں کی مقامی خصوصیت کی وجہ سے گجری یا گجراتی کہی جانے لگی"، مسلمان ہندوستان کی ہر دیسی زبان کو ہندی کہتے تھے۔ چنانچہ شاہ میراں جی شمس العشاق بیجاپوری (متوفی ۹۰۲ھ ہجری) اور آپ کے فرزند شاہ برہان الدین جانم

www.taemeernews.com

نے جس زبان میں نظمیں لکھی ہیں اسے ہندی کے نام سے موسوم کرکے اس میں لکھنے کی معذرت کی ہے، کیونکہ اس وقت تک اہل علم دیسی زبانوں کو اپنی تصنیف وتالیف میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ یہی ہندی زبان ہے جو بعد میں ریختہ اور پھر اردو کے نام سے مشہور ہوئی۔ چنانچہ میر تقی میرؔ، میر حسنؔ اور مصحفیؔ نے اپنے تذکروں میں جن شعراء کا ذکر کیا ہے ان کو "سخن آفرینان ہندی" اور "سخن گویان ہندی" کہا ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قرآن مجید کا ترجمہ جس زبان میں کیا ہے اسے "زبان ہندی" فرمایا ہے۔ اور مولانا قطب الدین صاحب نے حدیث شریف کی مشہور کتابوں مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین کا ترجمہ اور شرح جس زبان میں لکھی ہے اس کو بھی "زبان ہندی" کہا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے ترجمے کا تاریخی نام مظاہر حق ہے جس سے ۱۲۵۴ھ اور حصن حصین کے ترجمے کا ظفر جلیل ہے جس سے ۱۲۵۳ھ نکلتا ہے۔ ان ترجموں کی زبان وہی ہے جس کو آج اردو کہتے ہیں، لیکن اب سے ایک سو تیرہ، چودہ برس پہلے اسی زبان کو ہندی کہتے تھے۔

غیر مسلموں کا حصہ یہ خیال صحیح نہیں کہ ہندوستان کی یہ مشترک زبان صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ اس زبان کی تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی اس نظریے کی تردید کے لئے کافی ہے۔ غیر مسلموں، بالخصوص ہندوؤں نے اس زبان کی تشکیل، ترقی اور اشاعت میں جتنا زیادہ حصہ لیا اس کا بیان ایک مستقل تالیف چاہتا ہے۔ پیش نظر مقالے میں صرف ان کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے جو غیر مسلموں نے اپنے مذہب اور مذہبی اخلاق سے متعلق اردو میں لکھ کر شائع کی ہیں۔ ایسی کتابوں کی تعداد کئی سو ہے۔ انڈیا آفس کے کٹیلاگ میں جس میں صرف انیسویں صدی کے آخر تک کی کتابیں درج ہیں ان کی تعداد (۱۳۷) ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے کتب خانوں کی فہرستوں میں بھی ایسی کتابوں کی کثیر تعداد ملتی ہے۔ مجھے پٹنہ، صوبہ جات متحدہ، دہلی اور لاہور کے پندرہ سولہ کتب

www.taemeernews.com

خانوں کی سیر میں اردو کی کم و بیش چار سو غیر اسلامی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کے دیکھنے اور ان کی یادداشتیں قلم بند کرنے کا موقع ملا۔ ان میں سے اکثر کے اقتباسات اس مقالے میں درج کئے گئے ہیں۔ ان اقتباسات سے مختلف غیر اسلامی مذاہب کی تعلیمات بھی معلوم ہوتی ہیں اور اس مشترک زبان کے نمونے بھی سامنے آجاتے ہیں جو اس ملک کے رہنے والوں کے صدیوں کے میل جول سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر یہ زبان صرف مسلمانوں کی ہوتی تو غیر مسلم خصوصاً ہندو، اپنی مذہبی کتابیں اس کثرت سے اس میں کیوں شائع کرتے۔ ہندو، عیسائی، سکھ جین اور بہائی مذہب، اور ہندوؤں کے متعدد اصلاحی فرقے مثلاً آریہ سماج، برہمو سماج، دیو سماج، کبیر پنتھ، رادھا سوامی مت، تھیوسوفیکل سوسائٹی وغیرہ، ان سب کا اپنے مذہب و اخلاق کی نہ صرف مستند اور چوٹی کی کتابوں کو اردو میں ترجمہ کر کے شائع کرنا بلکہ سیکڑوں چھوٹی بڑی کتابوں کو ترجمہ اور تالیف کر کے اردو کے ذریعہ عوام تک پہونچانا اس حقیقت کا ناقابل انکار ثبوت ہے کہ یہ مشترک زبان ہندوستان کے بڑے حصے کی عام زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ غیر اسلامی مذاہب کی یہ سیکڑوں کتابیں اردو میں ان لوگوں کے لئے نہیں شائع کی گئی ہیں جو نہ ان مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ اردو جن کی مادری زبان ہے۔ اس زبان کے ہندوستان کی عام زبان ہونے کا اعتراف خود ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے بعض مصنفین نے بھی کیا ہے۔ مثلاً لالہ لاجپت رائے، مشہور آریہ لیڈر، اپنی کتاب "مہاراج سری کرشن اور ان کی تعلیم" (مطبوعہ ہندوستانی برقی پریس لاہور، سنہ ۱۹۲۰ء) کے دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

"اردو حقیقت میں ہندوستانیوں کی زبان کا نام ہے۔ بلکہ اکثر موقعوں پر اردو اور ہندوستانی ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔"

پنڈت جنیشور پرشاد مائل دہلوی نے "حسن اول" کے نام سے ایک بہت دلچسپ کتاب لکھی ہے جس میں جین، بودھ اور ہندو مذہب کے فلسفے، ادب، اخلاق اور علوم و

www.taemeernews.com

فنون کا گلدستہ نہایت پاکیزہ زبان میں پیش کیا ہے۔ اس کے دیباچے میں فرماتے ہیں:۔

"جب سے سرکار انگلشیہ کی حکومت ہم پر ہوئی اور عدالتی دفاتر کی زبان اردو ٹھہری تو اس کی کچھ قدر ہوئی۔ لوگوں کے شوق اور خیالات نئے نئے پہلو بدلنے لگے۔ رفتہ رفتہ تہذیب پھیلی اور ہماری رفتار و گفتار کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف نے بھی انگریزیت کا جامہ پہننا شروع کیا چنانچہ تھوڑے عرصے میں وہ نمایاں ترقی کی کہ آج اردو بچہ سے جوان ہو گئی۔ اگرچہ اردو کا جنم خاص دلی میں ہوا اور اس نے اسی خطہ میں پرورش پائی، مگر تھوڑی مدت میں اتنی بڑھی چڑھی کہ تمام ہندوستان کی زبان یہی ہو گئی، بلکہ اردو سے ہندوستانی کہلانے لگی..... میں اگرچہ ناثر نہیں ہوں، ناظم نہیں ہوں، انگریزی مجھے بالکل نہیں آتی، دنیا کی اور بہت سی زبانوں سے بے بہرہ ہوں، علوم و فنون میں بھی کچھ دستگاہ نہیں رکھتا، سنسکرت اور فارسی میں بھی اپنے آپ کو کسی قابل نہیں سمجھتا، ہاں اردو میری مادری زبان ہے۔ اس کی ترقی اور بہبودی کی کوشش کرنا ایک سعادت مند اولاد کی طرح میرا فرض ہے۔ لہٰذا بایں ہمہ نادانی ہمت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ پرانے رشیوں اور مہاتماؤں کے باغ سے عمدہ عمدہ پھول چن کر لاؤں اور ان سے اردو کا ایوان سجاؤں اب اس میں برکت دینا اور میری محنت کو ٹھکانے لگانا، اسی کا کام ہے، ورنہ

من آنم کہ من دانم سہ

کسے بخاک فگندد کسے نواخت مرا　　بقدر ہمت خود ہر کسے شناخت مرا"

یہ صحیح ہے کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جو اردو میں لکھی گئی ہیں سنسکرت اصطلاحات بھی بکثرت ملتی ہیں۔ یہ بالکل ایک فطری امر ہے جس طرح مسلمان صوفیوں کو اپنی تعلیمات کی اشاعت کے لئے دیسی بولیوں میں عربی اور فارسی کی مصطلحات فوراً داخل کرنی پڑیں اسی

www.taemeernews.com

طرح ہندوؤں نے بھی جب اپنے مذہب واخلاق کا خزانہ اس ملکی زبان (اردو) میں منتقل کرنا شروع کیا تو ان کو بھی سنسکرت مصطلحات کے استعمال کے بغیر چارہ نہ تھا۔ لالہ لاجپت رائے نے اپنی مذکورۂ بالا کتاب کے دیباچے میں اس مجبوری کو بہت صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

" اصل تو یہ ہے کہ ہندو خیالات کو ظاہر کرتے ہوئے ہندی الفاظ کا استعمال لازمی ہے (دیکھو مولانا مولوی الطاف حسین حالی کی مناجات بیوہ) بلکہ بعض استاد تو اصل اردو اسی کو کہتے ہیں جس میں فارسی وعربی کے الفاظ نہایت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں۔ اردو میں سے عربی وفارسی کے الفاظ نکال دئے جائیں تو خالص ہندی رہ جاتی ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ جو الفاظ ہندی کے معمولی طور پر مستعمل نہیں وہ مسلمان صاحبان کو بُرے معلوم ہوتے ہیں اور وہ ان کو اردو نہیں کہتے۔ مگر جو لفظ معمولی طور پر مستعمل ہیں وہ ان کو اردو سمجھتے ہیں۔ بہرحال جو ہندو اپنے ہم قوم بھائیوں کے لئے ایسی کتابیں لکھتے ہیں جن میں ان کے مذہبی یا قومی خیالات یا حالات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ان میں ہندی یا سنسکرت کے الفاظ بیجا یا نامناسب نہیں۔ کس طرح سے ممکن ہے کہ کوئی ہندو ہندوؤں کے لئے کتاب لکھتا ہو اگر شن وارجن وید ہشٹر کی تقریروں کا ترجمہ اردوئے معلیٰ میں کرے اور خاص مشکل مذہبی خیالات کے لئے فارسی وعربی کی فرہنگ تلاش کرے۔ ہندو عورتوں کی تقریروں کا ترجمہ کرتے ہوئے فارسی وعربی لفظوں کا استعمال تو بہت ہی بیہودہ معلوم ہوتا ہے۔ پس وجوہات بالا سے ہمارے خیال میں ہماری زبان پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ ہمارے نزدیک کچھ بہت منزلت نہیں رکھتا۔ "

اس بیان سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اپنے " مذہبی یا قومی خیالات یا حالات کے

www.taemeernews.com

تذکرے،، کی غرض سے ہندوؤں نے " اپنے ہم قوم بھائیوں کے لئے،، اس مشترک زبان میں بھی کتابیں لکھی ہیں، گو ان کتابوں کی عبارتوں میں ہندی یا سنسکرت کے جو الفاظ آئے ہیں وہ "بیجا یا نامناسب نہیں،، البتہ لالہ لاجپت رائے کا یہ ارشاد کہ "کس طرح سے ممکن ہے کہ کوئی ہندو ہندوؤں کے لئے کتاب لکھتا ہوا کرشن و ارجن و ویدمشٹر کی تقریروں کا ترجمہ اردوئے معلیٰ میں کرے اور خاص مشکل مذہبی خیالات کے لئے فارسی و عربی کی فرہنگ تلاش کرے،، نیز یہ کہ "ہندو عورتوں کی تقریروں کا ترجمہ کرتے ہوئے فارسی و عربی لفظوں کا استعمال تو بہت ہی بیہودہ معلوم ہوتا ہے،، صحیح نہیں۔ بعض ہندو مترجمین نے کرشن ارجن اور ویدمشٹر کی تقریروں کا ترجمہ بھی اردوئے معلیٰ میں کیا ہے، مشکل مذہبی خیالات کے لئے فارسی اور عربی کی فرہنگ بھی تلاش کی ہے، اور ہندو عورتوں کی تقریروں کا ترجمہ کرتے ہوئے فارسی و عربی الفاظ بھی استعمال کئے ہیں جو ذرا بھی "بیہودہ،، نہیں معلوم ہوتے آئندہ صفحات میں ان سب کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

---

www.taemeernews.com

ہندو مذہب

ہندو مذہب کے اصول

"ہندو مذہب کے اصول"، پنڈت منوہر لال زتشی نے اپنی کتاب "کبیر صاحب" میں حسب ذیل بیان کئے ہیں۔

"ہندو مذہب کی بنیاد ویدوں پر ہے، اور ویدوں کو ہندو کلام الٰہی سمجھتے ہیں۔ رگ وید سب سے پرانا سمجھا جاتا ہے۔ ویدوں میں مختلف دیوتاؤں کا ذکر ہے، مثلاً اندر، اگنی، یم، ورن وغیرہ۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ خیال بھی موجود ہے کہ یہ متعدد دیوتا کسی ایک ذات کے مظہر ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ ایک ذات واحد کو رشی مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ وہ اس کو کبھی اگنی کہتے ہیں، کبھی یم اور کبھی ماترشون۔ ویدوں سے آگے بڑھ کر جب ویدانت اور اُپ نشدوں کے زمانے میں حکیمانہ خیالات کا چرچا ہوا تو ہمہ از دست سے گزر کر ہمہ اوست کے فلسفے کی طرف رجحان ہوا، اور ہندو پرماتما اور جیو آتما، خالق اور مخلوق کو ایک واحد شے سمجھنے لگے۔ موکش یا نجات کے معنی یہ قرار پائے کہ جیو آتما یا روح انسانی ترقی کرتے کرتے پرماتما میں مل جائے۔ جتنے مذہب کہ ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں ہندو، بودھ اور جین وہ سب روح انسانی کو آواگون یا تناسخ کے قانون کا تابع سمجھتے ہیں۔ ان

www.taemeernews.com

کا عقیدہ ہے کہ روح لازوال ہے۔ وہ صرف ایک ہی مرتبہ قالب خاکی اختیار کرکے دنیا سے الگ نہیں ہو جاتی، بلکہ جیسے اعمال اس کے ایک زندگی میں ہوتے ہیں ان کے مطابق اس کو دوسرا جنم لینا پڑتا ہے، اور یہ آواگون کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ گیتا کے دوسرے ادھیائے کے بائیسویں منتر میں کرشن جی فرماتے ہیں: "جیسے انسان پرانے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہنتا ہے، ویسے ہی آتما پرانے جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں میں داخل کرتی ہے"..... ہندوستانی مذاہب کے عقائد کی بنیاد اسی آواگون کے مسئلے پر ہے، اور ہندو، بودھ اور جین تینوں کی زندگی اسی اصول کی تابع ہے۔ ان کی ہزاروں برس کی زندگی میں ان مذہبوں کے علم و عمل میں مختلف قسم کی تبدیلیاں ظہور میں آئیں۔ مگر یہ عقیدہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں ان پر مسلط رہا۔"

"اس جگہ شاید یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ گو ہندو مختلف دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں لیکن ان کو مشرک سمجھنا غلطی ہے۔ ویدوں میں ایک رشی نے کہا ہے: "ایک ہستی ہے جس کو لوگ مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ کوئی اگنی کہتا ہے، کوئی یم، کوئی ترشون"۔ کوئی ہندو ایک سے زیادہ خدا کو نہیں مانتا۔ اُسے کسی نام سے پکارے، ایشور کہئے، یا بھگوان کہئے یا پرماتما کہئے، وہ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے جاہل سے جاہل گنوار سے بھی آپ پوچھئے تو وہ یہی کہے گا کہ دیوی دیوتاؤں کو وہ مانتا ہے، اوتاروں کی کتھائیں سنتا ہے، گاؤں میں پیپل کے درخت کے نیچے پتھروں کو پوجتا ہے۔ مگر وہ خوب سمجھتا ہے کہ دیوی دیوتاؤں سے اوتاروں اور پتھر کے ٹکڑوں سے الگ اور پرے ایک ہستی ہے جو سب سے افضل ہے، جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جو

www.taemeernews.com

دماغ میں نہیں سما سکتی، اور جس کی ہر شخص اپنے اپنے طریقے سے پرستش کرتا ہے۔ "ایکم برہمیوادویتیم" مشہور اور قدیم مقولہ ہے اس کے معنی ٹھیک وہی ہیں جو "لاالہ الااللہ" کے ہیں، یعنی برہم ایک ہے دوسرا نہیں....."

"دوسرا اہم مسئلہ جو ہندو دھرم سے وابستہ ہے ورن آشرم یا ذات کی تفریق کا ہے جس کو انگریزی میں کاسٹ سسٹم کہتے ہیں۔ غالباً شروع میں قومی غرور کی بنا پر یہ تفریق پیدا ہوئی ہوگی جس طرح آج جنوبی افریقہ اور امریکہ میں اہل فرنگ حبشیوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے الگ رہتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو کر آریوں نے بھی اپنی نخوت اور تکبر کا اظہار غیر آریہ مفتوح قوموں کے مقابلے میں کیا ہوگا۔ یہ تفریق کا پہلا زینہ تھا۔ اس کے بعد قوم کے فرق سے گزر کر آریوں میں مختلف پیشے والوں کی مختلف ذاتیں قائم ہوگئیں۔ پہلے پہل چار ذاتیں برہمن، چھتری ویش، شودر کے نام سے قائم ہوئیں۔ اس کے بعد ذاتوں کی تعداد اس قدر بڑھی کہ آج ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ اگر ایک ذات کے لوگ کسی وجہ سے اپنی آبائی سکونت چھوڑ کر کسی نئی جگہ جا بسے تو بس ان کی ایک نئی ذات قائم ہوئی اور اس گروہ نے اپنے تئیں اس ذات کے پرانے گروہ سے الگ کر لیا ہندوؤں کا سوشل نظام ذاتوں کا ایک گورکھ دھندا ہے جس کے بدیہی دو اصول ہیں۔ ایک یہ کہ شادی ذات کے باہر نہیں ہو سکتی، اور دوسرے یہ کہ ایک ذات کا آدمی دوسری ذات والے کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے، حتیٰ کہ بعض ذاتیں ایسی ہیں جو اچھوت کہلاتی ہیں اور وہ لوگ جو اپنے تئیں بزعم خود اونچی ذات والا سمجھتے ہیں ان کو چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تفریق موروثی ہے۔ نیچی ذات والا چاہے کیسا ہی قابل اور نیک کردار

www.taemeernews.com

کیوں نہ ہو کبھی اونچی ذات میں ترقی نہیں پا سکتا، اور اونچی ذات والا کیسا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اپنی ذات سے نیچے نہیں گرایا جا سکتا۔"

"تیسرا اصول آشرم دھرم کا ہے۔ آشرم چار تائم کئے گئے ہیں۔ اول برہمچرج یا طالب علمی کا زمانہ۔ اس زمانے میں طالب علم کا فرض تھا کہ گرو کے یہاں رہ کر تعلیم حاصل کرے۔ اس کے بعد دوسرا آشرم گرہستی یا خانہ داری کا تھا جب کہ طالب علم تعلیم ختم کر کے شادی کرتا تھا اور دنیادار کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ بڑھاپا آنے پر گھر بار چھوڑ کر وہ تیسرے آشرم میں داخل ہوتا تھا اور وان پرستھ کہلاتا تھا۔ وان پرستھ کا فرض تھا کہ امور دنیوی سے کنارہ کشی کر کے اپنا وقت روحانی ریاضت میں صرف کرے۔ آخری درجے کا نام سنیاس ہے، اور سنیاسی دنیا کے تمام تعلقات سے بری سمجھا جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی زمانہ ایسا تھا جب کل ہندو قوم یا ہندو قوم کا بڑا حصہ اس آشرم دھرم کا پابند تھا لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قوم کے رہبروں اور پیشواؤں نے کس طرح کا آئڈیل یا معیار قوم کی رہنمائی کے واسطے بنایا تھا، اور فرائض انسانی کی تعیین اور تنظیم کیسے اچھے اصولوں پر کی تھی....."

"چوتھا اصول جس پر ہندوؤں کا اعتقاد ہے اور جس پر سب کا نہیں تو بہت سے ہندوؤں کا عمل ہے وہ اہنسا ہے۔ ہنسا کے معنی ہیں ایذا پہونچانا یا قتل کرنا، اور اہنسا کے اصول کی تلقین یہ ہے کہ کسی جاندار کو ایذا نہ پہونچائی جائے۔ جین مت والے اس اصول کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ ہندوؤں میں کروڑوں آدمی غالباً ایسے ہیں جو گوشت کھانا گناہ سمجھتے ہیں۔ ویدوں کے زمانے میں قربانی کا بہت رواج تھا مگر بدھ مت

www.taemeernews.com

اور جین مت کے اثر نے اس کو رفتہ رفتہ بہت کم کر دیا۔ ہندوؤں کے بعض فرقوں میں قربانی اب بھی جزو مذہب سمجھی جاتی ہے۔ مگر ہندو عام طور سے خصوصاً برہمن اور ویشن، قربانی اور ہنسا سے پرہیز کرتے ہیں اور ان کو بُرا سمجھتے ہیں۔ گوشت خوار فرقوں میں بھی گوشت نہ کھانا افضل سمجھا جاتا ہے اور ان میں جن لوگوں کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ ہوتا ہے وہ گوشت کھانا چھوڑ دیتے ہیں..... گیتا میں کرشن جی کی تعلیم کچھ اور ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا دھرم اس کے لئے مقرر ہے۔ کسی شخص کو اپنا دھرم چھوڑ کر کسی دوسرے کا دھرم نہ اختیار کرنا چاہئے، اور وہ ارجن کو جنگ کرنے کی ترغیب اس بنا پر دیتے ہیں کہ ارجن چھتری ہے اور حق کے واسطے لڑنا اور اپنے مخالفین کو قتل کرنا چھتری کا دھرم ہے....."

"ہندو مذہب کا ایک اور نمایاں اصول رواداری یا ٹالریشن ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ راستے مختلف ہیں مگر منزل ایک ہے۔ انسانوں کے مختلف گروہ مختلف طریقوں کو استعمال کرتے ہیں، مگر غرض وغایت سب کی ایک ہے۔ عیسیٰ بدین خود، موسیٰ بدین خود۔ خدا خالق کائنات ہے۔ اس کا لطف وکرم اپنے سب بندوں پر ہونا چاہئے۔ آفتاب کی حرارت، چاندنی کی ٹھنڈک، موسموں کا تغیر، کسی خاص گروہ کے لئے مخصوص نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی باغ کی آرائش گلاب اور چنبیلی سے ہو، اور کسی کی گل داؤدی اور گل نیلوفر سے۔ کہیں انگور اور انار پیدا ہوں اور کہیں آم اور انجیر۔ لیکن یہ بات ہندوؤں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ خلاق عالم کسی ایک قوم کو ایک خاص مذہب کی تلقین کرے اور باقی اقوام کو کفر وجہالت میں مبتلا رکھے۔ اور پھر ان کے واسطے کفر وجہالت کی

www.taemeernews.com

کی سزا مقرر کرے۔ گیتا میں لکھا ہے: "جو لوگ جس طرح میرے پاس آتے ہیں میں اسی طرح ان سے ملتا ہوں۔ اے ارجن منش لوگ ہر طرح میرے راستے پر آتے ہیں۔ ....."

ہندو اپنے مذہب کو موکش یعنی نجات کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں پنڈت زتشی لکھتے ہیں:

"میں اس سے پہلے کہہ آیا ہوں کہ آواگون کا عقیدہ ہندو مذہب کا جزو اعظم ہے جس وقت تک دنیا سے تعلق قائم ہے۔ ہر روح اپنے اعمال کے مطابق بار بار پیدا ہوتی رہے گی، اور جس وقت تک یہ سلسلہ قائم ہے اس کو نجات ابدی حاصل نہیں ہو سکتی۔ نجات یا مکتی کے یہ معنی ہیں کہ آواگون کا سلسلہ ٹوٹ جائے اور روح یا جیوآتما اس قید سے آزاد ہو جائے نجات حاصل کرنے کے تین خاص راستے ہیں، ایک کرم دوسرے دھیان تیسرے بھکتی۔ ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں یگ اور قربانی کا ذکر آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یگ کی مذہبی رسم آریوں سے مخصوص تھی۔ اور وہ اس کو اپنے دنیاوی اور روحانی مقاصد کے حصول کے واسطے ضروری اور اہم خیال کرتے تھے۔ کرم یا کرم کانڈ کے راستے سے یہ مراد ہے کہ مذہب نے جو طریقے پوجا پاٹھ، یگ یا قربانی کے مقرر کر دئے ہیں اور جو قواعد زندگی بسر کرنے کے منضبط کر دئے ہیں ان کی پابندی کی جائے۔ سندھیا، ترپن، تیرتھ یاترا، مرنے جینے کے سنسکار، لباس میں شامل ہیں۔ اس اصول کے مطابق اخلاق اور دھرم کا جو ضابطہ العمل پیشوایان دین کی طرف سے کتب مقدسہ میں مقرر کر دیا گیا ہے اس کی پابندی ہر انسان پر لازم ہے۔ اور یہی برکات دنیاوی اور نجات روح

www.taemeernews.com

کا وسیلہ ہے۔ ہر مذہب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے اور قیاس بتاتا ہے کہ آریوں کے مذہبی ارتقا میں بھی ایک زمانہ وہ آیا ہوگا کہ جب اعتقاد میں ضعف آگیا ہوگا اور پوجا اور یگ خلوص دل سے نہیں بلکہ محض نمائش یا پابندی رواج کے واسطے کئے جاتے ہوں گے۔ آمد آورد سے بدل گئی ہوگی اور فرائض منصبی پر تصنع کا رنگ چڑھ گیا ہوگا۔ اس وقت یہ کہا گیا کہ کرم کانڈ کا طریقہ ناقص ہے۔ اور اصلیت سے دور۔ انسانی کمزوریوں کی بنا اور دیا یا ناواقفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اصلیت کی طرف سے بے پروا ہے اور دنیا کی حرص و ہوا میں مبتلا۔ فانی اور غیر فانی میں تمیز کرنا اس کے لئے مشکل ہے۔ وہ نفس امارہ کی اطاعت میں منہمک ہے، اور جو چیز کہ ابدی اور لازوال ہے اس کی فکر نہیں کرتا۔ یہ سب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان ناواقف اور جاہل ہے۔ اس کی دوا یہ ہے کہ وہ گیان یعنی حقیقت کا علم حاصل کرے۔ گیان کے حاصل کرنے کا ایک طریقہ یوگ ہے جس کا چرچا اور رواج ہندوستان میں عرصے سے ہے۔ یہ طریقہ کرم کانڈ کی پابندیوں سے الگ ہے اور اس کا خاص جزو ریاضت ہے جس کا علم اور جس کا عمل یوگیوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یوگی مذہب کی ظاہری نمائش اور رسم و رواج کی پروا نہیں کرتا۔ وہ علم لدنی اور رموز روحانی کا متلاشی ہے، کیونکہ اسی علم و عمل کو ذریعہ نجات سمجھتا ہے ..... "

" ان کے علاوہ تیسرا راستہ بھکتی کا ہے۔ اس میں نہ پوجا پاٹھ کی پابندی ہے، نہ ریاضت کی ضرورت۔ محض عشق الٰہی کافی ہے۔ اگر عاشق صادق ہے تو محض اس کا عشق اس کی نجات کے واسطے کافی ہے۔ گیتا میں بھکتی کی تعلیم و تلقین ہے۔ اور ازمنہ وسطیٰ میں بنگال، مہاراشٹر اور شمالی ہندوستان

www.taemeernews.com

میں جتنے وشنو مہنت ہوئے، مثلاً رامانند، کبیر، نانک، چیتن، ٹکارام وغیرہ، ان سب نے بڑے زور شور سے بھکتی کی تلقین کی اور سچے بھکتوں کی پریم کے بھاؤ یعنی محبت کے کیف کو یوگ کی ریاضت اور کرم کی پابندیوں سے افضل اور بارگاہ ایزدی میں مقبول تر بتایا۔ بھکتی کا مطلب محض زبان سے نہیں سمجھایا جاسکتا، کیونکہ وہ محویت اور وہ انبساط، وہ کیف اور وہ سرور۔

آں شرح نہ دارد کہ بہ گفتار در آید

یہ کافی نہیں کہ انسان بھکتی کی ماہیت کو منطق کے دلائل اور دماغ کی قوت سے سمجھ جائے، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ پریم اور محبت کے ولولے اور جوش کو وہ اپنے جذبات دلی اور واردات قلبیہ میں اس طرح تبدیل کرلے کہ دونوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے، اور کسی کی تعلیم و تلقین سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی تجربے سے عشق الٰہی کی حقیقت اس پر روشن ہوجائے یہی وہ آنند یعنی سرور کی حالت ہے جس کو ایک عیسائی درویش نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

(PEACE THAT PASSETH UNDERSTANDING)

یعنی آتما کی وہ شانتی اور وہ سکون قلب جو ادراک انسانی سے بالاتر ہے جس نے یہ پالیا اس نے سب کچھ پالیا۔ اس کو نہ پوجا پاٹھ کی ضرورت ہے نہ نماز روزے کی۔ یوگ اور ریاضت اس کے لئے تحصیل حاصل ہے اور ویدوں اور شاستروں کی تعلیم قطعی بے ضرورت۔ کیا عجب ہے کہ مولوی معنوی نے اسی کیفیت کو سمجھا ہو اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہو ؎

من ز قرآں مغز را برداشتم استخواں پیش سگاں انداختم[1]

---

[1] مکتوب صاحب، از پنڈت منوہر لال زتشی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد سنہ ۱۹۳۳ء ص ۴۶۷

www.taemeernews.com

البیرونی نے ہندوؤں کے مذہب، علوم وفنون، اور تمدن ومعاشرت پر "کتاب الہند" کے نام سے جو شہرہ آفاق کتاب لکھی ہے اس کی پہلی جلد کے دوسرے باب میں خدا کی ذات وصفات سے متعلق ہندوؤں کا اعتقاد اس طرح بیان کیا ہے :۔ "اللہ پاک کی شان میں ہندوؤں کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ واحد ہے، ازلی ہے، جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ اپنے فعل میں مختار ہے، قادر ہے، حکیم ہے، زندہ ہے، زندہ کرنے والا ہے، صاحب تدبیر ہے، باقی رکھنے والا ہے، اپنی بادشاہت میں یگانہ ہے جس کا کوئی مقابل اور مماثل نہیں۔ نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے ...."

اپنی اس تحقیق کی سند میں البیرونی نے کتاب پاتنجلی، کتاب گیتا، اور کتاب سانک کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے

"یہ ہے اللہ تعالیٰ کی نسبت ہندوؤں کے خواص کا قول۔ یہ لوگ اس کا نام ایشفر (ایشور) رکھتے ہیں، یعنی مستغنی اور جواد، جو دیتا ہے اور لیتا نہیں۔ اسی کی وحدت کو خالص وحدت سمجھتے ہیں، اس لئے کہ دوسرے موجودات کے وجود کا سبب اور سہارا وہ ہے۔ یہ تو ہم کہ سب موجودات معدوم ہیں اور وہ موجود ہے۔ محال نہیں ہے اور یہ تو ہم کہ وہ موجود نہیں ہے اور سب موجودات موجود ہیں محال ہے۔ جب ہم ہندوؤں کے خواص کے طبقے سے نکل کر عوام کی طرف آتے ہیں تو ان کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے اور کبھی وہ نہایت بھونڈے ہوتے ہیں[1] ...."

رگ وید میں جو ہندو مذہب کی سب سے قدیم دستاویز ہے اور جس کی تدوین کا

---

[1] "کتاب الہند"، جلد اول، مترجمہ سید اصغر علی صاحب، شائع کردہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۳۱ء ص ۲۴-۲۹

www.taemeernews.com

زمانہ حضرت عیسیٰ سے تین چار ہزار سال قبل خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے منتر موجود ہیں جن سے البیرونی کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً

"سارے کائنات میں پانی ہی پانی تھا۔ اس پانی کے اندر آگ تھی اور وہ یک بیک ظاہر ہو گئی۔ اس ذات واحد کا جلوہ نظر آیا۔ جو سب دیوتاؤں کی جان ہے۔ ہم کس کو نذر دیں اور کس کی عبادت کریں....."

"وہ حق تعالیٰ جو زمین کا خالق ہے، آسمان کا خالق ہے، جو سرمست اور زبردست سمندر کا خالق ہے۔ دعا ہے کہ اس کا قہر ہم پر نازل نہ ہو۔ ہم کس کو نذر دیں اور کس کی عبادت کریں۔"

"اے کائنات کے مالک، تیرے سوا کسی نے یہ مخلوق پیدا نہیں کی ہماری عبادت کے مقصد کو پورا کر۔ ہمیں دولت اور راحت عطا کر۔"[1]

ہندوؤں کی مذہبی کتابیں

ہندو اپنے مذہبی لٹریچر میں وید کو آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ سب سے پرانا وید رگ وید ہے جو تین ہزار سے چار ہزار سال قبل مسیح مدوّن ہوا۔ مدوّن ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ضبط تحریر میں آیا، بلکہ یہ مطلب ہے کہ جس شکل میں یہ آج موجود ہے۔ اس شکل میں حضرت مسیحؑ سے کم از کم تین ہزار سال قبل بھی موجود تھا۔ اس زمانے میں علم سینہ بہ سینہ استاد سے شاگرد کو پہونچتا تھا۔ اور صرف ایک ہی طبقے کے اشخاص یعنی برہمنوں تک محدود تھا۔ برہمنوں کے بچوں کا فرض تھا کہ سن شعور کو پہونچنے کے بعد اپنی عمر کے بارہ سال وید کے سیکھنے اور اس کو زبانی یاد کرنے میں صرف کریں۔ وید کے چار حصے ہیں۔ سب سے پہلا رگ وید ہے۔ اس میں صرف دعائیں اور مختلف دیوتاؤں کی تپسیا ہے۔ یہ دعائیں نظم میں ہیں۔ اور ان کو پڑھنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے جس کو ہندوؤں کا علم تجوید کہہ سکتے ہیں۔ رگ وید میں ایک سو سترہ دعائیں ہیں جن کو مرتب کرنے والوں نے دس کتابوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس کی زبان نہایت قدیم سنسکرت ہے جو بعد کی سنسکرت

---

[1] "ہندوستانی قومیت اور قومی تہذیب" از ڈاکٹر سید عابد حسین۔ مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۴۶ء جلد اول ص ۱۰۳

www.taemeernews.com

کی کتابوں کی زبان سے مختلف ہے۔ رگ وید کے بعد قدامت کے لحاظ سے سام وید کا درجہ ہے۔ یہ بھی دعائیہ گیتوں کا مجموعہ ہے۔ تیسرا وید یجر وید ہے۔ یہ اعمال کا وید ہے، یعنی اس میں ان اعمال کا بیان ہے جو مختلف اوقات، مختلف مواقع اور مختلف اغراض کے لئے کارآمد اور مفید ہیں۔ چوتھا اتھر وید ہے۔ اس میں زیادہ تر تعویذ، گنڈے، بھوت پریت کو دفع کرنے کی تدبیریں اور جڑی بوٹیوں کے خواص مذکور ہیں۔

ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا ایک دوسرا شاخ جس کو ویدک لٹریچر کا دوسرا حصہ کہہ سکتے ہیں برہمنہ ہے۔ چاروں ویدوں کے ساتھ کئی کئی برہمن منسوب ہیں۔ ان میں مختلف قسم کے اعمال اور عبادات کے طریقے بیان کئے گئے ہیں، اور کہیں کہیں قدیم قصے اور حکایتیں بھی درج ہیں۔ انہی برہمنہ کے ساتھ ایک اور قسم کے رسالے بھی ہیں جن کو ارن یک کہتے ہیں یعنی جنگل اور بیابان میں لکھے ہوئے رسالے۔ یہ عبادات سے متعلق ہیں۔ ان کے بعد اپ نشد کا درجہ ہے جس کو ویدانت یعنی وید کا خاتمہ بھی کہتے ہیں۔ اپ نشد میں ہندوؤں کا سارا فلسفہ بھرا ہوا ہے۔ اپ نشدوں کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ لیکن ان میں زیادہ مشہور اور متداول دس اپ نشد ہیں۔

مذکورہ بالا کتابیں وہ ہیں جن پر بطور عام وید کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان کو سنسکرت میں شرتی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جو نہ آنکھوں سے پڑھی گئی اور نہ قلم سے لکھی گئی، بلکہ کانوں سے سنی گئی۔ یہ گویا آواز غیبی ہے جس کو قدیم رشیوں نے سنا اور ان سے ان کے شاگردوں نے سنا، اور اسی طرح یہ علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا۔ اس کے مقابلے میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا ایک دوسرا بڑا ذخیرہ وہ ہے، جس کو سوتر یا اسمرتی کہتے ہیں، یعنی وہ چیز جو یاد کی جاتی ہے۔ یہ سوتر بھی مختلف ویدوں پر منقسم ہیں۔ ان میں ہر قسم کے مسائل، جن کا تعلق مذہب سے ہے، مثلاً اعمال و عبادات، روزمرہ کے معمولات، کریا کرم، شادی بیاہ، موت وغیرہ بہت اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ آسانی سے یاد کر لئے جائیں اور ضرورت کے وقت کام

www.taemeernews.com

میں لائے جاسکیں۔ وید کو سمجھنے کے لئے چند اور علوم بھی مدوّن کئے گئے جن کو ویدانگ کہتے ہیں، یعنی وید کے ہاتھ پیر۔ ان میں صرف و نحو، تجوید (سکھشا) عروض، جوتش اور لغت کے علوم شامل ہیں۔ یہ وہ علوم ہیں جن کے بغیر وید کو صحیح پڑھنا اور اس کے معنی سمجھنا ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو وید کے ہاتھ پیر کہتے ہیں[1]

وید (۱) اردو میں ویدوں سے متعلق سب سے قدیم کتاب جو مجھے مل سکی وہ الکھ پرکاش ہے۔ اس کے سرنامے پر یہ عبارت درج ہے: "خلاصہ چاروں بید یعنی رگ بید یجر بید، اور سام بید اور اتھربن بید کا اردو زبان میں۔ ترجمہ پچاس اُپنشدوں کا سراکبر سے۔ نام صحیفہ شریفہ الکھ پرکاش۔ تالیف الکھ دھاری عرف منشی کنھیالال مطبع گیان پریس، آگرہ، میں باہتمام کنھیالال مولف کتاب اور مہتمم مطبع کے پان سو کاپی پہلی مرتبہ چھپی۔ جون ۱۸۶۱ء عیسوی" تقطیع اوسط۔ ضخامت ۴۸۴ صفحات۔

چاروں ویدوں کے منتروں کا خلاصہ باون اُپنشد ہیں۔ ان کا فارسی ترجمہ "سراکبر" کے نام سے شہزادہ داراشکوہ نے کیا تھا۔ "الکھ پرکاش" اسی کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"انند بلی اُپنکھد۔ یہ سراکبر میں ۳۰ اور یجر بید میں ۳۹ ہے۔

"پانچوں کوش یعنی خزانوں کی تعریف میں۔

"آدمی کو چاہئے کہ پہلے اس عبارت سے مناجات کرے اور دعا مانگے۔

"اے منتری یعنی محبت کے دیوتا، واے برن یعنی پانی کے دیوتا، واے ارجمارودی کے دیوتا، واے اندر دیوتاؤں کے بادشاہ، واے برہسپت عارفوں کے اوستاد، واے برہما پیدا کرنے والے خلق کے، واے بشن، پالنے والے عالم کے، تم کو نمسکار ہے، اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں اس کا پھل مجھے اور میرے گورو اور سننے اور پڑھنے اور دیکھنے اور سوچنے

---

[1] ماخوذ از مقالہ "ویدک لٹریچر" از شمس العلما سید علی بلگرامی۔ رسالہ مخزن، ستمبر ۱۹۰۵ء

www.taemeernews.com

والوں کو بخشو ۔ یعنی برہم گیان ہو اور گیان سے مکت ہو، اور نفاق اور دوئی دل سے دور ہو، کیونکہ جو برہم کو جانتا ہے وہ برہم ہو جاتا ہے۔ کوئی استھان اور کوئی دسا اور کوئی دل برہم سے خالی نہیں ہے کہ سب میں برہم بیاپک ہے۔ جس کو یہ گیان ہووے اور محسوسات کے ملوثات سے پاک ہو جاوے وہ برہم ہے ۔۔۔۔" (ص ۳-۲-۱۰۲)

مولف نے بعض جگہ مضامین کا خلاصہ بھی بیان کیا ہے اور مطالب کی شرح بھی لکھی ہے۔ چنانچہ ایک باب کے آخر میں لکھتے ہیں :۔

"انتہائے نظر سے دیکھنا اور امکان بشر تک نیک افعال کرنا، یہی خلاصہ بید اور شاستر اور حکمت فلاسفہ کا ہے، اور اسی ایک مطلب کو بعبارت مختلف ہر ایک اپ نکھد میں رقم کیا ہے۔ جو لوگ جہالت سے اپنی عمر کو ضائع کرتے ہیں اور مکاروں اور گمراہوں کے کہنے پر عمل کرتے ہیں اور اونٹوں کی طرح نکیل ناک میں ڈالے ساربانوں کے پیچھے چلتے ہیں اور بوجھ اپنی پیٹھ پر رکھتے ہیں اور نفع ساربانوں کو کھلاتے ہیں، اور آپ جاہل رہ کے دوسرے کے قول پر کام کرتے ہیں، اور جس طرح بندر والا بندر کو نچاتا ہے وے ناچتے ہیں، دے دینا اور عقبیٰ دونوں کو برباد کرتے ہیں اور بیم درجا سے کبھی آزاد نہیں ہوتے جو کوئی اس مطلب کو پاوے یقین ہے کہ اپنی اولاد کو اور خود بھی جھوٹے بیم درجا سے آزاد ہو جاوے۔ یہی مکت ہے" (ص ۲۳۵)

(۲) وید پر دوسری کتاب جو میری نظر سے گزری وہ سوامی دیانند سرسوتی کی تفسیر رگ وید کا اردو ترجمہ ہے جو "رگ وید آدی بھاش بھومکا" کے عنوان سے ۱۸۹۵ء میں مطبع ست دھرم پرچارک، جالندھر میں چھپا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد (۱۸۴) ہے۔ اردو ترجمہ منشی رام جگیاسو کے قلم سے ہے۔ عبارت میں جو الفاظ اور فقرے قوسین میں درج ہیں وہ بھی مترجم ہی کے ہیں۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے :۔

www.taemeernews.com

"وید کے ظاہر کرنے میں پرمیشور کی کیا غرض تھی۔

"سوال۔ یہ فرمائیے کہ وید کے پیدا کرنے میں پرمیشور کی کیا غرض تھی۔

جواب :۔ ویدوں کے نہ پیدا کرنے میں اس کی (پرمیشور کی) کیا غرض (ہو سکتی) تھی۔ اگر تم یہ کہو کہ اس کا جواب تم نہیں جان سکتے تو بالکل ٹھیک ہے۔ اب ویدوں کے ظہور کی جو غرض ہے وہ سنئے۔

سوال :۔ ایشور میں کیا انت ودیا (لامحدود علم) ہے یا نہیں؟

جواب :۔ ہے۔

سوال :۔ اس کی وہ ودیا کس مطلب کے لئے ہے۔

جواب :۔ اپنے ہی مطلب کے لئے (جس سے کہ جہان کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے کا کام ہوتا ہے)

سوال :۔ اچھا یہ بتلائیے کہ آیا ایشور پراد (پکار) کرتا ہے یا نہیں۔

جواب :۔ (پراد پکار) کرتا ہے۔ پھر اس سے کیا مطلب۔

(نتیجہ) اس سے مطلب یہ ہے کہ علم اپنی اور دوسروں کی مطلب برآری کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ علم کا یہی وصف ہے۔ اگر ہم لوگوں کے لئے پرمیشور ودیا (علم) کا اپدیش نہ کرے تو ودیا کے دونوں وصفوں میں سے ایک وصف (یعنی پراد پکار) بے معنی ہو جائے گا۔ اس لئے پرمیشور نے اپنی ودیا کے اپدیش سے یہ مطلب (یعنی پراد پکار) سدھ کیا ہے۔ پرمیشور باپ کی طرح ہم لوگوں پر بڑی عنایت رکھتا ہے جس طرح پر کہ باپ اپنی اولاد پر ہمیشہ مہربان رہتا ہے اسی طرح پرمیشور نے بھی غایت مہربانی سے سب انسانوں کے لئے وید کا اپدیش کیا ہے۔ اگر پرمیشور ایسا نہ کرتا تو جہالت میں پھنس کر انسان، دھرم، ارتھ، کام اور موکش کے بغیر پرم آنند (نجی راحت حقیقی) سے بھی محروم رہتا۔" (ص ۲۴-۲۵)

پوری کتاب سوال و جواب کے پیرائے میں نہیں ہے۔ یہ عنوان کہیں کہیں استعمال کیا گیا ہے

www.taemeernews.com

دلے نور کل پرماتما کی صدق دل سے عبادت کرنی چاہئے۔" ص (۱۷۱)

اُپ نشد (۱) منشی سورج نرائن مہر دہلوی نے اُپ نشد کی شرح چار جلدوں میں لکھی ہے جو ۱۹۱۴ء لغایۃ ۱۹۱۷ء میں علی الترتیب ۳۳۶ - ۴۲۸ - ۱۹۸ اور ۳۵۲ صفحات پر سادھو پریس، دہلی، میں چھپیں۔ پہلی جلد میں "تمہیدی مضمون" کے زیر عنوان اُپ نشد کے معنی سمجھائے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"لفظ اُپ نشد کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کا مادہ یا دھاتو سد ہے۔ اُپ بہ معنی قریب اور نی بہ معنی بالکل۔ دو اُپسرگ ہیں جنھیں انگریزی میں پریپوزیشن اور عربی فارسی، اردو میں حروف جار کا نام دیا جاتا ہے۔ سد چار معنی میں مستعمل ہے ہلاک کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا، چلنا، اور بیٹھنا۔ پہلے دو معنوں کے لحاظ سے اُپ نشدہ بدیا یا علم ہے جس سے دنیا کا واہمہ باطل یعنی اگیان ناش ہو جاتا ہے یا اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں۔ دوسرے دو معنوں کے لحاظ سے اُپ نشد وہ گیان ہے جو گورو کے پاس جا کر یا بیٹھ کر لیا جاتا ہے۔ اہل یورپ سد کے معنی زیادہ تر بیٹھنے کے لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں اچاریہ لوگ چیلوں کی جماعتوں کو بنوں میں بیٹھ کر تعلیم دیتے تھے۔ اس واسطے اس بدیا کو اُپ نشد کہنے لگے۔ مجازاً اُپ نشد کے معنی راز خفی کے لئے جاتے ہیں اور اس کا اطلاق برہم بدیا پر ہوتا ہے چونکہ بعض کتابیں اسی برہم بدیا سے متعلق ہیں۔ اس واسطے اول اول ان کا نام اُپ نشد پڑا اور بعد میں اُپ نشد کا اطلاق صرف انھیں کتابوں پر ہونے لگا۔ وہ بدیا کا پہلا اطلاق جاتا رہا اب اُپ نشد یہی کتابیں کہلاتی ہیں۔ ان میں سے دس بہت قدیم ہیں جن پر بھگوت پوجیہ پادشری شنکر اچاریہ نے شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں ایشا واسیہ سب سے پہلا اُپ نشد ہے (ص ۱)

اس کے بعد اصل شرح یوں شروع کی ہے:۔

www.taemeernews.com

"منتر ۱:۔ اس دینائے متبدل میں ہر ایک بدلنے والی چیز کو اس نظر سے دیکھو کہ سب میں ایشور بسا ہوا یا دیاپک ہے۔ جگت روپ سے تیاگ کر ایشور روپ انوبھو کرو۔ کسی کے مال کا لالچ نہ کرو۔"

اوپر کا ترجمہ محاورے اور ذرا تشریح کے ساتھ ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ :۔

"اس دنیا میں جتنی بدلنے والی چیزیں ہیں وہ سب ایشور سے بسانے کے لائق ہیں۔ اس سے تیاگ کر بھوگو۔ کسی کے مال کا لالچ نہ کرو، یا لالچ نہ کرو کیونکہ مال کس کا ہے۔"

سب سے پہلے آخیر جملے کو لو۔ مال سے مراد صرف روپیہ نہیں ہے، بلکہ دولت وعزت، حشمت وثروت، کھانا پینا، سواری ولباس، زن وفرزند، مکان و جائداد، غرض جن چیزوں میں دنیاداروں کو دل بستگی ہوا کرتی ہے، سب مراد ہیں۔ شرتی بھگوتی کہتی ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی دل بستگی نہ کرو۔ یعنی سب سے بیراگ پیدا کرو، کیونکہ یہ کسی کی بھی نہیں ہیں۔ محض خواب کی سی صورتیں ہیں کہ ابھی ہیں ابھی نہیں۔ دم کے دم میں امیر مفلس بن جاتے ہیں، بااختیار آدمی بےکس وبےبس ہو جاتے ہیں، تنادر اور صحت مند بیمار ہو کر مر جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ایسی ناپائدار چیزوں میں کیا دل لگانا جن کا نتیجہ دکھ ہی دکھ اور آواگون کے ہنڈولے میں چکر کھانا ہے، اور خاک نہیں۔ پس اول اشیائے دنیا کی طرف سے دل میں بیراگ پیدا کرنا چاہئے جو گیان کا پہلا قدم ہے۔۔۔۔" (ص ۵۰)

(۲) "مجموعہ اپ نشد" کے نام سے بارہ اپ نشدوں کا مجموعہ اردو ترجمہ اور شرح کے ساتھ بابو پیارے لال نے مرتب کرایا تھا جو ۱۹۰۰ء میں (۲۳۹) صفحات پر دیا ساگر پریس علی گڑھ میں طبع ہوا۔ اس کے ایک مقام کا اقتباس حسب ذیل ہے۔ قوسین کے الفاظ بھی مترجم کے ہیں۔

www.taemeernews.com

"ویدمیں بار بار لکھا ہے کہ برہمگیان کے بدون یعنی بلاخداشناسی خودشناسی کے مکتی (دنیا سے نجات) نہیں ہوتی، اور جب خودی محو ہو تو اودیت (وحدہ لاشریک) ایک برہمہ خدا رہ جاتا ہے۔ اس کا نام برہمگیان (علم الٰہی) ہے۔ اس برہمگیان کا تین مراتب کی تعمیل سے حصول ہوتا ہے۔ اول بیبک (تمیز) دوم بیراگ (ترک ہمہ)، سویم دم (محسوسات اور قلب کو قابو میں کرنا اور مکشتار نجات کی خواہش)۔ اور ان تینوں بیبک، بیراگ، وغیرہ کا حصول تب ہوتا ہے جب اُن کے حصول سے پہلے چت (دل) تمام آلایش سے پاک و مستقل ہو جاتا ہے اور جب یہ دل کی صفائی و مستقلی نیک افعالی و عبادت سے ہوتی ہے۔ اس طرح یہ سب لازم ملزوم منزل بہ منزل یکے بعد دیگرے ہیں۔ یعنی سب سے پہلے نیک افعالی (سبھ کرم) جس سے صفائی قلب (آتمہ کرن کی شدھی) اور نیز عبادت (مکتی) جس سے دل مستقل ہو۔ پھر بذریعہ مستقل دل کے محسوسات اور قلب کے چت کی برتی، اندیشہ مراتبات ہر سہ زمانہ ماضی، حال مستقبل کا ضبط کرنا اور تمام نیک و بد کی تمیز کر کے سب اشیائے دنیوی کو دنیا کے نام سے ترک کر کے ایک آتما برہمہ روپ جاننا۔ تب خودی (مَیں میری۔ تَین تیری) تمامتر کا کورم ہو کر صرف برہمہ سروپ رہ جانا۔ اس کا نام برہمگیان ہے اور ایسے گیان سے مکتی (نجات از دنیا) حاصل ہوتی ہے جس کو دیدنے بار بار کہا ہے اور اس بنا پر ویدمیں پہلے کرم کانڈ مثل درخت، پھر بھکتی کانڈ مثل پھول، اور اخیر پر گیان کانڈ مثل پھل کے کہا ہے۔" (ص ۵۶)

(۳) پیام راحت (امرکتھا)" یعنی ایشا واسیہ اُپ نشد کے پہلے آٹھ منتروں کا شرح ترجمہ، یہ ایک بہت دلچسپ کتاب ہے جس میں بھاگ مل سائینی نے اُپ نشد کے بعض منتروں کے مطالب پاکیزہ زبان اور دل نشیں انداز میں بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب الکٹرک

www.taemeernews.com

پریس، جالندھر میں چھوٹی تقطیع کے (۳۶۸) صفحات پر ۱۹۳۹ء میں چھپی تھی۔ شروع میں ایک دیباچہ نواب سراجین جنگ کے قلم سے ہے۔

"اُپ نشدوں کی پھلواڑی کا نفیس ترین پھول یعنی سوا ہنگ اسمی (وہ میں ہوں)" کے عنوان سے بھاگ مل سائنی لکھتے ہیں:۔

"آج تک برہم کو کسی نے ایسا کہہ کے نہیں دیکھا کہ یہ برہم ہے۔ اور یہ میں دیکھنے والا ہوں۔ یعنی بطور معلوم کے اُسے کبھی دیکھا نہیں جا سکتا۔ بطور معلوم کے دیکھنے والا شخص دہوکے میں ہے۔ چونکہ تم خود ہی برہم ہو اُسے اپنی ذات سے علیحدہ کر کے کیونکر دیکھ سکتے ہو..... جب تک حضرت انسان میں مکمل روحانی بیداری نہیں آتی اس وقت تک وہ حسی اور ذہنی طبقے کا ہی نواسی رہتا ہے وہ اُپ نشدوں کی سدا بہار پھلواڑی کے نفیس ترین پھول "سوا ہنگ اسمی" کی خوشبو سے اپنے دل و دماغ کو معطر کرنے کے ابھی بالکل ناقابل ہے۔ وہ اس وہم میں ہوتا ہے کہ میں ناقص ہوں، وہ پاک ہے۔ اپنے آپ کو "وہ میں ہوں" سمجھنا حقیر ذہن کو کرشن سمجھنے کے مصداق ہوگا۔ ذرّے کی کیا بساط کہ پہاڑ ہونے کا دعویٰ کرے۔ ناچیز قطرے کی کیا مجال کہ بحر بیکراں ہونے کا دم بھرے حقیر آنکھ کی کیا طاقت کہ آفتاب تاباں کی تاب لا سکے۔ وہ کبیر قدیر دنیا کو پیدا کر کے اس کو اپنے نظام میں رکھتا ہے۔ میں چیونٹی کو پیدا یا فنا نہیں کر سکتا۔ وہ چشمہ بے در ہے، میں دکھی ہوں۔ وہ ہمہ دان اور عقل کُل ہے، میں قدم قدم پر غلطیاں کرتا ہوں سہ چہ نسبت خاک را با ہستی پاک ....." (ص ۳۴۶)

(۴) معیار المکاشفہ، حصہ اول۔ ترجمہ چھاندوک اُپ نشد از باوا نگینا سنگھ بیدی مطبوعہ آنند پریس، لاہور۔ ضخامت ص (۱۲۰)

ویدانت ویدانت پر اردو میں متعدد کتابیں ہندوؤں نے لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض

www.taemeernews.com

مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ویدانت فلاسفی :" ویدانت کیا ہے۔ ویدانت سے کیا مراد ہے۔ اس کی قسمیں۔ اس کی اصلیت وغیرہ پر بسیط بحث"۔ از بابو شیو برت لال ورمن۔ مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور۔ ص ۳۶۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ بابو شیو برت لال لکھتے ہیں۔

" ویدانت کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی فرض کی ہوئی محدود شخصیت کے خیال کو بھول جاؤ اور اس قدر وسیع النظر اور وسیع الخیال بن جاؤ کہ کسی طرح کی تنگی، کوتاہ نظری کا خوف نہ رہے۔ اور یہی تمہارا اصلی روپ ہے۔ اب دیکھو یہی معراج کرم کانڈی کی ہے۔ وہ کرم بلا کسی معاوضے کے تمام دنیا کی بھلائی کے لحاظ سے کرتا ہے۔ اس کا دل اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ اس میں کل کائنات کی ہمدردی کی گنجائش رہتی ہے۔ وہ اپنی تنگ شخصیت کو بھول کر تمام سنسار کو اپنا روپ سمجھنے لگتا ہے۔ اسی طرح اُپاسنا یا عبادت دبھگتی کا آدرش یہ ہے کہ بھگت اپنے آپ کو بھگونت کی ذات میں محو کر دے جو محیط کُل ہے۔ گیانی بھی یہی کرتا ہے۔ وہ سارے جگت کو اپنے سے مختلف نہیں سمجھتا۔" (ص ۱۸)

(۳) بھگتی اور ویدانت۔ مصنفہ سوامی ویویکانند جی مترجمہ شانتی نارائن۔ مفید عام پریس لاہور (ص ۲۰۰)۔ اس کتاب میں سوامی ویویکانند نے "ویدانت کا مقصد" اس طرح بیان کیا ہے:۔

" ویدانت درحقیقت اس جہان کو نظر انداز نہیں کرتا۔ ترک اور تیاگ کے اس نصب العین نے ویدانت سے زیادہ بلند مرتبہ اور کہیں بھی نہیں پایا۔ مگر پھر بھی ویدانت یہ تعلیم ہرگز نہیں دیتا کہ بدمزگی اور بے لطفی کے ساتھ خودکشی کر لی جائے۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ سنسار کو برہم سے یعنی برہم سے بھرا ہوا دیکھو۔ یہ دنیا جیسی نظر آتی ہے، جسے تم عالم حقیقت سمجھتے ہو اسے بھول جاؤ اور حقیقی عالم حقیقت کو پہچانو جو برہم سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے ذرے ذرے کو سربسر برہم سے پُر دیکھو۔ ویدانت

www.taemeernews.com

کے مضمون پر تحریر شدہ کتابوں میں سب سے قدیم اُپ نشد کے شروع میں یہی آتا ہے کہ "اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے اور جہاں کہیں بھی ہے وہ سب ہی برہم سے یعنی برہم سے پُر ہے" بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں پر بھروسا کرکے نیز بدنظر نیکی کی طرف سے آنکھیں بند کرکے نہیں، بلکہ دنیا کی ہر چیز میں ایشور کی طاقت اور اس کی ہستی کو حاضر و ناظر سمجھ کر ہمیں تمام سنسار کو برہم سے بھرا ہوا دیکھنا چاہئے، اور اس طرح ہمیں سنسار کا تیاگ کر دینا چاہئے۔ سنسار تیاگ دینے کے بعد کیا رہ جائے گا۔ برہم، صرف برہم" (ص ۴۷)

(۴) ڈیکچوڑا منی معروف بہ "درۃ التاج عرفان"۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی مطبوعہ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۶ء۔ ص (۲۵۶)

مہر صاحب "تمہیدی مضمون" میں کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"یہ کتاب جواب دی جاتی ہے ویدانت کی کتابوں میں بڑا اونچا درجہ رکھتی ہے... ... کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف بھگوت پوجیہ پاد شری شنکر آچاریہ مہاراج ہیں۔ مگر یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ یہ وہی شنکر سوامی ہیں جنھوں نے برہم سوتروں اور اُپ نشدوں اور شری مدبھگوت گیتا پر بھاشیہ لکھے ہیں یا اُن کی چار گدیوں پر جو آچاریہ اوقات مختلفہ پر بیٹھتے اور شنکر آچاریہ کہلاتے رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کی تصنیف ہے۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو اس میں تمام و کمال ویدانت کا فلسفہ ہے۔ اور ایسے اچھوتے خیالات کے ساتھ کہ تعریف نہیں ہو سکتی ....." (ص ۵)

اس کتاب کے ایک اشلوک کا ترجمہ اور اس کی شرح ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

اشلوک نمبر ۸۴ "اگر تجھے خواہش نجات ہے تو بشیوں کو وِش یعنی زہر کی طرح دور ہی سے چھوڑ،

www.taemeernews.com

اور قناعت عفو، رحم، سادگی، شانتی اور ضبط نفس کا سیوان امرت کی طرح نہایت عزت کے ساتھ کر۔"

" بشے لبش یعنی زہر کی طرح باعث ہلاکت ہیں۔ زہر کا علاج امرت ہے پس لبشیوں کے زہر کا اثر دور کرنا ہے تو قناعت یعنی سنتوش، عفو یعنی چھما، رحم دلی، من کے شم اور اندریوں کے دم کا امرت پی۔ دیکھ لبشیوں کی خواہش پیدا کیونکر ہوتی ہے۔ بس اسی طرح کہ فلاں شخص کے پاس روپیہ ہے، ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس کا علاج سنتوش ہے۔ فلاں نے ہماری مذمت کی ہے یا بُرا بھلا کہا ہے، اس سے عوض لینا چاہئے۔ اس کا علاج عفو یا چھما ہے یہ روپیہ ہمارا ہے۔ ہم اسے کھائیں۔ غریب و محتاج و ضرورت مند کو کیوں کر اس کا علاج رحم ہے۔ ہم بڑے آدمی ہیں بہ لحاظ ذات، علم، زر، جاہ و مناصب، کیوں کسی سے نیچے ہو کر چلیں۔ اس کا علاج سادگی ہے۔ من لبشیوں کی طرف دوڑتا ہے اور اندریاں اسے گھسیٹ کرلے جاتی ہیں۔ ان دونوں کا علاج شم اور دم ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے آدمی سے بشے واسنا چھوٹتی ہے اور وہ راہ ترقی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔" (ص ۵۵-۵۶)

(۴) ویدانت کے رتن۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی سنہ ۱۹۱۶ء (ص ۴۴۸)

منشی سورج نرائن مہر اردو کا ایک مذہبی رسالہ "سادھو" دہلی سے نکالتے تھے۔ اس میں مضامین کے علاوہ کبھی کبھی وہ سنسکرت کی مذہبی کتابوں کو بھی ترجمہ کر کے شائع کرتے تھے۔ چنانچہ "ویدانت کے رتن" کے عنوان سے جو مجموعہ انھوں نے شائع کیا تھا وہ ویدانت کے مندرجہ ذیل نو رسالوں پر مشتمل ہے:-

پہلا رتن۔ اپروکش انوبھوتی یا "کشف ذات" (ص ۱-۹۶)

www.taemeernews.com

دوسرا رتن۔ شت شلوکی	یا "تسبیح عرفان"	ص ۹۷ - ۱۹۲
تیسرا رتن۔ ادویت انوبھوتی	یا "کشف ذات بے دوئی"	ص ۱۹۳ - ۲۵۰
چوتھا رتن۔ واکیہ برتی	یا "مہا واکیہ کے معنی"	ص ۲۵۰ - ۲۷۲
پانچواں رتن۔ موہ مُدگر	یا "گرز جہل"	ص ۲۷۳ - ۲۸۰
چھٹا رتن۔ سوآتم نروپن	یا "توضیح ذات"	ص ۲۸۱ - ۳۴۶
ساتواں رتن۔ واکیہ سُدھا	یا "امرت بانی"	ص ۳۴۷ - ۳۷۴
آٹھواں رتن۔ آتم بودھ	یا "عرفان ذات"	ص ۳۷۴ - ۴۱۴
نواں رتن۔ ویدانت ستوتر		ص ۴۱۴ - ۴۴۸

(۵) اردو بچار ساگر" سوامی نشچل داس کی مشہور و معروف کتاب کا آسان اور عام فہم اردو میں ترجمہ مع تشریحات و حل مشکلات" از منشی سورج نرائن مہر دہلوی مطبوعہ سادھو پریس، دہلی، ۱۹۱۴ء۔ ص (۴۵۰)

اس کتاب اور اس کے مصنف کے متعلق منشی سورج نرائن لکھتے ہیں:۔

"سوامی نشچل داس کی یہ ہندی کتاب نہایت ہی ہر دلعزیز ہے کیا سادھو اور کیا معمولی گرہستی آدمی زیادہ تر اسی کتاب کو پڑھتے ہیں۔ اس میں ویدانت کے تمام و کمال مضامین لے گئے ہیں اور صاف ہندی میں عام فہم طریق سے دیئے گئے ہیں۔ مصنف نے یہ کتاب لکھی ہی اس غرض سے تھی کہ سنسکرت سے ناواقف آدمی ویدانت کے اونچے فلسفیانہ مسائل ہندی میں پڑھ اور سمجھ سکیں۔ اس لئے ہر مضمون کو صاف اور عام فہم لباس میں دیا ہے جہاں نئی اصطلاحیں آئی ہیں ان کو بار بار دہرا دیا ہے۔ جہاں دلیل ذرا پیچیدہ ہے۔ تمثیل و تشبیہ سے اس کو کھول دیا ہے..... بچار ساگر نظم کی کتاب ہے مصنف نے خود اس پر نثر میں شرح لکھی ہے۔ میں نے نظم کا ترجمہ نثر میں کیا ہے، مگر پہچان کے

5364

www.taemeernews.com

واسطے اشعار پر بندے دے دئے ہیں۔ مصنف مہاتما ایک داد و نپتی سادھو تھے۔ دہلی کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ بنارس میں پڑھے تھے اور سمت ۱۹۲۰ بکرمی میں دہلی میں مرے تھے ....." (ص ۴)

(۶) منشی سورج نرائن مہر نے سوامی وویکانند کے لکچروں کا ترجمہ بھی اردو میں کیا ہے عملی ویدانت کے عنوان سے اس سلسلے کا پہلا حصہ ۱۹۱۱ء سیوک اسٹیم پریس، لاہور، میں (۱۴۰) صفحات پر چھپا تھا۔ اس مجموعے کے لکچروں کے موضوع یہ ہیں:۔

علم و عمل۔ عبادت کس کی اور کیونکر کرنی چاہئے۔ محدود و غیر محدود۔ محدود و غیر محدود کا تعلق۔ وید اور ویدانت۔

(۷) اسی سلسلے کا دوسرا حصہ منشی صاحب موصوف نے "عملی ویدانت اور لاہور لکچر" کے نام سے ۱۹۱۱ء میں سادھو پریس، دہلی سے شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد (۱۴۲) ہے یہ سوامی وویکانند کے اکیس لکچروں کا مجموعہ ہے جن کے عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

مذہب کی ضرورت۔ عالمگیر مذہب کا آدرش، انسان حقیقی و نمودی (نیویارک لکچر) انسان حقیقی و نمودی (لندن لکچر)۔ مایا اور بود نمودی، مایا اور ارتقائے خیال خدا، مایا اور آزادی۔ برہم اور جگت، کائنات عالم کبیر، کائنات عالم صغیر، تناسخ، تقائے دوام یا لافانیت۔ خدا ہر جا ہے، آتم انوار یا کشف ذات، کثرت میں وحدت، آزادی روح عملی ویدانت ۱ علم و عمل عملی ویدانت ۲ عبادت کسکی اور کیونکر کرنی چاہئے۔ عملی ویدانت ۳ محدود اور غیر محدود، عملی ویدانت ۴ محدود و غیر محدود کا تعلق۔ ویدانت (لاہور لکچر)

آخری پانچ لکچر پہلے حصے کے ہیں جو اس مجموعے میں بھی شامل کر دئے گئے ہیں۔

(۸) چہل درویش "گیان دھیان کی کہانیوں کا مجموعہ"۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ ہندوستان الکٹرک پرنٹنگ ورکس دہلی۔ بار دوم ۱۹۲۴ء ص ۹۵۴

سنسکرت میں حکمت و دانش کی متعدد کتابیں تمثیلی انداز میں لکھی گئی ہیں تاکہ ان

www.taemeernews.com

کے مطالب آسانی سے ذہن نشیں ہو سکیں۔ یہ کتاب بھی جیسا کہ اس کے ذیلی عنوان سے ظاہر ہے "گیان وجیان کی کہانیوں کا مجموعہ" ہے۔ مولف نے دیباچے میں کتاب کی زبان اور اس کے لکھنے کی غرض کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہے:۔

"مطالب فلسفہ کے بیان کرنے میں خاص اصطلاحات کا استعمال ایک ضروری امر ہے جس سے گریز ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ ہاں اتنا خیال رکھا ہے کہ جہاں کہیں کوئی سنسکرت لفظ پہلی دفعہ آیا ہے وہیں یا تو اس کا اردو ترجمہ دے دیا ہے یا تشریح کر دی ہے۔ ناظرین ان الفاظ کو خیال میں رکھیں تو کہیں دقت روبکار نہیں ہوگی۔ زبان کے بارے میں گزارش ہے کہ اس کتاب میں اکثر اردو نویسوں کی طرح جابجا عربی و فارسی الفاظ اور ترکیبوں کی بھرمار نہیں ہے۔ عبارت آرائی اور سخن سنجی سے پرہیز کیا ہے۔ اور سیدھی سادی روزمرہ کی بول چال استعمال کی ہے۔ یہ وہ زبان ہے جو دہلی کے شریف ہندو گھرانوں میں بولی جاتی ہے تصنع اور تکلف کی کتابی اردو نہیں ہے۔ . . . . . اس کتاب سے مطلب صرف یہ ہے کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں ویدانت پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ اسی غرض سے اپ نشد، شرمد بھگوت گیتا، یوگ واشٹ بچار ساگر، تلسی کرت رامائن وغیرہ سے کہیں کہیں اقتباسات دئے گئے ہیں۔ یوگ اور سانکھ شاستر کا خلاصہ مطلب بھی اس میں آتا ہے، اور اور کتابوں کا بھی ذکر خیر ہے۔"

(۹) "اردو پنچ دشتی" از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی۔ سنہ ۱۹۱۷ء ص ۴۹۲

اس کتاب کی خوبیوں کا اندازہ "تمہیدی مضمون" کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوگا۔

www.taemeernews.com

"کتاب پنچ دشی، یعنی پندرہ باب کی کتاب ویدانت میں نہایت مستند اور ہر دلعزیز اور شری بدیارنیہ سوامی کی بہترین کتاب ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کو پیش نظر رکھ کر سوامی نشچل داس جی نے اپنی کتاب بچار ساگر مرتب کی ہے جس طرح ہندی میں ویدانت پڑھنے والے بچار ساگر سے شروع کیا کرتے ہیں اسی طرح سنسکرت میں زیادہ تر یہ کتاب شروع کی جاتی ہے۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ جامع بھی ہے اور آسان اور عام فہم بھی۔ اچاریہ بحث و مباحثہ بھی دیتے ہیں اور سدھانت بھی۔ نہ محض خشک منطقی دلائل پر انحصار رکھتے ہیں نہ صرف اپ نشدوں میں گیتا وغیرہ کے جملے سنداً پیش کرنے پر۔ کتاب اس طریق پر لکھی ہے کہ ویدانت کے تمام و کمال مضامین بھی آگئے ہیں اور وہ پڑھنے میں بھی گراں نہیں گزرتے ساتھ ہی نہ بہت طوالت ہے نہ بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے....."

(۱۰) "جیون مکتی" از منشی سورج نرائن مہر دہلوی، مطبوعہ سادھو پریس، دہلی، ۱۹۱۵ء ص ۱۸۰۔

سوامی بدیارنیہ کی اس کتاب میں ویدانت کے علمی سادھنوں کا بیان ہے۔ جناب مہر "تمہیدی مضمون" میں لکھتے ہیں :-

یہ کتاب "جیون مکتی" جواب ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ چھ سات سو برس سے ویدانت کی کتابوں میں نہایت ہر دل عزیز ہے۔ بدیارنیہ سوامی تیرھویں یا چودھویں صدی میں ہوئے ہیں۔ گرہستھ ایام میں ان کا نام سائن اچاریہ تھا اور "بکار ایا، راجہ بیجانگر کے وزیر تھے....."

(۱۱) "ویدانت" کے نام سے اردو میں ایک اور کتاب ۱۹۲۴ء میں مرکنٹائل پریس لاہور سے شائع ہوئی تھی جس کے صفحات کی تعداد (۱۶۰) ہے۔ مولف کا نام رام موہن تھی کیش ہے۔ اس کی زبان عام فہم نہیں ہے۔ عبارت میں بھاشا اور سنسکرت کے الفاظ کی بھرمار ہے۔

www.taemeernews.com

یوگ

یوگ پر اردو میں جو کتابیں ہندوؤں نے لکھی یا ترجمہ کی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل مجھے مل سکیں :۔

(۱) یوگ ساشتر :۔ مطبوعہ دیا ساگر پریس، علی گڑھ۔ ۱۹۰۰ء س ۱۰۰۔ سرنامے پر یہ عبارت درج ہے :۔

"مہرشی پتنجلی کے یوگ سوتر کا اردو ترجمہ مع اصل و نوٹ و ضمیمہ اس میں یوگ کے اصول و تراکیب مفصل سمجھائے ہیں اور اس کی مختلف اقسام کا بھی بیان ہے۔ بابو پیارے لال زمیندار بروٹھانے ہر بھگتوں کے واسطے تیار کرایا۔"

ترجمے اور نوٹ کا نمونہ حسب ذیل ہے :۔

"۱ یوگ کے اپدیش کو شروع کرتے ہیں۔

۲۔ (سنسکرت عبارت) چت کی برتی ضبط کرنے کا نام یوگ ہے۔

نوٹ :۔ متزلزل خیالات کے ساکن ہو جانے کا نام یوگ ہے، اور متزلزل خیالات کو چت کی برتی کہتے ہیں۔

۳ (سنسکرت عبارت) چت برتی ضبط ہونے کے بعد درشٹا آتما پرش اپنے خاص شانت سروپ میں مستقل ہوتا ہے۔

نوٹ :۔ متزلزل خیالات کے ساکن یعنی چت برتی نرودھ ہو جانے پر دیہہ کے اندر جو دیکھنے والا اور گواہ ساکشی چیتن آتما کا ہے۔ اپنے بے عیب سروپ خاص میں مقام ہوتا ہے۔

اس موقع پر اس کی تمثیل پتنجلی رشی اور اس کے مطابق بھاش کار ویاس نے لکھی ہے کہ جیسے بلور پتھر اصلیت میں صاف شفاف سفید درجہ غایت کا ہے۔ مگر اس بلور کے اوپر بانہایت قریب جب کسی رنگ کا پھول (مثلاً سرخ رنگ کا گودھڑ کا پھول) رکھا ہوتا ہے، تو اصلی رنگ

www.taemeernews.com

سفید بلور کا رنگ، چھپ کر وہ پتھر بھی سرخ یا زرد وغیرہ جس رنگ کا پھول ہو اسی رنگ کا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب وہ پھول علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ تب وہ بلور بدستور جیسے کا تیسا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درجہ غایت کے شفاف شدہ ست آتما کے قریب چت کی برتی والے نوع بنوع کے خیالات کے ہونے سے آتما بھی نوع بنوع کا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب چت میں سے خیالات دور ہو گئے تب آتما اپنے سروپ سے ظاہر ہوتا ہے۔" (ص ۱، ۲)

(۲) "یوگ سار اردو"۔ مطبوعہ میکی پریس، گوجرانوالہ ۱۹۰۹ء ص ۴۰۔

"جس میں نہایت مختصر طور پر یوگ ودیا کا دلکش منظر دکھایا گیا ہے۔ مولفہ و مترجمہ سوامی رامانند سادھو سنیاسی۔"

"التماس از مولف" کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"اس میں کلام نہیں کہ اس زمانے میں یوگ ابھیاس کے عامل گرو بہت مشکل سے دستیاب ہو سکتے ہیں، اور یہ ودیا بغیر گرو سے حاصل ہونی مشکل ہے ..... یہ ودیا نہایت ہی کٹھن اور دلچسپ ہے۔ بہت سے مہاتماؤں نے اس پر گرنتھ بھی تصنیف کئے ہیں۔ مگر چونکہ وہ سب کے سب دیوناگری میں ہیں۔ اردو خواں اصحاب ان کو نہیں سمجھ سکتے اور بے بہرہ ہی رہتے ہیں۔ اس تکلیف کو محسوس کر کے محض اردو خواں اصحاب کے لئے میں نے اس پستک کو تیار کیا ہے۔ اس میں اشٹانگ یوگ کے جو آٹھ انگ یم، نیم، آسن، پرانایام پرتیاہار، دھارنا، دھیان، سمادھی، ہیں ان پر بھی ودیا کھیا کی گئی ہے....."

(۳) "اشٹانگ یوگ" از منشی سورج نرائن مہر دہلوی مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۵ء ص ۲۶۴۔

"باب اول۔ دوسری فصل اشٹانگ یوگ کیا ہے؟

"یوگ کے معنی ہیں تمام برتیوں کا پھیلاؤ سمٹ کر نرودھ کی حالت کا بہم پہنچنا اسی

www.taemeernews.com

کو سمادھی کی حالت کہتے ہیں۔ سمادھی یوگ کی معراج ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ سادھن ہے۔ اسی سادھن کی حالت سے سات درجے بھگوان پتنجلی قائم کرتے ہیں۔ آٹھویں حالت سمادھی ہے۔ اس طرح گویا یوگ کے آٹھ انگ یا حصے ہوئے۔ انھیں کو اشٹانگ یوگ یعنی آٹھ حصے والا یوگ کہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ مجمل طور پر ان آٹھوں انگوں کی تعریفیں بیان کر دی جائیں۔ ہر ایک کا مفصل بیان آگے دیا جائے گا۔ آٹھوں انگ مندرجہ ذیل ہیں:۔

یم، نیم، آسن، پرانایام، پرتیاہار، دھارنا، دھیان، سمادھی،

(۱) "یم" کے معنی ہیں روکنا۔ یعنی خاص باتیں من کو نہ کرنے دینا۔ بھگوان پتنجلی ان کی تعداد پانچ بتاتے ہیں۔

(۲) "نیم" کے معنی ہیں عہد کر کے کرنا، یعنی خاص باتیں عہد کر کے روزمرہ کرتے رہنا۔ ان کی تعداد بھی پانچ ہی مقرر کی گئی ہے۔

(۳) "آسن" کے معنی ہیں طرز نشست۔ یوگی کو چونکہ ابھیاس کے واسطے بیٹھنا پڑتا ہے اس واسطے ایسے طرز نشست کی خاص ضرورت ہے کہ وہ آرام سے بیٹھ کر ابھیاس کر سکے اسے آسن کہتے ہیں۔

(۴) "پرانایام" کے معنی ہیں پرانوں کا روکنا۔ یہ آتے جاتے سانس کے روکنے سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہے کہ جو سوکشم یا لطیف قوتیں جسم خاکی کو حرکت دے رہی ہیں ان پر قابو حاصل ہو جائے۔

(۵) "پرتیاہار" کے معنی بدلنا ہیں، یعنی اندریوں کو من کی صورت میں اس طرح بدل ڈالنا کہ کھلا ہوا کان آواز نہ سن سکے، کھلی ہوئی آنکھ رنگ و صورت نہ دیکھ سکے۔ غرض اندریاں بشیوں سے متاثر نہ ہونے پائیں۔

(۶) "دھارنا" کے معنی ہیں من کو ایک نقطے پر اس طرح قائم کر لینا کہ وہاں سے ہلنے جلنے نہ پائے بلکہ وہیں اٹکا رہے۔

www.taemeernews.com

(۷) "دھیان" کے معنی ہیں دھارنا کی دھار برابر ایک رس جاری رہنی۔ پس دھارنا کو اگر نقطہ فرض کیا جائے تو یوں سمجھو کہ دھیان خط کی مانند ہے۔

(۸) "سمادھی" کے معنی ہیں نرودھ کی حالت کا بہم پہونچنا، یعنی ہر تیوں کا تمام پھیلاؤ سمٹ جانا اور سروپ میں کیول کا نصیب ہونا" (ص ۱۷، ۱۸)

(۴) "یوگ درشن" مع شرح از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس دہلی، سنہ ۱۹۱۲ء ص ۳۴۱۔

دیباچے میں یوگ کے فائدے اور اس کتاب کی خوبیاں ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"فقیر مہر کی نظر میں یوگ نہایت ہی پیارا اور بکار آمد فلسفہ ہے! اس میں اخلاقی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہے۔ اس میں اضطراب قلب کو دور کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اس میں شانتی اور اطمینان و تسکین کی راہیں دکھائی گئی ہیں اس میں سمادھی کی حالت بہم پہونچانے کے وسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بھگوان پتنجلی سانکھیہ شاستر کے ماننے والے ہیں، لیکن یہ پیارا شاستر صرف سانکھیوں کے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ کرم کی راہ پر چلنے والوں بھگتوں اور گیانیوں کے واسطے بھی یکساں مفید ہے۔ اس واسطے سب کو پڑھنا چاہیئے ....."

(۵) "راج یوگ" از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی سنہ ۱۹۱۶ء (ص ۲۰۰)۔ دیباچے میں جناب مہر لکھتے ہیں:۔

"یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک میں یوگ کی تعلیم پر لکچر ہیں جو سوامی (وویکانند) نے نیویارک میں جگیاسوؤں کی ایک جماعت کے سامنے دیئے تھے۔ یہ نہایت ہی دل چسپ، مفید، اور یوگ کے مضمون پر صاف روشنی ڈالنے والے لکچر ہیں۔ جو شخص انھیں پڑھے گا وہ آئینہ کی طرح صاف صاف

www.taemeernews.com

سمجھے گا کہ بھگوان پتنجلی کی تعلیم کیسی پُرمغز، حکیمانہ، عملی اور مفید مطلب ہے۔ جتنا سمجھے گا فلسفہ یوگ کی حقیقت کھلے گی اور مضمون میں دلچسپی بڑھے گی۔ دوسرے حصے میں بھگوان پتنجلی کے یوگ سوتر ہیں۔ ان کی نسبت سوامی لکھتے ہیں کہ ترجمہ آزادانہ دیا گیا ہے اور شرح سرسری کر دی گئی ہے۔ حقیقت میں سوامی نے یوگ سوتروں کا جو ترجمہ دیا ہے۔ وہ بعض مقامات پر بہت ہی آزادانہ ہے اور پرانے سنسکرت شارحوں کے معنی سے نہیں ملتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

(۶) "گیان یوگ"۔ "برہم گیان پر سوامی ویویکانند کے لکچروں کا ترجمہ" از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی۔ سنہ ۱۹۱۳ء ص ۳۲۰۔

مترجم نے ان لکچروں کا تعارف اس طرح کرایا ہے:۔

"سنہ ۱۸۹۳ء میں شہر شکاگو واقع امریکہ میں مذاہب کی ایک بڑی بھاری پارلیمنٹ یا مجلس منعقد ہوئی تھی جس میں دنیا کے ہر مذہب کے وکلاء ہر ملک سے شریک ہوئے تھے۔ مہاراجہ کھیتری نے جن کی ریاست صوبہ مدراس میں واقع ہے سوامی ویویکانند کو ہندو دھرم کی توضیح کے واسطے ہندوستان سے امریکہ بھیجا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب پارلیمنٹ کے جلسے ختم ہو گئے تو امریکہ کے مختلف شہروں اور مختلف جماعتوں نے سوامی کو بلاوے دئے کہ آئیے اور برہم گیان پر لکچر دیجئے۔ چنانچہ بعض شہروں میں پبلک لکچر ہوئے۔ بعض جگہ ویدانت کی انجمنیں منعقد ہوئیں۔ بعض مقاموں میں جماعتیں کھولی گئیں۔ سوامی سب جگہ جاتے اور لکچر دیتے۔ امریکہ میں جب پرچار کا رنگ جم گیا تو سوامی نے انگلستان کا رخ کیا اور یہاں آکر پبلک لکچروں اور پرائیویٹ جماعتوں کے ذریعہ سے ویدانت کا پرچار کرنے لگے۔"

اس کتاب میں سولہ (۱۶) لکچر ہیں۔

www.taemeernews.com

(۸) "الکھ امواج بہ" سری یوگ باسشٹ کا عطر"۔ مولفہ کنہیالال الکھ دھاری مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ نسخہ قدیم۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ بڑی تقطیع ص ۸۸

"یوگ بسشٹ" میں وہ نصیحتیں ہیں جو راجہ دسرتھ کے وزیر اور پروہت بسشٹ جی نے بہ حیثیت اتالیق رام چندر جی کو دی تھیں۔ اس میں حکایتوں کے ذریعے سے راج نیت اور ویدانت کے مضامین سمجھائے ہیں۔" الکھ امواج " اس کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ خلاصہ ہے۔ مجھے پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں" الکھ امواج "کے مختلف حصے۔ رسالہ" ذخیرہ رفاہ عام" کے ایک نمبر میں بھی ملے۔ تعجب ہے کہ اس رسالے پر نہ سنہ درج ہے نہ مطبعے کا نام۔ ذیل کا اقتباس اس کتاب کے حصہ چہارم سے لیا گیا ہے۔ جو رسالہ مذکور میں شائع ہوا تھا:۔

" معرفت کی دولت دو طرح سے ہاتھ میں آتی ہے۔ ایک راہ مشہور ہے یعنی ارشاد مرشد اور بیدوں اور شاستروں کی تعلیم اور عمل نیک اور صحبت صالحین سے دوسری محض عنایت الہی سے کہ بغیر سعی و تلاش کے کسی کو نصیب ہووے مثل اس میوہ کے کہ از خود اوپر سے درخت کے گر پڑے۔ دوسری طرح سے جو بعضوں کو یہ دولت ہاتھ آتی ہے۔ وہ اس حکایت کے مانند ہے۔

(حکایت) راجہ جنک موسم بہار میں باغ کی سیر کو گیا تھا۔ باغ کے ایک چمن میں سات صاحب کمال باخود بات کرتے تھے۔ راجہ نے پوشیدہ ان کی باتیں سنیں۔ ایک نے کہا کہ میں جس لذت کا طالب ہوں بہ مقابلہ اس کے لذت اس کی کہ معشوق جمیل و نوجوان و لطیف مزاج سے ایک مدت ہم آغوش رہے اور بخت اقلیم پر فرماں روائی کرتا رہے اور تندرستی اور خوبصورتی اور دولت مندی، ذرہ ہے۔ دوسرے نے کہا کہ جو برہما اور وشن اور رودر سے اعلیٰ ہے۔ اور جس سے تمام موسوم اور موہوم بنے ہیں میں اُس کا طالب ہوں ..... (ص ۸، ۹)

www.taemeernews.com

مولف۔ حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ راجہ جنک اس باغیچے میں واسطے تلاش گیان کے نہیں گیا تھا، اور جستجو واسطے تحصیل علم کے نہیں کرتا تھا۔ عنایت ربّی سے کاملین کی باتیں اس کے کان میں پڑیں اور اس کے ذہن نے خودبخود اس کی حقیقت سمجھ لی۔ پس علم لدُنی اسی طرح سے ثابت ہوتا ہے اور وہب یہی ہے۔ جس کا ذہن رسا ہوتا ہے اور جو قوت ادراک کی قوی رکھتا ہے۔ وہ بات میں سے بات اور خاک میں سے لعل نکال لیتا ہے، اور جو غبی اور کند ذہن ہوتا ہے۔ اس کو بید اور شاستروں کے پڑھنے اور برہمنوں کے چرن دھو دھو کر پینے اور تمام عمر پوتھیوں کے پاٹ کرنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔۔۔۔"

(ص ۱۲)

بھگتی

اس باب کے شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ ہندو اپنے مذہب کو نجات کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے یہاں نجات حاصل کرنے کے تین خاص طریقے ہیں۔ ایک کرم، دوسرا دھیان، تیسرا بھگتی، بھگتی کے متعلق ڈاکٹر تاراچند اپنی تحقیقی کتاب "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" (انگریزی) میں لکھتے ہیں:۔

"نجات کا تیسرا راستہ عقیدت اور بھگتی کا راستہ ہے۔ بھگتی کی تعریف مختلف طریقوں پر کی گئی ہے۔ مثلاً کسی شخصی دیوتا کی پوجا محبت کے جذبے کے ساتھ کرنی، یا ایک شخصی خدا سے شخصی عقیدت رکھنی، اس سے ایسی محبت کرنی جیسی کسی انسان سے کی جاتی ہے، اُس کی خدمت کے لئے ہر شے کو وقف کر دینا اور اس ذریعے سے موکش حاصل کرنا نہ کہ علم یا قربانی یا اعمال کے ذریعے سے۔

بھگتی مذہب کا جذباتی پہلو ہے۔ اس کی جڑیں انسانی شعور کے جذباتی

www.taemeernews.com

پہلو میں راسخ ہوتی ہیں، جیسے علم کی اس کے ذہنی، اور عمل کی اس کے ارادی پہلو میں۔ نفسیاتی طور پر یہ ناممکن ہے کہ ان تینوں پہلوؤں میں سے کوئی ایک کسی مذہبی نظام سے بالکل مفقود ہو۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ کوئی ایک پہلو بہ نسبت دوسرے کے زیادہ نمایاں ہو اور تاریخ کے کسی دور میں دوسرے پہلوؤں پر غالب ہو جائے۔ چنانچہ بھگتی کا چشمہ جو ویدک عہد میں ایک پتلی سی دھار کی صورت میں جاری ہوا وہ امتداد زمانہ کے ساتھ پورے ملک پر ایک سیلاب کی طرح چھا گیا۔

یہ جوش عقیدت کا قدیم ترین صحیفہ "بھگود گیتا" ہے۔ کرشن کی تعلیم یہ ہے کہ صرف اس کے (یعنی خدا کے) ساتھ غیر متزلزل عقیدت رکھنے سے انسان اس تک پہنچ سکتا ہے۔ خدا ان تمام چیزوں کو قبول فرماتا ہے جو عقیدت کے ساتھ اس کے سامنے پیش کی جائیں، خواہ ایک پتی، ایک پھول، ایک پھل ہو، خواہ صرف پانی۔ عقیدت کا مقصد یہ ہے کہ تمام اعمال اس کے لئے وقف کر دئے جائیں۔ کیونکہ سچے طالب اور پرستار اپنی ہستی خدا کی ذات میں رکھتے ہیں۔ خدا اپنا بے پایاں فضل و کرم اپنے پرستاروں پر نازل فرماتا ہے۔ گناہگار پرستاروں سے بھی وعدہ ہے کہ ان کا شمار نیکوں میں کیا جائے گا بشرطیکہ وہ یکسوئی کے ساتھ عبادت کریں، نیز یہ وعدہ بھی ہے کہ وہ کبھی نیست و نابود نہ کئے جائیں گے۔ خدا کی نظر میں تمام پرستار برابر ہیں۔ خواہ وہ گناہ میں پیدا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور خواہ وہ کسی ذات یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ عقیدت ہی کے ذریعے سے خدا کو دیکھا اور معلوم کیا جا سکتا ہے اور اس سے واصل ہوا جا سکتا ہے۔ سچا عقیدت مند خدا کا محبوب ہوتا ہے، بیحد محبوب، کیونکہ خدا ہی باپ، شوہر، ماں اور دوست ہے۔

www.taemeernews.com

یہی تمام اجزا مذہب عقیدت کے ہیں۔ یعنی ایک شخصی خدا کا وجود، اس کا فضل وکرم، عقیدت مند کا اپنے تئیں خدا کی پرستش اور محبت کے لئے وقف کردینا، ذات اور فرقے کی تفریق کے بغیر سب کے لئے رہائی کا وعدہ، اور متصوفانہ وصل،،[۱]

بھگتی پر ہندوؤں کی لکھی ہوئی صرف مندرجہ ذیل کتابیں مجھے مل سکیں:۔

(۱) بھگتی ۔ (دویک مالا۔ پہلا موتی) مصنفہ سوامی دویکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن مطبوعہ پنجاب پریس، لاہور۔ ص ۱۶۰۔

سوامی دویکانند نے بھگتی کے سلسلے میں جو کتابیں لکھی ہیں یہ اس کی پہلی کڑی ہے شروع میں بھگتی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

بھگتی کے لکشن

" اپنے دل سے ہر طرح کی نمائش، چھل کپٹ، اور مکر و ریا کو دور کرکے سچے دل سے پریم پتا پرماتما کی تلاش اور جستجو میں لگ جانے کو اصطلاحی طور پر بھگتی کہتے ہیں۔ اس کی ابتدا پرمیشور پرماتما کے چرن کمل میں لگن یعنی نہایت ہی مختصر اور قلیل المعیار رغبت اور محبت سے ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ نشو ونما پاتی ہوئی اور ترقی کرتی ہوئی آخر میں لامحدود اور بے پایاں محویت اور محبت کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ایشور کے مرکز میں یہ محویت و از خود رفتگی ہی آخر

www.taemeernews.com

پربھو بھگتی کی اس لامحدود گراں بہا دولت کو پاکر ہی انسان دنیا بھر کے جانداروں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر اس وسیع دنیا کو ہی اپنا گھر سمجھنے لگتا ہے، اور اس انمول رتن کو حاصل کر کے اطمینان دل اور سکون قلب کی منزل تک پہونچ جاتا ہے۔ جیسا کہ بھگوان نارد فرماتے ہیں۔ (سنسکرت عبارت)۔ یعنی "جس انسان کو پربھو پریم کی یہ بے مثال دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ پھر دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں رہ جاتی جسے حاصل کرنے کی خواہش کبھی اس کے دل میں پیدا ہو سکے۔"

اور سب چیزیں تو زیادہ سے زیادہ پرماتما کو حاصل کرانے ہی کا ذریعہ ہو سکتی ہیں۔ مگر بھگتی ایک ایسی لازوال نعمت ہے جو خود ہی مطلوب بھی ہے اور مطلوب کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ اسی لئے اس دولت عظمیٰ کے حاصل ہونے پر جب طالب اپنے مطلوب کو پالیتا ہے تب اسے اور کوئی خواہش باقی نہیں رہ جاتی۔۔۔۔۔" (ص ۹، ۱۰)

(۲) بھگتی رہسیہ (دویک مالا۔ دوسرا موتی) مصنفہ سوامی ودیکانند مترجمہ شانتی نارائن مطبوعہ ہندوستان پریس، لاہور۔ ۱۹۳۴ء ص ۲۱۲۔

یہ بھگتی کے سلسلے کی دوسری کتاب ہے۔ مترجم نے اس کا تعارف سطور ذیل میں کرایا ہے۔

"نارائن ودیک مالا کا دوسرا موتی" بھگتی رہسیہ کے روپ میں آپ کی نذر ہے۔ یہ پستک درحقیقت پہلی پستک "بھگتی" کی تشریح و توضیح ہے۔ پہلی پستک میں شریمان سوامی ودیکانند جی نے اپنے ہندوستانی بھگتوں اور پریمیوں کو بھگتی مارگ کی اہمیت سمجھائی تھی۔ دوسری میں آپ نے اپنے امریکن شردھالوؤں کو بھگتی امرت پلانے کی غرض سے بھگتی مارگ کی زیادہ وضاحت کیساتھ تشریح و توضیح کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتیں جو بھگتی

www.taemeernews.com

میں اشارۃً اور مختصراً بیان کی گئی ہیں وہ "بھگتی رہسیہ" میں زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ پیش ہوئی ہیں .....

"بھگتی رہسیہ" چونکہ سوامی جی مہاراج کے ان لکچروں کا ایک نادر مجموعہ ہے جو آپ نے امریکہ میں وہاں کے باشندوں کے سامنے دئے تھے۔ اس لئے آپ نے ان لکچروں میں جگہ جگہ یسوع بھگتی کا ذکر کیا ہے، اور یسوع کی روحانی زندگی کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی تعلیم کی عظمت اور پاکیزگی کو تسلیم کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ظاہر کیا کہ عیسائی مت کے موجودہ مبلغ بھگوان مسیح کی عملی پیروی نہ کر کے صرف ان کی زندگی کے ایک پہلو کا ہی پرچار کرتے ہیں، اس لئے ان کی مکمل تعلیم سے دور جا پڑے ہیں۔"

(۳) بھگتی اور ویدانت (نارائن ودیک مالا۔ موتی ۳) مصنفہ سوامی ودیکانند مترجمہ شانتی نارائن۔ مطبوعہ مفید عام پریس، لاہور۔ ص ۲۰۰۔

یہ اس سلسلے کی تیسری کتاب ہے۔ اس کا ذکر ویدانت کی کتابوں کے ذیل میں آچکا ہے۔

(۴) نیا بھگت مال، جلد اول" جس میں نئے اور پرانے بھگتوں کے دلچسپ حالات اور مفید ارشادات بھی کہیں کہیں شامل کئے گئے ہیں۔" از شیو برت لال۔ مطبوعہ ہندستانی پریس، لکھنو۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ ص ۶۱۰۔

یہ کتاب رسالہ "سنت سماگم" کی جلد ۲ شمارہ ۱۲ - ۴ پر مشتمل ہے۔ اس رسالے کے ایڈیٹر بابو شیو برت لال تھے۔ انھوں نے متعدد صوفیانہ اور اخلاقی کتابیں لکھی ہیں۔ "نیا بھگت مال" بھی اسی سلسلے کی کتاب ہے۔ اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

"بھگت مال کے مصنف نابھاجی ہیں جو ویشنو تھے اور نہایت بلند خیال اور روشن ضمیر بزرگ تھے۔ یہ کتاب جس قدر مقبول عام ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اکثر معتقد اسے دینی اور دنیاوی مراد حاصل کرنے کی نیت سے

www.taemeernews.com

مطالعہ کرتے ہیں. بعضوں کو تو اس پر اس قدر وشواس ہے کہ ان کے عقیدے میں مردہ لاش کے سینے پر بھگت مال کی پوتھی رکھ دینے سے از سر نو زندگی آگئی ہے. ہندو اس کتاب کو ہر پہلو سے متبرک، پاک اور قابل تعظیم سمجھتے ہیں، اور اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ صاف باطن عام طبیعت کے آدمی کو اس کے پڑھنے سننے، سوچنے وچارنے سے بھگتی کی دولت مل جاتی ہے۔

نابھاجی کی اصل کتاب ہندی نظم میں ہے جس کی زبان مشکل اور غیر فہم ہے. پریا داس جی نے اس کی شرح ہندی نظم میں لکھی ہے. وہ بھی آج کل کے آدمیوں کے لئے آسان نہیں ہے. مسلمانوں کے عہد میں لالہ لال جی داس جی کالیستھ نے سوامی پریا داس جی کے پوتے کی مدد سے اس کا عام فہم ترجمہ کیا. اور بھی ایک آدھ صاحبوں نے اس پر طبع آزمائی کی لیکن ان کی کتابوں کی کافی اشاعت نظر نہیں آتی. ممکن ہے وہ اب بھی کسی کسی کتب خانوں میں ہوں لیکن عام طور پر دستیاب نہیں ہوتیں سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں لالہ گمانی لال صاحب کالیستھ، ساکن رہتک، نے فارسی زبان میں اس کا عالمانہ ترجمہ کیا جو برسوں مقبول عام اور ہر دل عزیز تھا لیکن غیر ملکی زبان ہونے کی وجہ سے اس کی بھی اشاعت جاتی رہی اس کے بعد سمت ۱۹۱۶ بکرمی میں لالہ تلسی رام صاحب اگروال نے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا جو بہت مقبول عام ہوا. مترجم نے نہایت عرق ریزی اور محنت سے کام لیا ہے. یہ ترجمہ بار بار چھپا اور اب بھی بہ کثرت ملتا ہے ان کے بعد ہندی نظم میں مہاراجہ رگھوراج سنگھ صاحب بہادر والی راج "ریواں" نے بھی ترجمہ کیا جو بہت ضخیم ہے. اور بمبئی کے چھاپے خانے

www.taemeernews.com

میں ملتا ہے۔ ممکن ہے اور لوگوں نے بھی اس کے ترجمے کی جانب توجہ کی ہو لیکن میری واقفیت محدود ہے۔ پروفیسر ولسن صاحب مرحوم انگریز نے اپنی مشہور کتاب "ہندو ازم" کی تصنیف میں اس سے بہت مدد لی ہے۔ ان سب تراجم سے صاف ظاہر ہے کہ 'بھگت مال' بڑے پائے کی کتاب ہے"

اس کتاب کے پہلے باب کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"بھگتی تین قسم کی ہے۔ کرم بھگتی، اُپاسنا بھگتی، اور گیان بھگتی تینوں میں سے اگر کوئی باقاعدہ بن آوے تو نتیجہ یکساں ہوتا ہے۔ سبب ظاہر ہے۔ "بھگتی"، سنسکرت لفظ "بھج" سے نکلا ہے جس کا اصلی اور لغوی مطلب "سیوا" یا "خدمت" ہے، اور خدمت کا تعلق دل سے ہے۔ چاہے کرم ہو یا اُپاسنا ہو، چاہے گیان ہو، تینوں ہی دل سے کئے جاتے ہیں۔ دل کا شامل ہونا ہر حالت میں لازم ہے۔ بغیر اس کی شمولیت کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ بھگتی اس طرح تین ہی قسم کی ہے۔ ہاں اس کی شاخیں (شٹھائیں) متعدد ہیں جن میں سے کئی ایک کی وضاحت بتدریج آئندہ ہوتی چلے گی۔

کرم بھگتی میں دل کے ساتھ جسم، جسمانی اعضاء اور جسمانی کاروبار شامل رہتے ہیں۔ اُپاسنا بھگتی میں دل، دلی جذبات اور دلی کاروبار کا شمول ہے۔ گیان بھگتی میں دل کے ساتھ عقل، عقلی جذبات، تخیلات، انبھو، اور عقلی سوچ وچار اور غور وفکر کا میل رہتا ہے۔ یہ ان کے درمیان ظاہری فرق ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" (ص ۱۱)

(۱۵) بھگت مال۔ مترجمہ منشی تلسی رام۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۸۰ء بڑی تقطیع ص ۴۵۶

"نابھاجی" کی یہ وہی مشہور کتاب ہے جس کی تعریف بابو شیوبرت لال نے "نیا بھگت مال" کے دیباچے میں کی ہے بھگتی کی تلقین کے لئے جو حکایتیں اس میں درج ہیں ان میں

www.taemeernews.com

سے ایک ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس سے ترجمے کی خوبی کا بھی اندازہ ہوگا۔ یہی ترجمہ ہے جس کی نسبت بابو شیو برت لال نے لکھا ہے کہ بہت مقبول ہوا:۔

کتھا ہنس پرسنگ

"ایک راجہ کو مرض جذام تھا۔ بہت علاج کیا آرام نہ ہوا۔ طبیب نے کہا کہ ہنس جانوروں کے گوشت سے شفا ممکن ہے۔ راجہ نے صیاد بلائے واسطے لانے ہنسوں کے تاکید کی۔ صیادوں نے عرض کیا کہ ہنس مان سرور پر رہتے ہیں اور غیر جنس کو دیکھ کر اڑ جاتے ہیں، ہم کس طرح لاویں۔ راجہ نے حکم دیا اگر نہ لاؤ گے سزا ہوگی۔ لاچار چلے اور باہم مشورہ کیا کہ ہنس بھگوت بھگتوں سے خوف نہیں کرتے۔ سو سادھو روپ بنا کر گئے۔ اگرچہ ہنسوں نے فریب صیادوں کا جان لیا لیکن بھیکھ کو نہ ماننا بھاگوت دھرم سے بعید جان کر دانستہ گرفتار ہو گئے۔ صیاد پکڑ کر راجہ کے پاس لائے۔ ہنوز بند میں تھے کہ 'بھگت بتل مہاراج'، جو ہر وقت واسطے سہائے اپنے بھگتوں کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں بہ لباس طبیب اس شہر میں موجود ہوئے۔ اولاً وہاں کے بازار میں بازار طبابت کا گرم کیا اور پھر راجہ کے پاس پہونچے۔ راجہ نے حال اپنی بیماری اور گرفتار کرا کر منگانے ہنسوں کا بیان کیا۔ خود بدولت نے تشفی فرما کر کہا کہ تم کو بہت جلد شفا ہو جاوے گی۔ ان جانوروں کے گرفتار رکھنے کی کچھ ضرورت نہیں، چھوڑ دو، راجہ کو بہ سبب بہت تلاش سے منگانے کے تامل ہوا تو کچھ دوا منگا کر راجہ کے بدن پر ملوائی کہ شفا کامل ہو گئی۔ راجہ کمال خوش ہوا اور ہنسوں کو اسی وقت چھوڑ دیا۔ طبیب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ مال و منال، راج وغیرہ سب آپ کا ہے، جو کچھ مطلوب ہووے ارشاد ہو کہ پیش

www.taemeernews.com

کروں طبیب نے فرمایا کہ فی الحقیقت سب ہمارا ہے۔ اب تم بھگوت بھگتی اور سادھو سیوا اختیار کر کے آدمی جسم کہ کمال مشکل سے نصیب ہوتا ہے سپھل کرو۔ راجہ نے قبول کیا، اور چونکہ بھگوت بھگتوں سے اور بھگوت کے درشنوں سے دل کو صفائی ہو گئی تھی۔ ایسا بھگت ہوا کہ تمام راج میں بھگوت بھگتی کا رواج ہو گیا یہ ہنس پرسنگ لایق سمجھنے کے ہے کہ جانوران کو تو یہ بھگتی ہو اور آدمی کہ صاحب تمیز اور عقل ور ہوتا ہے۔ وہ بمکھ ہووے تو وہ آدمی ہے یا جانوروں سے بدتر، اور جہنمی ہوگا یا نہیں۔" (ص ۷۸، ۱۴۷)

بھگوت گیتا

بھگتی کا قدیم ترین صحیفہ، جیسا کہ ڈاکٹر تاراچند نے لکھا ہے، بھگوت گیتا ہے۔ ہندوؤں کے مذہبی ادب میں یہ کتاب اپنی اعلیٰ تعلیمات اور مقبولیت کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ دنیا کی تمام مہذب زبانوں میں اس کے ترجمے

www.taemeernews.com

جو پہلی بار ۱۸۹۳ء میں دو سو صفحات پر گیان پریس، اکبر آباد میں چھپا تھا۔ اس میں گیتا کی چوتھی ادھیا کے چند اشلوکوں کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

سری کرشن کہتے ہیں :-

"اے ارجن، کرم جوگ یعنی تہذیب اخلاق عمدہ چیز ہے اور یہی لازوال ہے۔ میں نے سب سے پہلے یہ علم آفتاب کو سکھایا تھا، اور آفتاب نے 'بیوست مُن' کو، اور اس نے اِچھواک کو، اس علم کے جاننے سے راجے فضیلت پاتے ہیں کیونکہ درویش صفت ہو جاتے ہیں۔ لیکن انقلاب سے زمانے کے یہ علم معدوم ہو گیا ہے۔ یہ جوگ قدیم اور نہایت شریف ہے تجھے اپنا عزیز سمجھ کے بتاتا ہوں۔ ارجن نے کہا :- اے کرشن، تم اب پیدا ہوئے ہو اور آفتاب مدت مدید سے ہے پس میں کیونکر باور کروں کہ تم نے یہ علم آفتاب کو سکھایا۔" کرشن نے جواب دیا :- اے ارجن، میں اور تو قدیم ہیں، لیکن اس کی حقیقت تو نہیں جانتا ہے، میں جانتا ہوں۔ میں وہ ہوں جس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا، اور صاحب تمام عالم کا ہے۔ مگر طبیعت سے تنا منج میں پھنسا ہوں جب اخلاق حمیدہ گم ہو جاتے ہیں اور شر و فساد زیادہ ہو جاتا ہے تو اعتدال دینے کو ایک صورت پیدا ہوتی ہے۔ میں وہ صورت ہوں۔ واسطے مدد دینے نیکوں کے اور استیصال بدوں کے اور قائم کرنے بنیاد عقل کے اور اکھاڑنے دیوار ظلم کے میں پیدا ہوا ہوں تاکہ آئندہ کوئی اپنی حد سے باہر پاؤں نہ دھرے اور افراط و تفریط نہ ہونے پاوے۔" (ص ۵۶-۵۸)

(۲) بھگوت گیتا مع اردو ترجمہ۔ مترجمہ منشی شیام سندر لال۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۴ء ص ۴۱۲۔ اس کتاب میں ترجمے کے ساتھ متن اور اس کی شرح بھی ہے۔ جس کا نمونہ یہ ہے :-

www.taemeernews.com

"(سنسکرت عبارت).....

(۱) ارجن نے کہا، اے کرشن مہاراج آپ کرم کا تیاگ یعنی ترک فرماتے ہیں اور پھر جوگ یعنی اختیار کرنا بھی لازمی کہتے ہیں۔ پس ان دونوں میں سے ایک جو درحقیقت بہتر ہو وہ مجھ سے فرمائیے۔

(۲) شری بھگوان نے فرمایا کہ کرم کا ترک اور اختیار دونوں نجات دینے والے ہیں۔ لیکن کرم کے ترک سے کرم کا اختیار اعلیٰ ہے۔

ٹیکا..... لیکن دونوں میں کرم نہ کرنے سے کرم کا کرنا بہتر ہے کیونکہ کرم کا نہ کرنا آتم گیانی یعنی عارف کو لازم ہے، اور اگیانی کے واسطے جس کو دیہہ اور آتما میں تمیز نہیں ہے، یعنی جسم ہی کو آتما مانتا ہے، کرم کا کرنا ہی پُر ضرور ہے اور تم دیہہ یعنی جسم کو آتما یعنی نفس ناطقہ مانتے ہو اور بھائیوں کے مرنے کا غم کرتے ہو، لہٰذا اگیانی ہو۔ پس تم کو کرم جوگ یعنی کرم کرنا ہی بہتر ہے۔ جب کرم کرتے کرتے بعد صفائی باطن کے تم کو گیان ہوگا تب تم کرم کے ترک کر دینے کے لائق ہوگے۔ یہ دونوں امر موافق درجے اور لیاقت کے بیان کئے گئے۔" (ص ۲۹-۱۲۸)

(۳) شری بھگوت گیتا۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ سمت ۱۹۷۷ بکرمی ص ۲۱۴۔ چھٹی ادھیا کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے۔ اس میں یوگ اور سنیاس کے معنی سمجھائے ہیں:۔

"شری کرشن جی بولے کہ اے ارجن جو منش کرم یوگ سادھ کر مجھ سے ملنا چاہے اور پھل کچھ نہ مانگے تو اسی کو سنیاسی جان۔ میرے ساتھ جڑنے سے تو اس کو یوگی مان۔ پھل کی خواہش نہ کرنے سے سنیاسی ہو جاتا ہے۔ جٹا بڑھانے، بھسم رمانے اور دھونی جلا کر بیٹھنے سے سنیاسی نہیں بن سکتا۔ اے پانڈو، یوگی

www.taemeernews.com

جن سینا سی اسی کو کہتے ہیں۔ جس کے من میں میرے چرن کمل کے بنا اور خواہش نہیں۔ خواہشیں اس وقت تک نہیں مٹ سکتیں جب تک ایک من ہو کر میرا سمرن نہ کیا جائے۔ اور جب تک خواہشات باقی رہتی ہیں اس وقت تک میرے دھیان میں لین نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سینا اس اور یوگ ایک سے ہیں۔ میرے ساتھ جڑنے کے لئے ست کرم کرنے چاہئیں ... ،،(ص ۹۸، ۹۹)

(۴) بھگوت گیتا۔ مترجمہ منشی دیبی پرشاد۔ مطبوعہ رام پریس، میرٹھ ۱۹۱۳ء۔ ص ۹۰

اس کتاب میں ترجمے سے پہلے ہر ادھیا کے مضمون کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

(۵) شری مد بھگوت گیتا۔ موسوم بہ "فلسفہ الوہیت" مع ترجمہ و تشریح از رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ مدن دہلوی۔ مطبوعہ رام نرائن پریس، متھرا، پانچواں ایڈیشن، ۱۹۲۲ء ص ۳۴۳۔

بھگوت گیتا کے جتنے اردو ترجمے میں نے دیکھے، زبان و بیان کی خوبیوں اور مطالب کی وضاحت کے لحاظ سے "فلسفہ الوہیت" کو ان سب پر فوقیت حاصل ہے۔ پنڈت جانکی ناتھ کو فلسفیانہ اور الہیاتی مسائل کے بیان پر بڑی قدرت ہے۔ ان کی زبان کی شستگی اور روانی بھی پڑھنے والے کو خاص طور پر متاثر کرتی ہے۔ ترجمے اور تشریح کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

"چوتھی ادھیا۔ کرم سینا اس یوگ"

(۱) (سنسکرت منتر)۔۔۔۔۔۔

"شری بھگوان نے فرمایا" میں نے یہ لازوال علم معرفت دیوسوت کو بتایا دیوسوت نے منو کو۔ منو نے اکشواک کو۔"

علم ذات راجہ دیوسوت کے بعد منو کو اور منو کے بعد راجہ اکشواک، شری رام چندر جی کے دادا کو حاصل ہوا تھا۔ موحد کے لئے ضمیر کلام بالکل

www.taemeernews.com

صاف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آتما ہمیشہ بدستور ہے اور سب میں محیط ہے جب انسان کا باطون کثافت جہل سے صاف ہوجاتا ہے۔ اس وقت اس میں علم ذات کا اشراق ہونے سے دوئی کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا اشخاص میں اس علم نے وقتاً فوقتاً اشراق پایا تھا۔ اس ادھیا کے چھٹے منتر میں اس منتر کا مطلب ظاہر کیا جائے گا۔

(۲) (سنسکرت منتر)۔۔۔۔۔۔

"اے ارجن جو علم اس طرح پر زمانہ قدیم سے چلا آیا تھا اس کو راج رشی جانتے تھے۔ وہ علم اب زمانہ دراز سے محجوب ہوگیا ہے"

راج رشی وہ لوگ تھے جو باوجود اپنی ریاست کا کاروبار کرنے کے مرتاض اور اس علم سے واقف تھے۔ کرشن بھگوان کے زمانے سے پیشتر علم راج اُن راج رشیوں میں باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے انھوں نے پھر اس کا اعلان کیا۔

۳۔ (سنسکرت منتر)۔۔۔۔۔۔۔۔

"وہی قدیم علم میں تجھے اب بتاتا ہوں۔ تو میرا معتقد اور رفیق ہے اور یہ عالی اسرار ہیں"

علم ذات ایک ہے اور وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ پس کرشن بھگوان نے انھیں رموز کو جو عارفان گزشتہ کے سینے میں تھے از سر نو ظاہر کیا۔" (ص ۹۵-۹۶)

مترجم نے ہر ادھیا کا خلاصہ بھی اس کے آخر میں لکھ دیا ہے۔ چنانچہ چوتھی ادھیا کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"آتما لازوال، محیط اور قدیم ہے، اور مصدر علم و سرور ہے۔ اس کا علم کبھی ضائع نہیں ہوتا، البتہ کبھی پوشیدہ اور کبھی آشکارا ہوتا رہتا ہے صرف عارف اس

www.taemeernews.com

رمز کو جانتے ہیں۔ جاہل تموگن یعنی صفت ادنیٰ کے غالب ہونے کی وجہ سے اس کے سمجھنے سے معذور رہتے ہیں اور انسانوں میں صرف صفت اور فعل کا فرق ہوتا ہے۔ آتما تو سب میں یکساں موجود ہے۔ وہ آتما جسمانی اعمال اور ان کے نتیجے سے بے تعلق رہتی ہے۔ پس انسان بے تعلق ہو کر فعل کرنے سے آتما میں وصل ہو سکتے ہیں۔ کرم سنیاس یعنی ترک فعل کے یہی معنی ہیں۔ فعل دو قسم کے ہیں۔ فعل با تعلق اور فعل بے تعلق۔ اول قسم کے فعل میں نیک و بد کا تمیز ہوتا ہے، اور وہ ادنیٰ ہے۔ دوسری قسم کے فعل میں نظر نیکی اور بدی دونوں سے اٹھ جاتی ہے، اور وہ عارفوں کے طریقے کے مطابق ہے۔ اس طرح پر عمل کرنے سے تمام افعال آتش عرفان میں سوخت ہو جاتے ہیں اور انسان ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ وید میں جتنے عملی طریقے درج ہیں ان کا اصلی مطلب اور نتیجہ علم معرفت کا حاصل کرنا ہے، اور علم معرفت وہ سب سے اعلیٰ شے ہے جس کے بغیر شکوک رفع نہیں ہوتے اور آرام نہیں ملتا۔ پس انسان کو واجب ہے کہ وہ اسی کا طالب ہو۔" (ص ۱۱۴)

(۶) چشمۂ عرفاں۔ مترجمہ منشی جگناتھ پرشاد عارف۔ مطبوعہ نامی پریس، میرٹھ، ۱۹۲۵ء ص ۱۹۲۔

مترجم نے ترجمہ سے پہلے ۳۲ صفحات کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں ہندو لٹریچر کی مذہبی اصطلاحات کے معنی بیان کئے ہیں اور تمام ادھیاؤں کے مضامین کا خلاصہ دیا ہے۔

(۷) 'شریمد بھگوت گیتا رہسیہ'۔ مولفہ لوکمانیہ بال گنگادھر تلک۔ مترجمہ شانتی نارائن مطبوعہ امرت پریس لاہور۔ تیسرا ایڈیشن ۱۹۳۵ء۔ بڑی تقطیع۔ ص ۳۶۰۔

(۸) 'شریمد بھگوت گیتا: از لوکمانیہ تلک۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ امرت پریس لاہور

www.taemeernews.com

بڑی تقطیع۔ ص ۱۵۲۔

یہ دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں شائع ہوئی ہیں "گیتا رہسیہ" میں لوکمانیہ تلک نے گیتا کی تعلیم کی تشریح و توضیح کے علاوہ اس پر عالمانہ بحث بھی کی ہے۔ دوسری کتاب میں شلوکوں کا اردو ترجمہ اور ان کی شرح ہے۔ گیتا رہسیہ کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

گیتا کا مقصد

"اگر ہمیں گیتا کے اُپدیش کا راز جاننا ہے تو اس کے آغاز اور انجام کو ضرور دھیان میں رکھنا پڑے گا۔ بھگتی سے موکش کیسے ملتی ہے۔ برہم گیان یا پاتنجل یوگ سے۔ موکش کی شدھی کیسے ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ محض ترک افعال یا کرم تیاگ اور سنیاس دھرم سے تعلق رکھنے والے سوالات کی چرچا کرنے کا وہاں کچھ موقع نہیں تھا۔ کیونکہ اس وقت بھگوان سری کرشن کا مقصد نہیں تھا کہ ارجن سنیاس لیکر اور بیراگی بن کر بھیک مانگتا پھرے، یا لنگوٹی باندھ کر یا نیم کے پتے کھا کر تا حیات ہمالہ کی گپھاؤں میں یوگ ابھیاس سادھتا رہے۔ بھگوان کی منشا یہ نہ تھی کہ ارجن دھنش بان پھینک دے اور ہاتھ میں بین یا مردنگ لیکر کورکشیتر کی دھرم بھومی میں کھڑے ہوئے بھارت یودھا کشتریوں کے سامنے بھگوان کا نام زور زور سے رٹتا ہوا بری نہلا[1] کی مانند ایک مرتبہ پھر ناچ کرے۔ کیونکہ اب تو روپوشی کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اور ارجن کو کورکشیتر میں کھڑے ہو کر اور ہی طرح کا ناچ ناچنا تھا۔ اس لئے بھگوان نے گیتا کہتے کہتے جگہ جگہ پر طرح طرح کے مختلف وجوہات بیان کر کے آخیر میں نتیجہ ظاہر کرنے والے پُر زور لفظ "تسمات" (اس لئے)

---

[1] بری نہلا "وارٹ دیش میں اپنی جلاوطنی کے زمانے میں ارجن نے اپنے آپ کو ہیجڑا ظاہر کر کے اور اپنا نام بری نہلا بتا کر مہاراجہ وارٹ کی لڑکی کو ناچنا سکھایا تھا۔"

www.taemeernews.com

کا استعمال کرکے ارجن کو شغل فرائض کا یہ فیصلہ کن اُپدیش کیا کہ اس لئے ہے ارجن تو یُدھ کر (گیتا ۲۔ ۱۸)، اس لئے اے کُنتی کے پُتر تو جنگ کرنے کا یقینی فیصلہ کرکے اُٹھ (گیتا ۲۔ ۳۷)، اس لئے تو موہ چھوڑ کر اپنا فرض ادا کر (گیتا ۳۔ ۱۹)، اس لئے تو کرم ہی کر (گیتا ۴۔ ۱۵)، اس لئے تو میرا سمرن کر اور لڑ (گیتا ۸۔ ۷)، کرنے والا سب کچھ میں ہی ہوں۔ تو صرف ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے دشمنوں سے جنگ کرکے ان پر فتح پا (گیتا ۱۱۔ ۳۳) شاستر وکت فرائض سر انجام دینے تجھے مناسب ہیں (گیتا ۱۶۔ ۲۴) نیز اٹھارویں ادھیائے کے خاتمے پر بھگوان نے اپنی تصفیہ کن اور اعلیٰ رائے کو اور بھی ایک مرتبہ اس طرح صاف کیا ہے۔ اس لئے ان سب کرموں کو کرنا ہی چاہئے (گیتا ۱۸۔ ۶)، اور آخر میں (گیتا ۱۸۔ ۷۲) شری بھگوان نے ارجن سے یہ سوال کیا ہے کہ "ہے ارجن تیرا موہ ابھی تک نشٹ ہوا ہے کہ نہیں"۔ اس پر ارجن نے یہ اطمینان دلانے والا جواب دیا ہے کہ "اے غیر متزلزل (کبھی ڈانواڈول نہ ہونے والے) اپنے فرائض کے متعلق میرا موہ اور شک و شبہ سب دور ہو گیا۔ اب میں آپ کی ہدایت کے مطابق سب کام کروں گا۔" ارجن کا یہ جواب محض زبانی ہی نہیں تھا۔ اس نے جو کچھ کہا دکھایا۔ جنگ کیا اور جنگ میں درحقیقت بھیشم، کرن، جیدرتھ وغیرہ سب کو مار گرایا۔ اس پر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ بھگوان نے ارجن کو جو اُپدیش دیا ہے وہ محض "ترک فرائض" سے تعلق رکھنے والے گیان، یوگ، یا بھگتی کا ہی ہے، اور یہ ہی گیتا کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ لیکن جنگ کا آغاز ہو جانے کی وجہ سے بیچ بیچ میں تعمیل فرائض کی بھی تھوڑی سی تعریف کرکے بھگوان نے ارجن کو جنگ ختم کرنے کا موقع دیا ہے۔ گویا

www.taemeernews.com

اس جنگ کا خاتمہ کوئی حقیقی مقصد نہیں تھا۔ اسے صرف دوسرے درجے کا یا ارتھ وارد (جملہ معترضہ) سے تعلق رکھنے والا سمجھنا چاہئے۔ لیکن ایسی بودی اور بوسیدہ دلائل سے گیتا کے آغاز اور انجام کے نتائج ٹھیک ٹھیک ثابت نہیں ہوسکتے۔ یہاں (کورکشیتر کے میدان جنگ میں) تو اسی بات کی عظمت دکھانے کی ضرورت تھی کہ اپنے دھرم سے تعلق رکھنے والے اپنے فرائض کو طرح طرح کی مصیبتیں جھیل کر اور صعوبتیں برداشت کرکے بھی ادا کرتے رہنا چاہئے۔ اس منشا کو ثابت کرنے کے لئے سری کرشن چندر جی نے گیتا بھر میں کہیں کوئی ایسی بے سروپا وجہ نہیں بتائی جیسی بعض لوگوں نے مذکورہ بالا اعتراض میں پیش کی ہے۔ اگر کوئی ایسی بے دلیل اور بودی وجہ بتائی بھی جاتی تو ارجن جیسا عقلمند اور بال کی کھال نکالنے والا انسان اس پر ایمان کیسے لاتا۔ اس کے دل میں سب سے اہم سوال کیا تھا۔ یہی کہ خاندان کی خوفناک تباہی کو آنکھوں کے سامنے صاف دیکھ کر مجھے جنگ کرنا چاہئے یا نہیں۔ اور اگر جنگ کرنا بھی چاہئے تو اس کا ایسا طریقہ کون سا ہوسکتا ہے جس سے مجھے بالکل پاپ نہ لگے۔ اس ٹیڑھے سوال کے (اس اہم ترین) جواب کو کہ "نشکام ہوکر جنگ کر یا کرم کر،، ارتھ وارد کہہ کر کبھی ٹالا نہیں جاسکتا۔ ایسا کرنا گویا گھر کے مالک کو اسی کے گھر میں مہمان بتانا ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ گیتا میں ویدانت، بھگتی اور پاتنجل یوگ کا اپدیش بالکل نہیں دیا گیا، بلکہ ان تینوں مضامین کا گیتا میں جو میل کیا گیا ہے وہ صرف ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جس سے متضاد (ایک دوسرے کے مخالف) دھرموں کی خوفناک تشویش میں پڑے ہوئے "یہ کروں یا وہ" سوچنے والے اور اپنے فرض کے متعلق لیت ولعل میں پھنسے ہوئے ارجن کو کوئی ایسا راستہ

www.taemeernews.com

مل جائے جس سے اُسے پاپ بھی نہ لگے اور وہ اپنے اس کرم میں بھی مصروف
ہو جائے جو کشتری دھرم کی رو سے اس کے لئے مقرر ہے۔
اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تکمیل فرائض کا گیان ہی گیتا کا حقیقی مقصد ہے،
اور باقی تمام باتیں اس مقصد کے حصول کے لئے کہی گئی ہیں۔ یعنی وہ مضمون
کے سلسلے میں آگئی ہیں۔ اس لئے گیتا دھرم کا راز بھی شغل عمل یعنی تکمیل
فرائض ہی ہونا چاہئے۔" (ص ۲۴ - ۲۵)

(۹) "گیتا امرت" معروف بہ "اکسیر روح" از چودھری روشن لال۔ ایم۔ اے۔ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور بسنہ ۱۹۳۶ء۔ ص ۲۳۴۔

اس کتاب کا دیباچہ سر گوکل چند نارنگ، سابق وزیر حکومت پنجاب، نے لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں کہ:۔

"اس کتاب میں چودھری صاحب نے بھگوت گیتا کا عطر نکال کے رکھ دیا ہے
اور اس کی حقیقی تعلیم پر نہایت خوش اسلوبی سے روشنی ڈالی ہے نیز شلوکوں
کے ساتھ مختلف بزرگوں اور عارفوں اور مختلف زبانوں یعنی ہندی، اردو
فارسی، پنجابی اور انگریزی کے باکمال شعرا کا کلام درج کر کے اس چھوٹی سی
بزم معرفت کو نہایت آراستہ کر دیا ہے"

دیباچے میں یہ تصریح بھی ہے کہ:۔

"یہ کتاب درحقیقت وہ ایڈریس ہے جو چودھری روشن لال ایم۔ اے نے
بحیثیت صدر استقبالیہ کمیٹی پنجاب پراونشل گیتا کانفرنس میں جو ماہ فروری
سنہ ۱۹۳۵ء میں بمقام ملتان منعقد ہوئی تھی پڑھا تھا۔"

مترجم نے سنسکرت شلوک لکھ کر پہلے اسے فارسی رسم الخط میں نقل کیا ہے، پھر اردو ترجمہ اور شرح لکھی ہے۔ شرح میں مختلف زبانوں کے ہم معنی اشعار کے اندراج سے کتاب کے

www.taemeernews.com

لطف اور دل چسپی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ مثلاً :۔

(سنسکرت شلوک)

(شلوک فارسی رسم الخط میں)

"ترجمہ۔ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں مگر جس کی بدولت آنکھیں دیکھتی ہیں اس کو تو پرماتما جان۔ وہ پرماتما نہیں جس کی تو اپاسنا کر رہا ہے۔

کٹھ اُپ نشد کا بھی منتر ہے۔ (منتر سنسکرت۔ پھر وہی منتر فارسی رسم الخط میں)

ترجمہ :۔ پرماتما کا روپ نظر میں نہیں ٹھہرتا اور نہ ہی آنکھ سے اسے کوئی دیکھ سکتا ہے۔ صاحبان، اسی خیال کو فارسی زبان کے زبردست شاعر خواجہ حافظ نے یوں ادا کیا ہے ؎

دیدن روئے ترا دیدۂ جاں می باید　　دیں کجا مرتبہ چشم جہاں بیں من است

یعنی اے خدا تیرے چہرے کو دیکھنے کے لئے اندرونی آنکھ یعنی روحانی آنکھ چاہئے میری ظاہری آنکھ میں یہ طاقت کہاں کہ تیرا جلوہ دیکھ سکے۔ اسی موضوع پر مولانا روم فرماتے ہیں ؎

چشم سر را طاقت دیدن نہ بود　　چشم دل را لایق دیدار کرد

مطلب :۔ بیرونی یا ظاہری آنکھ کو پرماتما کے جلوے کے دیکھنے کی طاقت نہ تھی، اس لئے دل کی آنکھ یعنی روحانی آنکھ کو دیدار کے قابل بنایا۔ سر اقبال کا شعر ہے ؎

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی　　ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

یعنی دل کی آنکھ کھولنے سے ہی پرماتما کا دیدار ہوتا ہے۔ پنجاب کے مشہور عارف بُلے شاہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جیہہ توں دل دیاں چشماں کھولیں　　ہو اللہ ہو اللہ بولیں

میں مولا کہہ ماریں چیکے　　اللہ شہ رگ تھیں نزدیک

یعنی دل کی آنکھ کھولنے سے ہی تمہیں پرماتما کا دیدار نصیب ہو سکتا ہے اور پرماتما تو شاہ رگ

www.taemeernews.com

سے بھی نزدیک ہیں

گورو نانک دیو جی فرماتے ہیں ؎

نانک سے اکھیاں بتین جنھی دسند دما پری

یعنی وہ آنکھیں اور ہیں جن سے میرا پیارا یعنی پربھو نظر آسکتا ہے۔

کبیر بھگت جی کہتے ہیں کہ پرماتما کے درشن چاہتے ہو تو۔ ع

باہر کے پٹ بند کر، اندر کے پٹ کھول

الغرض دویہ نیتر (چشم بینا) عطا کرنے کے بعد بھگوان نے ارجن کو اپنا وارٹ روپ دکھایا جس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔۔۔۔۔۔۔" (ص ۹۲-۹۸)

(۱۰) گیان پرکاش۔ معروف بہ "نور ہدایت"، مولفہ چودھری روشن لال ایم۔اے۔ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور ۱۹۳۷ء ص ۲۶۳

(۱۱) گیتا گیان۔ معروف بہ "روح معرفت" مولفہ چودھری روشن لال ایم۔اے۔ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور ۱۹۴۳ء ص ۲۵۹

ان دونوں کتابوں میں بھی گیتا کی تعلیم کے مختلف حصوں پر مولف نے روشنی ڈالی ہے اور شرح کا تقریباً وہی انداز قائم رکھا ہے جس کا نمونہ ان کی پہلی کتاب "گیتا امرت" کے ذکر میں اوپر پیش کیا گیا ہے۔ "گیتا گیان" کے دیباچے میں بہاری لال جگیاسو، ایڈیٹر "دیش بھگت" ملتان، لکھتے ہیں :۔

"چودھری روشن لال صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ سی۔ ایس۔ کے "دیش بھگت" اخبار کے اندر شائع شدہ مضامین کا ایک حصہ پہلے "گیتا پرکاش" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ اب دوسرا حصہ گیتا گیان کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے ..... چودھری صاحب کی مصنفانہ حیثیت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اردو اور فارسی کے زبردست عالم ہونے کے باوجود اپنے خیالات کو

www.taemeernews.com

نہایت آسان زبان میں قلم بند کرتے ہیں تاکہ عوام بخوبی سمجھ جائیں، کیونکہ وہ
جو کچھ لکھتے ہیں عوام کے لئے ہی لکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

(۱۲) "بھگوت گیتا" کے ایک اور اردو ترجمے کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے پندرہویں خطبے مورخہ ۴ر دسمبر ۱۸۶۵ء میں کیا ہے۔ یہ اٹاوہ سے شائع ہوا تھا۔ یہ ترجمہ مجھے دستیاب نہیں ہوا دتاسی نے اس کا کوئی اقتباس نہیں دیا ہے۔ (خطبات گارساں دتاسی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء ص ۴۷۹)

(۱۳) "بھگوت گیتا" کے منظوم ترجموں میں سے جو ہندوؤں کے قلم سے ہیں صرف تین مجھے مل سکے۔ ان میں سے ایک مخزن اسرار کے نام سے پنڈت دینا ناتھ مدن کا ہے اور موصوف کے والد پنڈت جانکی ناتھ مدن کے ترجمہ گیتا موسوم بہ "فلسفۃ الوہیت" کے پانچویں ایڈیشن کے ساتھ ۱۹۲۱ء میں رام نراین پریس متھرا میں چھپا تھا۔ طباعت کا اسلوب یہ ہے کہ پنڈت جانکی ناتھ کے ہر شلوک کے ترجمہ نثر کے نیچے پنڈت دینا ناتھ کا منظوم ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ ذیل کا اقتباس فلسفۃ الوہیت کے چھٹے ایڈیشن، ۱۹۳۰ء سے ماخوذ ہے:۔

"ساتواں ادھیا۔ گیان وگیان یوگ"

جس نے مجھ سے دل لگایا اسے طالب کو سدا — شغل میں جیسا نظر آتا ہے جلوہ ذات کا
اس کو بالتشریح سن ارجن، یہ ہے علم صفات — اس کے محرم کو میسر ہے علایق سے نجات
اس میں ہے دشوار کوشش، شاذ و نادر ہے کمال — مجھ کو ویسا جاننا جیسا کہ میں ہوں، ہے محال
خاک و آب و آتش و باد و خلا، ادنیٰ صفات — جذبۂ دل، عقل اور پندار ہیں اعلیٰ صفات

(ص ۱۴۷-۱۴۶) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

www.taemeernews.com

" ارجن کا سوال :۔ کرم یوگی عارف کون ہے ؟

کرم یوگی کون ہے بتلایئے اے خوش خصال — اُس کا اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے، کیسی بول چال

سری کرشن کا جواب ۔

خواہشیں دل سے ہٹا کر جو ہوا خود آشنا — عارف کامل جہاں میں اس کو کہنا ہے روا
جو دکھی دُکھ سے نہ ہو، سُکھ سے نہ ہو جسکو خوشی — جس نے چھوڑا خوف و غصہ، چاہ، عارف ہے وہی
جسکو ساری باتیں، اچھی یا بُری، ہیں ایک سی — جو برائی یا بھلائی سے نہ ہو نالاں نہ شاد
جسکو حاصل ہو گئی اس دہر میں اتنی سمجھ — چاہیئے کہنا اُسے یکسوئی سے ہے بامراد

..... (ص ۴۷)

(۱۵) بھگوت گیتا منظوم ۔ موسوم بہ "نسیم عرفان" از منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی مطبوعہ کوروناشن پرنٹنگ ورکس دہلی ۔ ۱۹۳۶ء ص ۱۹۶۔

اس ترجمے کے تعارف میں "نسیم عرفان پر ایک نظر" کے عنوان سے پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی لکھتے ہیں :۔

" گیتا کے بے شمار ترجمے اردو کی نثر اور نظم میں ہو چکے ہیں اور بہت سے اچھے اور مقبول ہو چکے ہیں۔

پر بحر سخن سدا ہے باقی — دریا نہیں کاربند ساقی

میں نے پیش نظر منظوم ترجمے کو جستہ جستہ دیکھا۔ نفس معنی میں اصل مطلب سے مطابق اور خوبی بیان میں حسن ادا کی جان پایا۔ ان اوصاف اور اصل موضوع کی دقیع اہمیت کے باوجود نسیم عرفان باغ فصاحت کے دلدادوں کے لئے شمیم جاں پرور بھی ہے، بیان کی سلاست، بندش کی چستی، اسلوب کی تازگی دلاویزی اور مشکل پسندی سے اجتناب میں یہ کتاب ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے ....."

www.taemeernews.com

ان خوبیوں کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے ہو سکے گا :۔

"ساتواں ادھیائے ۔ علم معرفت یعنی گیان وگیان کی تعلیم"

بھگوان ہیں محو خوش بیانی (۱) فرماتے ہیں آپ گل نشانی

اے پارتھ دل اپنا مجھ کو دے کر زیر دامن پناہ لیکر

شغل پیہم سے جوگ کے پاک تم جیسے کروگے مجھ کو ادراک

اب حال سنو بغور اس کا کیا ڈھنگ ہے، کیا ہے طور اسکا

(۲)

وہ راز نہاں عیاں کروں گا تفصیل اس کی بیاں کروں گا

علم مطلق ہے علم جس کا امر برحق ہے علم جس کا

واقف اس سے بشر جو ہو جائے ایک بار اس پر نظر جو ہو جائے

پھر کوئی نہیں ہے امر ایسا رہ جائے جو آگہی سے تشنا

(۳)

ہونے کو تو لاتعد بشر ہیں ایسے انسان کم مگر ہیں

ہے کسب کمال کام جن کا ہے شغل یہی مدام جن کا

دُھن کے پکّے جو مرد شاغل کر لیتے ہیں منزلت یہ حاصل

ان میں بھی ہیں ایسے چند انساں جن کو مرا واقعی ہے عرفاں

(۴)

مٹی اور اس کے بعد پانی پھر آگ کا پردۂ نہانی

عالم بعد اس کے ہے ہوا کا پھر کرۂ محیط ہے خلا کا

پھر ہیں دل و عقل سلسلہ وار ان کے آگے ہے ستر پندار

ہیں یہ آٹھوں صفات میری مجبوب ہے ان سے ذات میری

www.taemeernews.com

(۵)

ارجن جو کروگے ان پہ تم غور — ادنیٰ انھیں پاؤگے بہر طور
پر میری صفت اک اور بھی ہے — حاصل جسے خاص برتری ہے
بالاتر ہے مقام جس کا — مشہور ہے روح نام جس کا
جو وجہ قیام دو جہاں ہے — جو اصل نظام دو جہاں ہے

(۶)

یہ امر ہے جاننے کے قابل — یہ بات ہے ماننے کے قابل
ہوتی ہیں جب صفات یکجا — پڑتی ہے بنائے نظم دنیا
ہیں یہ ہر وقت ہر سر کار — ہستی ہے تمام انھیں سے بیدار
امکان مجھی سے ہے بقا کا — میں ہی مختار ہوں فنا کا

(۷)

یہ امر ہے طے شدہ دھنجے — مجھ سے بڑھ کر نہیں کوئی شے
کچھ بھی میرے سوا نہیں ہے — میں ایک ہوں، دوسرا نہیں ہے
جسطرح سے ہار میں گندھے ہوں — موتی اک تار میں گندھے ہوں
اسباب جہاں ہیں نظم مجھ میں — یہ کون و مکاں ہیں نظم مجھ میں

(۸)

خورشید میں نور، ماہ میں تاب — ہوں اے ارجن میں لذت آب
ہوں زبدۂ روزگار میں ہی — ویدوں میں ہوں اذکارؔ میں ہی
میں ہی آواز ہوں خلا میں — میرا ہی ظہور ہے خلا میں
مردوں میں ہوں مردمی کا جوہر — تابندہ مجھی سے ہے یہ گوہر

اذکار - یعنی اسم اعظم

www.taemeernews.com

ہوں نافِ زمیں کی مشکِ بیزی (۹) جلتی ہوئی آگ میں ہوں تیزی
جاندار جہاں میں ہیں یہ جتنے ہر ان میں بقا کی شان مجھ سے
ہوں جوہرِ کائنات میں ہی ہوں مادّہ حیات میں ہی
جو ہیں مرتاض با سعادت میں ان میں ہوں صورتِ ریاضت"

(ص ۷۸ - ۸۰)

(۱۶) فلسفہ گیتا۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۱ء ص ۳۳۶
یہ کتاب بھگوت گیتا کا ترجمہ نہیں، بلکہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے گیتا کے فلسفے کی شرح ہے۔ شروع میں جناب مہر نے "گیتا کی بیردنی کتھا" کے عنوان سے مہابھارت کی سرگزشت چند صفحوں میں بیان کی ہے۔ اس بیان کے آخر میں گیتا سے متعلق ایک غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں :-

"جو لوگ اپنے ذہن میں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ گیتا، مہابھارت کا حصہ نہیں، بلکہ بعد میں اس کتاب میں داخل کی گئی ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ گیتا، مہابھارت ہی کا حصہ ہے، اور کسی کتاب کا نہیں ہے۔ ناظرین کو یہ خیال رہے کہ موجودہ صورت میں گیتا، شری ویاس جی کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ بھگوان نے ارجن کو میدانِ جنگ میں یہ سات سو شلوک اور ان کے سات سات سو صفحات کی مجلد شرحیں نہیں سنائی تھیں۔ اُپدیش زبانی تھا، اور چونکہ اپدیشٹا خود مہایوگیشور ہری ہیں اور ارجن جیسے ادھکاری کو اُپدیش دیا گیا ہے، گھڑی آدھ گھڑی کا فی کیا کافی سے بھی زیادہ ثابت ہوئی ہوگی۔ اس اپدیش کو بعد میں وید ویاس جی نے سات سو شلوکوں میں منظوم کیا ہے، اور ان سات سو شلوکوں پر سیکڑوں آدمیوں نے بعد میں شرحیں لکھی ہیں جو ضخیم مجلدات ہیں۔ یہاں یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ ویاس جی اپنے سات سو شلوکوں کی پرواز اس طرح اٹھاتے ہیں کہ جس تمام مہابھارت

www.taemeernews.com

کے واقعات دیکھتا جاتا ہے۔ اور راجہ دھرتراشٹ کو گھر بیٹھے سناتا جاتا ہے۔ سنجے راجہ کا رتھ بان تھا اور اُسے اپنے مالک کے ساتھ نہایت الفت تھی چونکہ راجہ اندھا تھا۔ اس واسطے لڑائی میں شریک نہیں ہو سکا۔ بھگوان ویاس نے سنجے کو چشم بصیرت عطا کر دی تھی۔ وہ گھر بیٹھے تمام واقعات جنگ دیکھتا اور راجہ کو سناتا جاتا تھا" (ص ۲۸، ۲۹)

اس کے بعد گیتا کا فلسفہ نہایت خوبی اور شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ ذیل کا ٹکڑا جس کا عنوان ہے "گیتا کی اندرونی تعلیم" اس کتاب کی معنوی تعلیمات پر بہت واضح روشنی ڈالتا ہے۔

"میرے دوستو، یوں تو کورکشیتر کا میدان جہاں مہابھارت کا رن پڑا ہے ضلع کرنال میں بتایا جاتا ہے اور پنجاب کے ہر ایک نقشے میں دکھایا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کورکشیتر ہر ایک گیان کے ادھکاری یعنی طالب صادق کا جیم خانگی ہے اور مہابھارت کی لڑائی آئے دن گھٹ گھٹ میں ہوا کرتی ہے۔ ارجن۔ ادھکاری جیو ہے۔ سری کرشن گیانی مکت پرش ہیں، جو بیرونی سروپ سے گرو روپ ہیں اور اندرونی سروپ سے گھٹ گھٹ واسی آتما روپ ہیں۔ یہی مہاراج ہر ایک ادھکاری کو اپنے نفس سرکش کے ساتھ دھرم یدھ میں فتح پانے کا طریق بتاتے ہیں۔ اور مبارک ہیں وہ پوتر آتمائیں جو اُن کے اُپدیش پر کاربند ہو کر موکش روپ فتح حاصل کرتی ہیں۔

ارجن جیو کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھگوان کرشن اور ارجن کو نر نارائن کا اوتار بتایا جاتا ہے۔ جیو اپنا راج کھو بیٹھتا ہے۔ اور وہ راج اپنے سچدانند سروپ میں ستھتی ہے۔ اسی کو موکش کہتے ہیں، جہاں آنند ہی آنند ہے، دکھ کا نام نہیں۔ یہ راج دھوکے سے اندھے اگیان کے بیٹے نے چھین لیا ہے جو دنیا کے دھوکوں میں پھنسانے والا تامسی اہنکار یا نفس امارہ ہے۔ اس کا نام

www.taemeernews.com

دُریودھن یعنی سخت جنگجو ہے، جس پر بڑی مشکل سے غلبہ حاصل کیا جاتا ہے اس کی پُشتی پر معاونین کی لاتعداد فوج ہے۔ یہ من کی تمام ایسی برتیاں یا کیفیات نفسانی ہیں جو آدمی کو آتما سے بمکھ کرنے والی ہیں۔ ان سب کا جیتنا بڑا کٹھن کام ہے۔

جیو کے معاونین کی بھی تعداد بڑی ہے۔ یہ ایسی برتیاں ہیں جو آدمی کو اخلاق، دھرم، اور آتما کی طرف متوجہ کرنے والی ہیں۔ ان میں سے چار اس کے بھائی یعنی بڑی معاون ومددگار تبتیں ہیں۔ یہ چار انتہ کرن یعنی سانوک من، چت، بُدھی اور اہنکار ہیں۔ ان کے ذریعے سے اندھے اگیان کی فوج سے دھرم کی لڑائی شروع ہوتی ہے۔ جس میں جیو اگیان پر غلبہ پا کر موکش روپ سوراجیہ کا سکھ حاصل کیا چاہتا ہے۔

سری کرشن بھگوان گورو روپ پربُدھ آتما ہیں۔ جو پرم دیا اور کرپالتا سے۔ ادھکاری کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کا کام صرف رہنمائی یا ادھکاری کو خطروں سے آگاہ کر دینا ہے۔ اسی واسطے رتھبان ہو کر بیٹھتے ہیں۔ لڑتے اور ہتھیار نہیں اٹھاتے۔ تمام جدوجہد خود ادھکاری کو کرنی پڑتی ہے۔ یہ روحانیت کا سرّ خفی ہے۔ گورو راستہ دکھاتا ہے۔ اس پر ہمت ودلیری کے ساتھ گامزن ہونا اور منزل مقصود پر پہونچنا ادھکاری کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ تمام مراحل خود ادھکاری کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ گورو اس کو چڑھی پر چڑھا کر یا آغوش محبت میں لیکر خود طے نہیں کر دیتا۔

گورو اول اول بیرونی صورت میں ملتا ہے اور اُپدیش کرتا ہے جوں جوں آدمی گیان کے مدارج پر چڑھتا جاتا ہے گورو کی صورت اُنڈیل یا آدرش کی ہوتی جاتی ہے۔ یعنی وہ بیرونیات کے دائرے سے نکل کر

www.taemeernews.com

اندرونیات میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ یہ اندرونی گورو گھٹ گھٹ میں موجود ہے، اور آدمی کا ادھکاری ہونا شرط ہے کہ فوراً ساکشات درشن دیتا ہے اور دھرم کی لڑائی میں رتھ بان بن کر ادھکاری کو فتح وظفر پانے کا طریق بتاتا ہے جس پر کاربند ہو کر وہ لڑائی جیتتا ہے اور موکش روپ راج کا مالک بنتا ہے۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے اور کچھ نہیں کہ انسان علائق دنیوی میں پھنسا رہ کر اپنے آنند سروپ کو بھول جاتا ہے۔ یہ اگیان کے ہاتھ سے اس کے راج کا چھینا جانا ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ اسے دنیا سے بیزاری اور روحانی سکھ کی تلاش ہوتی ہے۔ بعض طبائع میں تو یہ خیال اٹھ کر رہ جاتا ہے۔ اور بعض میں ہو سچے ادھکاری ہیں حقیقت میں جدوجہد کے ساتھ تلاش شروع ہوتی ہے ابتدا میں آدمی یا کتاب سے مدد لی جاتی ہے۔ یہ بیرونی گورو ہے جو راستہ دکھانے میں کسی قدر بے شک مددگار ثابت ہوتا ہے۔ طالب کی طلب صادق جس قدر بڑھتی جاتی ہے۔ اسی قدر اندر سے خود بخود پردے اٹھتے اور روشنی کے جلوے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ اندرونی گورو کی رہنمائی کا نتیجہ ہیں، اور اسی کو آتما روپ گورو کہا جاتا ہے۔ یہی کرشن بھگوان ہیں چنانچہ گیتا میں خود کہتے ہیں ؎

میں ہی ہوں آتما جہاں میں سب کا　　جو سب کے قلب میں ہے مخفی رہتا

آخر ادھکاری کی سمجھ میں وہ آدرش یا معراج کمال آجاتی ہے جس پر اُسے چڑھنا ہے۔ مبارک ہیں وہ پوتر آتمائیں جو اپنے آتم روپ کو سمجھ کر اس کو پراپت ہوتی ہیں یہی دھرم یدھ میں موکش روپ کا فتح پانا ہے" (ص ۳۱-۳۳)

www.taemeernews.com

مہابھارت

مہابھارت کے صرف تین اردو ترجمے مجھے مل سکے جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مخزن مہابھارت :۔ مع ترجمہ اردو۔ از بابو جوالا پرشاد بھارگو مطبع ست پرکاش آگرہ۔ یہ ترجمہ متن کے ساتھ چار ضخیم جلدوں میں چھپا ہے جلد اول کے صفحات کی مجموعی تعداد (۱۱۴۸) ہے۔ ہر پرب کے صفحوں کے نمبر الگ الگ ہیں۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے۔

"مہابھارت۔ آدپرب۔ ادھیا دوم"

"شیونک رشی بولے کہ اے سوت کے بیٹے، تم نے جو سمنت پنچک نام تیرتھ کو کہا اس کے حال مفصل کو کماحقہ سننا چاہتے ہیں۔ سوت پتر بولے کہ اے براہمنوں تم سمنت پنچک نام تیرتھ کی سندر کتھا بھی مجھ متکلم سے سنو۔ ترتیا اور دواپر جگ کے ملاپ یعنی اخیر ترتیا اور دواپر شروع ہونے کے وقت سلحداروں میں افضل پرشرام جی نے غصے سے متحرک ہو کر متواتر چھتریات کو فنا کیا۔ پرشرام اگن کے برابر روشنی رکھنے والے نے تمام خاندان چھتری کے فنا کر کے سمنت پنچک نام زمین پر بڑے بڑے پانچ کنڈ خون سے بھر لئے۔ پھر غصے سے مورچھا داں پرشرام جی نے ان خون کے کنڈوں میں خون صورت جل سے اپنی پیشروں کا ترپن کیا۔۔۔۔۔۔" (جلد اول ص ۴۹)

(۲) سری رام کرت مہابھارت۔ مترجمہ منشی سری رام کایستھ ماتھر دہلوی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۵ء میں مطبع ودیادرپن، میرٹھ میں چھپا تھا۔ دوسرا مطبع نول کشور، لکھنو میں ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۷ء میں چار جلدوں میں چھپا۔ پہلی اور چوتھی جلد جو (۵۰۷) اور (۴۵۰) پر مشتمل ہیں ۱۹۱۴ء میں طبع ہوئیں، اور دوسری اور تیسری جن کی ضخامت (۳۱۲) اور (۳۴۵) صفحات ہے ۱۹۱۷ء میں۔ عبارت میں بھاشا اور سنسکرت کے الفاظ کا غلبہ ہے، گو رسم الخط فارسی ہے۔

www.taemeernews.com

(۳) مہابھارت منظوم :- از منشی طوطارام شایاں۔ مطبع نول کشور، کان پور۔ طبع پنجم ۱۸۹۳ء ص ۱۰۳۔

یہ مثنوی دس ہزار بیتوں پر مشتمل ہے۔ اور فارسی ترجمہ مہابھارت کا خلاصہ ہے :-
مہابھارت کا ترجمہ فارسی میں فیضی نے کیا تھا۔ مگر وہ نثر میں تھا۔ اردو میں یہ پہلا منظوم ترجمہ ہے۔ اپنی شاعرانہ خوبیوں نیز اختصار کی وجہ سے یہ بہت مقبول ہوا۔ ذیل کا اقتباس اس کے پانچویں ایڈیشن سے لیا گیا ہے جو ۱۸۹۳ء میں چھپا تھا۔ زبان کی فصاحت اور نظم کی روانی قابل داد ہے۔ مترجم نے کتاب کو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے شروع کیا ہے، اور پہلے حمد لکھی ہے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

زبان قلم گل فشانی پہ ہے — بہار مضامیں جوانی پہ ہے
دکھائے ورق تختۂ گل کا رنگ — صریر قلم بانگ بلبل کا رنگ
مہک اٹھے نافے کی صورت دوات — نہ ہو جس سے سرسبز غنچے کی بات
ہمائے سخن کے کھلیں بال و پر — لکھوں وصف فرماندہ بحر و بر
نگارندۂ نقش لوح و قلم — خداوند ملک حدوث و قدم
علیم و خبیر و سمیع و بصیر — کریم و غفور و رحیم و قدیر
وہ رتبہ دیا قطرۂ آب کو — خجالت سے ہے داغ مہتاب کو
دکھائی خدا نے وہ قدرت کی شان — کہ مٹی کے پتلے کو بخشی ہے جان

---

(۴) میدان جنگ کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں :-

رواں اب ہوا ہے نشان قلم — صفوں میں ہے سطروں کی شان علم
دکھائے ورق اب چمن کی بہار — گلستان سعدی ہو اس پر نثار
صف آرائی نقطوں کی منظور ہے — کہ میدان فوجوں سے معمور ہے

www.taemeernews.com

ہوا دونوں فوجوں کا یکجا ہجوم — پڑی تھی لڑائی کی میدان میں دھوم
ہوئی اس قدر جمع جنگی سپاہ — خجالت سے پانی تھا ابر سیاہ
ہوا اس فلک میں تخلل پڑا — نشاں نافِ گاؤ زمیں پر گرا
سواروں کی کثرت ہو کس سے بیاں — چھپی گرد سے صورت آسمان
زمیں کثرت نقش سُم سے فلک — نہ کس طرح ہو چرخ کا اس پہ شک

---------- (ص ۱۷۲)

رامائن (۱) رامائن کا غالباً پہلا اردو ترجمہ ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس کا ذکر دتاسی نے اپنے سولہویں خطبے۔ مورخہ ۳ر دسمبر ۱۸۶۶ء میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔ "لکھنؤ سے رامائن کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس میں کئی سو تصاویر ہیں۔"[۱] یہ ترجمہ میری نظر سے نہیں گزرا، اور نہ دتاسی نے یہ بتایا ہے کہ نثر میں ہے یا نظم میں۔ قیاس ہے کہ نثر میں ہوگا۔

(۲) رامائن بالمیکی:۔ اردو بھاشا۔ ساتوں کانڈ۔ مترجمہ پرمیشر دیال۔ مطبع نول کشور لکھنؤ بار دوم ۱۹۱۵ء۔ ترجمہ نثر میں ہے۔ زبان میں ہندی کے ثقیل الفاظ بہ کثرت ہیں۔ اگرچہ رسم الخط فارسی ہے۔

(۳) مکمل رامائن بالمیکی۔ مترجمہ دوارکا پرشاد مشرق لکھنوی۔ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور ۱۹۲۱ء۔ ص ۴۰۳۔

ترجمے کی زبان سلیس اور بامحاورہ ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کو محاوروں کے استعمال کا خاص شوق ہے اور اس سلسلے میں وہ موقع و محل کی موزونیت کو کبھی کبھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو:۔

> "سری جانکی جی کو جس قدر رام چندر جی کا ادب ملحوظ تھا۔ اُس کی نظیر ملنا ناممکن۔ اُن کا جوشِ محبت بھی وہ تھا جو دنیاوی عورات کے لئے ایک سبق ہے۔ مگر نہیں، جس وقت سری رام چندر جی ان کی باتوں کو خاموشی سے ٹالتے گئے تو انھیں

ع خطبات گارساں دتاسی۔ ص ۵۳۱

www.taemeernews.com

ایک غیر معمولی جوش پیدا ہوا اور چہرے پر بال ڈال کر بولیں کہ بس آپ کی محبت دیکھ لی۔ آج معلوم ہوا کہ ظاہری جوش الفت خالی لفاظہ ہی لفاظہ تھا۔ ہائے میں تو لوک لاج میں مری جاتی ہوں۔ جس وقت جنک پور میں خبر پہنچی میرے پتا جی کیا کہیں گے۔ ساری دنیا میں بدنامی پھیل جائے گی۔ کہ واہ سری رام چندر جی اپنی استری کا بھی نباہ نہ کر سکے۔ کل جہان میں شور ہوگا کہ واہ ڈھول کے اندر پول۔ بہادری دکھاوے ہی کی تھی۔ تیج پرتاب نمائشی ہی تھا۔ اونچی دکان پھیکا کھکوان اسی کو کہتے ہیں۔ بھلا فرمائے تو مجھے ساتھ لے چلنے میں آپ کو کون ہوّا کاٹ کھائے گا۔۔۔۔۔" (ص ۳۴۶)

(۴) رامائن منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور، کانپور، ۱۸۸۶ء ص ۱۵۸

رامائن کے منظوم ترجموں سب سے قدیم جو مجھے دستیاب ہوا وہ یہی ترجمہ ہے۔ لیکن یہ پوری کتاب کا ترجمہ نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ اس کے صفحات کی تعداد صرف ۱۵۸ ہے اور رامائن ایک ضخیم کتاب ہے۔ بظاہر مترجم نے محض تلخیص کر دی ہے نظم کی شاعرانہ خوبیاں خاص طور پر قابل تحسین ہیں۔ ایک مقام کا اقتباس حسب ذیل ہے:-

یہاں پیچیدہ گیسوئے سخن ہے — جبین صفحہ پر ثابت شکن ہے
ورق ہے صورت مسطر کشیدہ — دوات آسا قلم ہے آبدیدہ
بیان رخصت و عزم سفر پر — حروف تازہ خاک افشاں ہیں سر پر
جناب جانکی نے جب سنا حال — تو جوش گریہ سے آنکھیں ہوئیں لال
ہوئی آسایش خاطر فراموش — اڑا اوج ہوا پر طائر ہوش
نہ تھا ضبط شکیبائی کا یارا — ہوئی شوہر کی فرقت ناگوارا
جیا نے آکے گو دامن لیا تھام — مگر جوش محبت نے کیا کام
خیال آیا کہ ہمراہی میں رہیے — صبا بن کر ہوا خواہی میں رہیے

www.taemeernews.com

پڑے پابوسی خوشدامن خاص ، ہوئیں حاضر براہ لطف واخلاص
کہا مجھ کو بھی ارشاد سفر ہو کہ تسکین دل وجان وجگر ہو
سنی جس دم یہ خوشدامن نے گفتار کئے دامن کے پرزے، جیب کے تار

(ص ۱۴۱-۱۴۲) ----------

(۵) رامائن بہار:- از بانکے بہاری لال بہار۔ مطبع نول کشور، لکھنو، ۱۸۸۶ء۔ ص ۱۰۹۔
یہ رامائن کا ترجمہ نہیں بلکہ اردو نظم میں اس کا خلاصہ ہے۔ جیسا کہ مترجم نے شروع ہی میں لکھا ہے۔

ہے تلسی کرت تلسی داس جی کی لکھا مطلب، عبارت میں کمی کی
لکھوں توصیف شاہ ہفت اقلیم وہ دسرت، صاحب اورنگ ودیہیم
اودھ کے راج میں نامی تھا راجہ شہنشہ تھا سلاطین جہاں کا
پتت برتا تھیں اس کی تین رانی محبت میں وہ تھیں یکتا نکھانی
کوشلا نام باتو اولیں تھی ردم میں کیکئی الفت گزیں تھی
سومنترا نام سویم مہ جبیں تھی وفا کیش وانیس وناز نیں تھی
اجودھیا جائے تیرتھ ہندواں ہے سلف سے راج دسرت کا مکاں ہے (ص ۷)

(۶۶) رامائن مہر:- مترجمہ منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مطبوعہ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۴ء ص ۳۵۴۔

"تمہیدی مضمون" میں جناب مہر نے رامائن کے متعلق ضروری اور مفید معلومات یکجا کردی ہیں۔ اس مضمون کے بعض حصے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

"سنسکرت علم وادب میں دو کتابیں آج نہیں بلکہ صدیوں سے ہر دلعزیز ہیں۔ ان میں سے ایک مہابھارت ہے اور دوسری رامائن۔ انھیں کتابیں نہ سمجھو بلکہ بیش بہا علمی خزانے ہیں جن میں روایات کا ذخیرہ ہے۔ تاریخی واقعات کا

www.taemeernews.com

دفینہ ہے، شاعری کا دلکش مذاق ہے، اخلاق اور طریق معاشرت سے بحث ہے، دھرم ہے، گیان، بھگتی، یوگ اور کرم ہے۔ غرض دنیا و عقبیٰ دونوں کی بہتری کے سامان موجود ہیں۔ اور پھر یہ سب باتیں اس دلکش پیرائے میں دی گئی ہیں کہ طبیعت بے اختیار ان کی طرف کھنچتی ہے .....

سب سے قدیم رامائن والمیکی مہاراج کی مشہور ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اس میں رام چندر جی کی کتھا دی ہوئی ہے۔ والمیکی رشی شری رام چندر جی کو وشنو بھگوان کا اوتار اور مریادا پرشوتم بتاتے ہیں، یعنی ایسا اوتار جس نے دنیا میں اصول اخلاق و معاشرت و تمدن وغیرہ وغیرہ قائم کئے ہیں، نمونہ بن کر لوگوں کو نیکی کا راستہ بتایا ہے اور اس پر چلایا ہے۔ اسی لحاظ سے انھوں نے رام چندر جی کی ایشورتا پر زیادہ زور نہیں دیا ہے بلکہ انھیں انسان کامل کی حیثیت میں دکھایا ہے کہ انصاف اور اخلاق مجسم ہیں۔ جس سے جس قسم کا برتاؤ ہے وہ ایسا ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ ان کے گرد و پیش جو مرد اور عورتیں ہیں وہ بھی نمونے کی شخصیتیں ہیں جن سے بہتر نہیں ہو سکتیں۔

اس نادر الوجود کتاب میں خاوند اور بیوی کی محبت، ماں باپ کی اولاد، اور اولاد کی ماں باپ سے محبت، بھائی بھائی کی محبت، آقا کی نوکر اور نوکر کی آقا سے محبت، یار کی یار سے محبت، گورو اور چیلے کا رشتہ، بادشاہ اور رعایا کا رشتہ، ارباب تمدن کا باہمی رشتہ، اخلاقی اصول پر کاربندی، سیتہ کا پاتن غرض وہ سب نیکیاں جو نیک زندگی بسر کرنے کی روح رواں ہیں، جستہ جستہ پائی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی زندگی کو اس کرۂ ارضی کے تعلقات پر ہی ختم نہیں کر دیا ہے۔ بلکہ بیچ بیچ میں کرم یوگ، بھگتی، گیان کے متعلق سوالات اٹھائے ہیں اور بتایا ہے کہ انسان صرف جسم خاکی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت

www.taemeernews.com

کچھ اعلیٰ شخصیت ہے جس کی ترقی کی انتہا نہیں ہے۔ یہ خصوصیت صرف رامائن ہی میں نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سنسکرت کی اور اعلیٰ نظم کی کتابوں میں بھی ہے...

مہاراج تلسی داس جی کی یوں تو کئی رامائنیں ہیں۔ مثلاً گیتاولی، کتاولی بردا چھپے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن دوہا چوپائی میں جو رامائن لکھی ہے اور جس کا اصلی نام رام چرت مانس ہے وہ جیسی مقبول عام ہوئی ویسی مشکل ہی سے کوئی کتاب ہوسکتی ہے..... اس کی سیکڑوں ایڈیشنیں چھپ چکی ہیں اور بیسیوں ٹیکے یا شرحیں ہیں، مگر مانگ ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتی۔ ساڑھے تین سو برس زیادہ سے یہ متبرک کتاب ہندوستان میں مروج ہے اور اس کا رواج دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا ہے۔

میرے ذوق دلی اور قلمی محنت کا نتیجہ یہ کتاب ہے اسے تلسی کرت رامائن کا ترجمہ نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ میں نے والمیکی رامائن، ادھیاتم رامائن اور یوگ واشسٹ سے بھی مضامین لئے ہیں۔ ترتیب مضامین اپنی کی ہے ہاں جہاں جہاں تلسی داس جی کے مضامین خاص خوبیوں کے ساتھ ہیں ان کا بعض جگہ ترجمہ دے دیا ہے اور بعض جگہ نفس مطلب۔"

مہر کی نظم میں زبان و بیان کی وہ خوبیاں نہیں ملتیں جن کا نمونہ فرحت کے منظوم ترجمے میں اوپر گزر چکا ہے۔ مثلاً "بن باس کی تیاری" کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کہہ کے یہ کوشلیا رونے لگیں — رام کو چھاتی سے لپٹا کر دہیں
جانکی آئیں اسی اثنا میں واں — اور یہ دیکھا انھوں نے بھی سماں
بیٹھیں چپکی اپنی گردن کو جھکا — سن چکی تھیں حال دل میں ڈر تھا
رام جی جس وقت جنگل کو چلیں — دیکھئے ہمراہ مجھ کو لیں نہ لیں
ساتھ جاتے دونوں ہیں تن و جان — یا فقط ہمراہ جاتے ہیں لچھمن

www.taemeernews.com

دل میں کب اندوہ غم رہنے لگا　　بن کے آنسو آنکھ سے بہنے لگا

---------- (ص ۱۲)

(۷) رامائن خوشتر :- از منشی جگناتھ خوشتر۔ مطبع نولکشور، لکھنؤ، سولہواں ایڈیشن سنہ ۱۹۲۴ء ص ۲۵۶۔

"اجودھیا کانڈ۔ بن باس ہونا راجہ رام چندر کا"

.....

پدر کے سامنے آئے شتاباں　　زبس حال پدر دیکھا پریشاں
زمیں پر مضطرب ہے شکل ماہی　　کہیں کلغی، کہیں ہے تاج شاہی
زمیں پر اس طرح تھا شاہ کا حال　　ہما علطاں ہے گویا بے پر و بال
کہا تب رام نے با اشکباری　　کہ ہے کس واسطے یہ سوگواری
جو ہو تقصیر میری وہ عطا ہو　　بجا لاؤں جو صاحب کی رضا ہو
نہیں درکار مجھ کو افسر و تخت　　رضائے والدین ہے حاصل بخت
وہی ہے نیک لڑکا اس سرا میں　　رہے مادر پدر کی جو رضا میں
خدا دل شاد ہے ایسے پسر سے　　نہ ہو جو منحرف حکم پدر سے
سنی جب رام کی شیریں یہ تقریر　　اٹھا روئے زمیں سے شاہ دلگیر
جو آیا دیکھنے سے رام کے ہوش　　ہوا با گریہ و زاری ہم آغوش
زبس غم سے نہ تھا یارائے گفتار　　رہا مانند نرگس محو دیدار

---------- (ص ۱۷۷)

(۸) رام چندر جی کی رخصت کا منظر دکھانے میں رامائن کے ہر مترجم نے حتی الامکان اپنا زور قلم صرف کر دیا ہے۔ لیکن جو درد و اثر پنڈت بیج نرائن چکبست کی نظم میں ہے جس میں انھوں نے رام چندر جی کا بن باس ہونے کے لئے ماں سے رخصت ہونا دکھایا ہے اس کی نظیر

www.taemeernews.com

نہیں ملتی چکبست نے رامائن کا ترجمہ نہیں کیا، صرف اسی ٹکڑے کو اردو نظم میں پیش کر دیا ہے اور ان کی یہ نظم اپنی لفظی اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ اس کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اہل قلم جو اردو ادب کا صحیح ذوق رکھتے ہیں۔ زبان کے معاملے میں مذہب اور قومیت کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتے۔ ذیل کے اقتباس میں فارسی اور عربی کے الفاظ بھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں لیکن وہ اس خوبی کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں کہ ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ ہندو خواتین کی بول چال میں یہ الفاظ کہاں تک مناسب ہیں۔ یہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست کے مجموعہ کلام میں شامل ہے جو "صبح وطن" کے نام سے انڈین پریس، الہ آباد میں طبع ہوا ہے۔

رو کر کہا خموش کھڑے کیوں ہو میری جاں — میں جانتی ہوں جس لئے آئے ہو تم یہاں
سب کی خوشی یہی ہے تو صحرا کو ہو رواں — لیکن میں اپنے منھ سے نہ ہرگز کہوں گی ہاں

کس طرح بن میں آنکھوں کے تارے کو بھیج دوں
جوگی بنا کے راج دلارے کو بھیج دوں

دنیا کا ہو گیا ہے یہ کیسا لہو سفید — اندھا کئے ہوئے ہے زر و مال کی امید
انجام کیا ہو، کوئی نہیں جانتا یہ بھید — سوچے بشر تو صبم ہو لرزاں مثال بید

کھیتی ہے کیا حیات ابدان کے واسطے
پھیلا رہے ہیں جال یہ کس دن کے واسطے

لیتی کسی فقیر کے گھر میں اگر جنم — ہوتے نہ میری جان کو سامان یہ بہم
ڈستا نہ سانپ بن کے مجھے شوکت حشم — تم میرے لال تھے مجھے کس سلطنت سے کم

میں خوش ہوں پھونک دے کوئی اس تخت و تاج کو
تم ہی نہیں تو آگ لگاؤں گی راج کو!

کن کن ریاضتوں سے گزارے یہ ماہ و سال — دیکھی تمہاری شکل جیا ہے میرے نونہال

www.taemeernews.com

لائی دلھن بیاہ کے، شادی ہوئی کمال　　آفت یہ آئی مجھ پہ ہوئے جب سفید بال

جھٹتی ہوں ان سے جوگ لیا جن کے واسطے

کیا سب کیا تھا میں نے اسی دن کے واسطے

ایسے بھی نامراد بہت آئیں گے نظر　　گھر جن کے بے چراغ رہے آہ عمر بھر

رہتا مرا بھی نخل تمنا جو بے ثمر　　یہ جائے صبر تھی کہ دعا میں نہیں اثر

لیکن یہاں تو بن کے مقدر بگڑ گیا

پھل پھول لا کے باغ تمنا اجڑ گیا

سرزد ہوئے تھے مجھ سے خدا جانے کیا گناہ　　منجدھار میں جو لوں مری کشتی ہوئی تباہ

آتی نظر نہیں کوئی امن و اماں کی راہ　　اب یاں سے کوچ ہو تو عدم میں ملے پناہ

تھکے مری خالق عالم سہل کرے

آسان مجھ غریب کی مشکل حل کرے

پوران ہندوؤں کی مذہبی تصنیفات میں پوران ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں قدیم کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ مہابھارت اور رامائن بھی پورانوں میں شامل ہیں مہابھارت دنیا کی سب سے طویل نظم ہے۔ اس میں کورکشیتر کے معرکہ جنگ کے علاوہ جو اس کا مرکزی موضوع ہے اور بہت سی حکایتیں ہیں جن کو ایک مسلسل نظم کی صورت میں مرتب کر دیا گیا ہے۔ اس کے متعدد حصے قدامت میں ویدک عہد سے جا ملتے ہیں۔ بعض حصے نسبتاً عہد جدید سے متعلق ہیں یہ کتاب ہندو دیومالا کے تمام ادوار پر مشتمل ہے خیال کیا جاتا ہے کہ مہابھارت ایک خاصی مرتب شکل میں حضرت عیسیٰ سے پانچ چھ سو سال قبل سے موجود ہے۔ لیکن اس کے بعد اس میں بہت کچھ اضافے بھی ہوتے رہے ہیں[1]

رامائن ہندوؤں کی دوسری طویل ترین رزمیہ نظم ہے۔ اس کی تصنیف مہابھارت

---

[1] ہندوستان کے بڑے مذاہب" (انگریزی) مولفہ جی۔ ٹی۔ بٹانی۔ مطبوعہ لندن ۱۹۳۲ء ص ۸۹۔
(THE GREAT INDIAN RELIGIONS BY G.T. BETTANY)

www.taemeernews.com

کے قدیم حصوں کے بعد عمل میں آئی۔ لیکن اپنی موجودہ شکل میں یہ مہابھارت سے شاید ایک صدی پہلے کی کتاب ہے[1]۔ مہابھارت کی طرح رامائن میں بھی الوہیت کا برہمنی تصور اوتار کی شکل میں پیش کیا گیا ہے اور انسانی سورماؤں کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ جس طرح مہابھارت میں سری کرشن وشنو کے اوتار تھے اور حق کو باطل پر غلبہ دلانے کے لئے ظاہر ہوئے تھے، اسی طرح رامائن میں بھی رام چندر جی وشنو کے اوتار ہیں جنھوں نے راون کو نیست و نابود کرنے کے لئے انسانی شکل اختیار کی تھی۔

مہابھارت اور رامائن کے علاوہ ہندو مذہب کی اٹھارہ کتابیں پورانوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ اٹھارہ اور کتابیں ہیں جن کو اُپ پران یعنی ادنیٰ درجے کے پوران کہتے ہیں۔ اہل تحقیق کی رائے یہ ہے کہ پرانوں کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں وہ حقیقتہً قدیم نہیں ہیں چنانچہ پروفیسر بی۔ بی رائے اپنی کتاب "ویدک تصنیفات" میں لکھتے ہیں۔

"لفظ پوران کے لفظی معنی قدیم کے ہیں۔ یعنی قدیم تصنیفات کو پوران کہتے ہیں یا یوں کہو کہ پوران وہ تصنیفات ہیں جن میں قدیم کہانیاں مندرج ہیں۔ لیکن درحقیقت پوران نہ قدیم تصنیفات ہیں اور نہ ان کی کل کہانیاں ہی قدیم ہیں ممکن ہے قدیم زمانے میں اس قسم کے چند رسالے موجود تھے پر اب وہ معدوم ہوگئے اور ان کی جگہ پر انہی ناموں کے دوسرے رسالے لکھے گئے ممکن ہے کہ موجودہ نئے رسالوں میں بھی چند قدیم قصے قدیم پوران اور دیگر تصنیفات سے اقتباس ہوئے پران کا شمار بہت تھوڑا ہے اور زیادہ تر پورانک کہانیاں نو ایجاد ہیں۔

موجودہ پوران کہاں تک نئے ہیں، اس بات کی تحقیقات کرنے کے لئے بہت دور جانے کی ضرورت نہیں۔ امر کوش نام مشہور سنسکرت لغات میں پورانوں کے پانچ لکشن یعنی خاصیات دکھلائی گئی ہیں لیکن موجودہ پورانوں

---

[1] "ہندوستان کے بڑے مذاہب" ص ۶۲

www.taemeernews.com

میں اکثر وہ پانچ لکشن نہیں پائے جاتے۔ برعکس اس کے کتنے پوران ہیں جن میں ملیکش یعنی محمدی وغیرہ غیر قوموں کا ذکر ہے۔ سو موجودہ پوران عنقریب سب کے سب نئے ہیں اور بودھ مذہب کے زوال کے ایام میں بلکہ بعض اس سے پیچھے تصنیف ہوئے۔"[1]

لالہ لاجپت رائے اپنی تالیف "مہاراج سری کرشن اور ان کی تعلیم" (مطبوعہ ہندوستانی برقی پریس، لاہور، سنہ ۱۹۱۰ء) میں "پورانوں کی تاریخی منزلت" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہر ایک تعلیم یافتہ ہندو جانتا ہے کہ پورانوں کی تعداد اٹھارہ ہے، اور ان کے علاوہ ایک کثیر تعداد پستکوں کی آپ پرانوں کے نام سے مشہور ہے، اور یہ کتابیں اس قسم کے قصے کہانیوں اور گپا شٹک سے پُر ہیں کہ کوئی ذی ہوش معقول طور سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ جو روایات ان میں مندرج ہیں ہمیشہ صحیح ہیں۔ عموماً ان کا بڑا حصہ تو خلاف عقل و نقل اور خلاف قانون قدرت (نیچر) اور خلاف فہم اور خلاف قیاس تذکرات سے پُر ہے۔

انگریزی محققوں اور آزاد منش ہندوستانی فاضلوں نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا ہے کہ موجودہ پوران وہ پوران نہیں ہیں جن کا ذکر اپ نشدوں وغیرہ مقدس کتابوں میں پایا جاتا ہے اور ان محققوں نے ان پورانوں کی تصنیفات کا زمانہ بھی قائم کیا ہے، اور ان کے اخذ کردہ نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ پورانوں میں سے کوئی پران بھی بکرم سمبت کے آغاز سے پہلے کا نہیں ہے بلکہ سمبت بکرمی کے بہت عرصے کے بعد کے ہیں۔ بعض پورانوں کی تصنیفات کا زمانہ تو چودھویں یا پندرھویں صدی عیسوی تک قائم کیا گیا ہے اس کے علاوہ خود پورانوں کے مندرجہ ذیل حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم پوران گم ہو گئے اور موجودہ پوران زمانہ حال میں بنائے گئے ہیں۔ . . . ."[2] (ص ۲۱)

---

[1] "ویدک تصنیفات" (اردو) مولفہ پروفیسر بی، رائے۔ مدرسہ علم الٰہی، سہارنپور۔ شائع کردہ کرشچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا۔ ص ۵۔

www.taemeernews.com

پورانوں میں صرف تین کے اردو ترجمے مجھے مل سکے۔ کلکی پوران، وشنو پوران، اور گنیش پوران، یہی تین زیادہ مقبول عام معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) کلکی پوران۔ مطبوعہ لکشمی نارائن پریس، مرادآباد۔ ۱۸۹۷ء ص ۱۳۴۔ مترجم کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ سرورق پر صرف یہ عبارت درج ہے:۔ "منشی منوہر سروپ درمانے بھاشا سے اردو میں ترجمہ کرا کر لکشمی نارائن پریس، متھرا، میں چھپوا کر شائع کیا"۔ تیرہویں ادھیا کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"سوت جی کہتے ہیں کہ ہے رشیو، خوش دل راجہ ششی دھوج سبھا میں موجودہ لوگوں کے قریب اپنا حال بیان کر کے ہاتھ جوڑ کر کلکی بھگوان سے کہنے لگا۔ (۱) راجا ششی دھوج بولا کہ ہے ہرے، تم ترلوکی کے ناتھ ہو۔ یہ سب راجے آپ ہی کے سہارے ہیں، اور ان راجاؤں کو اور مجھے اپنا فرمانبردار خیال کیجئے۔ (۲) میں اب لوگوں کا جو دل پسند ہردوار ہے وہاں عبادت کرنے کے لئے جاتا ہوں۔ یہ سب میرے بیٹے پوتے وغیرہ آپ کے بھروسے پر ہیں۔ آپ ہی ان کی پرورش کریں گے۔ (۳) ہے دیو دیو، میرا جو مقصد ہے سو آپ جانتے ہی ہیں۔ پہلے اوتار میں آپ نے جامبوان اور دوبدی نامی بندروں کو قتل کیا تھا۔ وہ بھی آپ کو یاد ہی ہے ....." (ص ۱۰۸)

(۲) کلکی پوران۔ مترجمہ پنڈت ہردیال شرما۔ مطبوعہ صادق المطابع، میرٹھ ۱۸۹۶ء ص ۱۷۸۔ "شری ویاس بھگوان رچت سنسکرت سے بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا گیا"۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے:۔

"سوت جی نے کہا کہ زاں بعد برھما جی کے کہنے کے بموجب سب دیوتا باادب سامنے بیٹھ کر کہنے لگے کہ اے دیو، کلیجگ کے پاپوں سے دھرم کو

www.taemeernews.com

بہت نقصان ہو رہا ہے۔ دیوتاؤں کی تکلیف کو سن کر برھاجی کو بہت رنج ہوا۔ کہا کہ چلو اُن بشنو بھگوان کو خوش کر کے جو بھگتوں کی تکلیف دور کرنے میں مشہور ہیں ہم کامیاب ہوں گے۔ اور یہ صلاح کر کے برھاجی مع دیوتاؤں کے گئو لوک میں جہاں بشنو بھگوان رہتے ہیں جا کر سب نے اُستتی کی اور برھاجی نے دیوتاؤں کی دلی خواہش کو بشنو بھگوان سے ظاہر کیا ..... (ص ۵)

(۳) وشنو پوران، باب اول، مترجمہ پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی مطبوعہ رام نرائن پریس، متھرا، ۱۹۱۵ء۔ بڑی تقطیع (ص ۱۱۶)

پنڈت امرناتھ ساحر شریمد بھگوت گیتا کے مشہور مترجم اور شارح پنڈت جانکی ناتھ مدن کے صاحبزادے ہیں۔ اور انھوں نے ادب دانشا کا صحیح ذوق اپنے والد سے پایا ہے۔ ترجمے کے متعلق دیباچے میں فرماتے ہیں:-

"اس ترجمے میں یہ امر مدنظر رکھا گیا ہے کہ جن سنسکرت استعارات اور اصطلاحات کے واسطے اردو زبان میں ہم پایہ الفاظ اور خیالات دستیاب نہیں ہوئے ان کو مجبوراً استعمال کرنا پڑا ہے ....."

وشنو پوران سنسکرت میں مہرشی پراشر جی کی مشہور تصنیف ہے۔ ترجمے کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے:-

"شری بشن دیو نظر ظاہری سے غائب ہو گئے۔ دھرو نے دل میں سوچا کہ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ وہ جگہ کہاں ہے۔ جہاں سنت رہتے ہیں مستوں کو مجھ سے ملنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ لوگ خواہش کو نیست و نابود کر چکے ہیں۔ اسی فکر میں غلطاں و پیچاں تھا کہ ہدایت زبانی ہوئی اور اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ سنتوں کی صحبت اس وقت نصیب ہوگی جب

www.taemeernews.com

میں تمام خواہشات سے بے خواہش ہو جاؤں گا۔ پس اس خیال کو دل میں
میں جگہ دی کہ سوائے پرماتما کے دوسرا کوئی نہیں ہے۔ جب کہ وہی
ذات مطلق ہے تو دنیا اور عقبیٰ کا خیال محض وہم ہے اور اس سے
کوئی مطلب نہیں رہتا۔ یہ جسم انسانی بمنزلہ ایک کشتی کے ہے جس
کے وسیلے سے دریائے معرفت سے پار اترتے ہیں جب دریا سے
عبور کر گئے اور دوسرے کنارے پر جا پہونچے تو کشتی سے کوئی واسطہ
نہیں رہتا۔ پس اطمینان ہو گیا کہ جسم عدم ہے اور مجھے اس جسم سے
کوئی تعلق نہیں ہے ..... " (ص ۳۱)

(۴) فسانہ توحید :۔ یہ وشنو پوران کے باب دوم، سوم، چہارم، پنجم و ششم کا خلاصہ ہے۔ جسے پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی نے اردو میں پیش کیا ہے۔ مطبوعہ رام نراین پریس، متھرا، ۱۹۳۱ء ص ۱۲۸۔

(۵) گنیش پوران منظوم۔ مترجمہ منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور، لکھنو، ۱۲۸۰ھ ص ۱۶۔

مترجم کو نظم اردو پر بڑی قدرت حاصل ہے ان کے ترجمہ رامائن کا ایک نمونہ اوپر گزر چکا ہے۔ گنیش پوران کے ترجمے میں بھی زبان کی سلاست و روانی کا وہی عالم ہے شروع میں اپنے بعض دوسرے ترجموں کا بھی ذکر کرتے ہیں :۔

جب چھپ گیا شیو پُران اردو — مطبوع ہوئی زبان اردو
فرمایش دوستاں ہوئی اور — میں طابع حکم تھا بہر طور
منظوم کیا جو پریم ساگر — رغبت ہوئی جانکی بجے پر
نسخے کئے جب یہ میں نے تحریر — مطبع میں چھپے وہ باتصاویر
اک دوست نے پھر کیا اشارہ — کیوں بحر سخن سے ہے کنارہ

www.taemeernews.com

منظوم گنیش کی کتھا کر　　حاصل ابھی نقد مدعا کر

.....

اس کے بعد "آوارہ ہونا راجہ جدھشٹر حاکم ہستناپور کا وطن سے اور تدبیر فرمانا سری کرشن جی کا واسطے حصول سلطنت کے" اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہر دم رہے دل کو یاد گنپت　　ہر لحظہ ہو اعتقاد گنپت

تھا ہند میں اک شہر معمور　　مشہور زمانہ ہستناپور

حاکم تھا وہاں خجستہ اختر　　ذی مرتبہ راجۂ جدھشٹر

شہ زور تھے شہ کے چار بھائی　　سرمایۂ لطف و آشنائی

جرارو جری، نہیم و بے ریو　　ارجن، نکل، اور بھیم، سہدیو

اقبال نے دفعتاً کمی کی　　ادبار نے شہ کی ہمدمی کی

آثار خزاں چمن میں آیا　　خورشید فلک گہن میں آیا

کھیلا جو وہ نیک بد کے چوسر　　دم بھر میں حریف نے لیا زر

قسمت میں بدی ہوئی تھی خواری　　دولت وہ تمام بد کے ہاری

ثروت گئی، شہ کا راج چھوٹا　　دولت گئی، تخت و تاج چھوٹا

چھکے چھٹے ان کے ایک دم میں　　پانچوں پھنسے پنجۂ الم میں

ششدر رہوئے صاف آئنہ وار　　صحرا کو گئے وہ چار و ناچار

چکرا دئے بخت ناتواں نے　　گردش یہ دکھائی آسماں نے

شی کرشن سے ہو کے دل شکستہ　　کی شہ نے یہ عرض دست بستہ

تدبیر بتائے مہاراج　　لوں راج عدو کو کر کے تاراج

فرمایا کہ اے شہ جواں بخت　　ہو جائیں گے دور صدمۂ سخت

پوجا سے سری گنیش جی کی　　ہر لحظہ امید ہے خوشی کی (ص ۲)

www.taemeernews.com

منوسمرتی منوسمرتی۔ ہندوؤں کا نہایت مشہور اور مستند دھرم شاستر ہے۔ اس کا زمانہ تالیف بعض محققین کے نزدیک پانچویں صدی قبل مسیح ہے۔ لیکن پروفیسر بولر (BUHLER) کا خیال ہے کہ یہ کتاب اپنی موجودہ شکل میں دوسری صدی عیسوی کے اوائل سے پہلے موجود نہ تھی، اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ مضامین کے اعتبار سے یہ بہت کچھ اپنے سابق نسخوں سے ماخوذ ہے[1]۔ مجھے اس کتاب کے جو اردو ترجمے مل سکے وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) منوسمرتی۔ مترجمہ سوامی دیال۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ بار ششم ۱۸۸۹ء ص ۴۹۲
ترجمہ سنسکرت متن کے ساتھ ہے۔ نمونہ یہ ہے:۔

"ادھیائے ۴۔ معاش و اخلاق"

"۱۔ تمام عمر کے چار حصے فرض کرکے اول حصے تک گرو کل میں باس کرے
دوسرے حصے تک شادی کرکے گھر میں رہے۔

۲۔ بوجہ معاش ایسی ہے کہ حاصل کرنا اس کا بحالت عدم ایذارسانی جانداران یا کم ایذا دہی جانداران ممکن ہے اس سے براہمن اپنی بسر اوقات کرے، بشرطیکہ وقت مصیبت نہ ہو۔

۳۔ اعمال نیک سے اور ایسے طریقے سے کہ جس سے بدن کو تکلیف نہ ہو صرف اپنے کھانے بھر کو دولت جمع کرے

. . . . . .

۱۱۔ واسطے حصول معاش کے دروغ گوئی دشیریں زبانی و مضحکہ نہ اختیار کرے۔ دروغ و فریب والی معاش کو ترک کرکے براہمنوں کی نیک معاش سے اپنی بسر اوقات کرے۔

۱۲۔ قناعت کرکے اوقات کو قابو میں لاوے، کیونکہ خوشی کی بنیاد قناعت

---

[1] "ہندوستان کے بڑے مذاہب" از بٹالوی۔ ص ۳۷

www.taemeernews.com

ہے اور ریخ کی جڑ بے حبہ ہی ہے۔

۱۳۔ من جملہ معاش مفصلہ بالا کے کسی معاش سے اوقات گزاری کرے، اور وید پڑھنے سے فارغ ہو کر سماورتن کے واسطے اندریوں کو قابو میں لاوے اور سورگ اور عمر اور نیک نامی کے واسطے مفید برت جو آگے کہیں گے۔ اس کو کرے۔" (ص ۱۷-۱۱۵)

(۲) جگت سمرتی :۔ مطبوعہ مطبع بھارت، سیالکوٹ۔ ص ۱۱۵۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ مترجم کا نام بھی کتاب پر نہیں ہے۔ سرورق پر یہ عبارت درج ہے :۔ "ترجمہ گرنتھ لاثانی منو سمرتی زبان سنسکرت جس کو شاہزادہ جگجوت سنگھ صاحب، خلف کنور پشاور سنگھ، نبیرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سرگباشی، والی ملک پنجاب نے بصرف زر کثیر بڑے بڑے عالم و فاضل پنڈتوں سے واسطے رفاہ عام کے اصل زبان سنسکرت سے زبان اردو میں ترجمہ کرایا۔"

یہ کتاب منو سمرتی کا پورا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کا انتخاب ہے۔ جیسا کہ دیباچے میں تصریح کر دی گئی ہے۔ دیباچہ پنڈت سندر لال دوبے، مالک اخبار بھارت و مطبع بھارت کے قلم سے ہے، اس کے مندرجہ ذیل حصے خاص توجہ کے مستحق ہیں :۔

"ناظرینان والانظر پر مخفی و محتجب نہ رہے کہ جناب شہزادہ جگجوت سنگھ صاحب نے اس کتاب مستطاب موسوم بہ جگت سمرتی کے تالیف کرانے سے تمام گروہ اہل ہنود پر ایک ایسا احسان عظیم فرمایا ہے کہ جس کے بار منت سے ہم اور ہماری آئندہ نسلیں کبھی سبکدوش نہ ہو سکیں گی، اور اہل ہنود اس لئے بھی تا بہ زندگی بار احسان نہ بھولیں گے کہ سنسکرت کے نہ جاننے والے، بھاشا سے نفرت کرنے والے اور اردو کے قدر دان اس مقدس صحیفے کو پڑھ کر اپنے دھرم و کرم میں محفوظ رہیں گے اور اس کی

www.taemeernews.com

کنٹھ مالا بنا کر روحانی زندگی کا سرور حاصل کریں گے اور بچے بھی اس کے سبق سے بہرہ ور ہو کر گمراہی و بربادی دھرم سے محفوظ رہیں گے۔

.....

اس انتخاب میں یہ بھی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے کہ جو اشلوک کسی خاص فرقے کے متعلق تھے وہ بہ لحاظ رفع خصوصیت اس انتخاب میں شامل نہ داخل نہیں کیے گئے تاکہ تمام کافۂ اعظم اہل ہنود کے جمیع فرقے اور ہر ایک شعبہ و شاخ پیروان مذہب ہنود کے ممبر اس دریائے فیض سے یکساں فیض یاب ہو سکیں .....''

مندرجہ بالا عبارت ایک ہندو پنڈت کے قلم کی ہے۔ اس مولویانہ طرز تحریر سے آج مسلمان بھی پرہیز کرتے ہیں۔ پنڈت سندر لال نے اس کتاب کی تالیف پر جن اسباب سے ''اہل ہنود'' کی احسان مندی کا اظہار کیا ہے۔ وہ قابل غور ہیں۔ ان کے اس بیان سے تو شاید کم لوگ متفق ہوں گے کہ ہندوؤں میں ایسے بھی ہیں جو بھاشا سے نفرت کرتے ہیں لیکن اس حقیقت سے کسی انصاف پسند کو انکار نہ ہوگا کہ اردو کے ہندو قدر دانوں کی تعداد حد شمار سے باہر ہے علاوہ سیکڑوں دوسری کتابوں کے جو ہندوؤں نے اردو میں تصنیف، تالیف، یا ترجمہ کر کے شائع کی ہیں۔ منوسمرتی جیسی مذہبی کتاب کا انتخاب اردو میں تیار کرانا تاکہ ''اہل ہنود کے جمیع فرقے اور ہر ایک شعبہ و شاخ پیروان مذہب ہنود کے ممبر اس دریائے فیض سے یکساں فیض یاب ہو سکیں'' اور ''بچے بھی اس کے سبق سے بہرہ ور ہو کر گمراہی و بربادی دھرم سے محفوظ رہیں'' ہندوستان میں اردو کے مقبول عام ہونے کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔

ترجمے کا انداز یہ ہے :-

''ہمن جی سبھا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس بڑے بڑے رشی لوگ، آئے اور بپرت پوجن کر کے یہ بات کہی کہ۔

www.taemeernews.com

۲۔ اے بھگوان، سب ورنوں اور ورن شنکروں کے دھرم کو ٹھیک ٹھیک
ہم سے کہئے۔ کیونکہ

۳۔ اے پربھو، اچنت و بیحد قدیم ویدیا بیان کئے ہوئے جو بہت طرح
کے کرم ہیں اُن کے اصل مطلب کو جاننے والے ایک آپ ہی ہیں۔" (ص ۱)

(۳) منوسمرتی :۔ مترجمہ گرپارام شرما جگرانوی مطبوعہ ویدک دھرم پریس، دہلی ص ۲۹۴ سنہ درج نہیں۔

یہ ترجمہ متن کے ساتھ ہے اور کہیں کہیں نوٹ بھی دے دئے ہیں۔ عبارت میں بہ نسبت سابق دو ترجموں کے زیادہ سلاست اور شستگی ہے۔ مثلاً

۱۔ دھرم کے مطابق چلنے والے مرد عورت کے وصل اور جدا ہونے کے قدیم طریقوں کو بیان کرتے ہیں کہ کس وقت عورت کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے

۲۔ رات دن عورت کو پتی کے ذریعے سے بے اختیار رکھنا چاہئے، اور جو عورت وشے کی خواہش رکھتی ہو اس کو بالکل آزادی نہ دینی چاہئے۔ بلکہ وہ مالک کے ساتھ رہے۔

۴۔ لڑکپن میں باپ اور جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا عورتوں کی حفاظت کرے، کیونکہ عورتیں خود مختار ہونے کے لائق نہیں ہیں۔

۴۔ کنیا دان کے وقت کنیا کو نہ دیوے تو باپ اس کا پاپی ہوتا ہے، اور حیض سے فراغت ہونے پر شوہر اس سے جماع نہ کرے تو وہ پاپی ہوتا ہے اور بحالت وفات شوہر کے بیٹا اپنی ماں کی حفاظت نہ کرے تو وہ پاپی ہوتا ہے۔

۵۔ تھوڑی صحبت سے بھی عورتوں کی حفاظت کرنا چاہئے۔ عورتیں غیر محفوظ رہنے سے دونوں کُل (یعنی خاندان شوہر و خاندان والد) کو رنج پہونچاتی ہیں۔۔۔"

(نواں ادھیائے۔ ص ۳۲۷)

www.taemeernews.com

(۴) منوسمرتی:۔ مترجمہ ماسٹر آتمارام۔ مطبوعہ واشنگٹن پریس، لاہور۔ ص ۲۸۸ سنہ طباعت درج نہیں۔ اس کے ابتدائی حصے کا اقتباس حسب ذیل ہے، اس سے برھماجی کی پیدائش کا حال معلوم ہوتا ہے:۔

۱۔ منوجی بخاطر جمع بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے آس پاس بڑے بڑے رشی لوگ آئے اور باہم ادب آداب کے بعد یہ بات کہی کہ

۲۔ ہے بھگوان، سب درنوں اور ورن شنکروں کا دھرم ٹھیک ٹھیک ہم سے کہئے، کیونکہ

۳۔ اے پربھو، خیال سے باہر اور لامحدود اور قدیم وید میں بیان کئے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں ان کے اصل مطلب کے جاننے والے ایک آپ ہی ہیں۔

۴۔ جب ان مہاتماؤں نے اس طرح سے اس نورانی صورت مہاتما سے پوچھا تب سرتی منوجی نے ان سب رشیوں کی پوجا کرکے کہا کہ سنئے:۔

(نوٹ:۔ منوجی کی رشی پوجن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مکان پر آئے ہوئے چھوٹے کا بھی پوجن ہوتا ہے)

۵۔ یہ سب جگت پہلے پرکرتی یعنی جزو لاینجزی کی حالت میں چھپا ہوا تھا، اور اس کا کچھ علم و نشان نہ تھا اور نہ دلیل سے معلوم ہو سکتا تھا۔ خواب کی سی حالت میں تھا۔

۶۔ اس کے پوشیدہ و لازوال قوت رکھنے والے اور اندھکار کا ناش کرنے والے پرمیشور پرماتما نے عناصر اور سائکلپک یعنی ماں باپ کے بغیر پیدا ہونے والے لوگوں کو پیدا کیا۔

۷۔ جو مکت جیو اندریوں سے الگ دباریک و پوشیدہ و ہمیشہ بے فکر و سب مخلوقات کی جان ہے۔ آپ سے آپ سائکلپک شریروں میں داخل ہوئے۔

www.taemeernews.com

۸۔ اور اس کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اپنے بدن سے ایک قسم کی خلقت پیدا کرنی چاہیئے۔ تو اس نے پہلے پانی یعنی رج کو پیدا کیا۔ پھر اس پانی میں بیج ڈالا۔

۹۔ تب وہ بیج مثل طلاو آفتاب کے بصورت ہراٹ کی گولائی کے انڈا بن گیا پھر اس سے برھماجی یعنی ویدوں کے جاننے والے ایونج رشی جو تمام مخلوقات کے پیدا کرنے والے ہیں۔ آپ سے آپ پیدا ہوئے ،، (ص ۱۰۲)

درشن 'درشن' یعنی کتب فلسفہ حقیقتہً مذہبی کتابوں میں شامل نہیں ہیں لیکن ان کا شمار مذہب کی معقولات میں ہوتا ہے۔ ہندو مذہب کا بنیادی اصول موکش یعنی نجات ہے۔ اسی منزل تک پہنچنے کے لئے عمل (کرم)، علم (گیان)، اور محبت وعقیدت (بھگتی) کے تین راستے اختیار کئے گئے۔ ہندو حکما منقولات کو اس مقصد کے لئے کافی نہ سمجھ کر معقولات کی طرف متوجہ ہوئے، اور انھوں نے مسئلہ نجات کی فلسفیانہ تشریح کر کے اس کے حصول کے طریقے بتائے۔ لیکن چونکہ عقلی مباحث میں اختلاف کی بڑی گنجایش ہوتی ہے اس لئے ہندو فلسفے کے بھی مختلف اسکول یا مذاہب قائم ہوگئے۔ ان میں سے چھ جو کھٹ درشن کہے جاتے ہیں زیادہ مشہور اور مستند ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں:-

۱۔ میمانسا	مرتبہ جیمنی	
۲۔ ویشیشک	،،	کنا درشی
۳۔ نیائے	،،	گوتم
۴۔ سانکھیہ	،،	کپل
۵۔ یوگ	،،	پنتجلی رشی
۶۔ ویدانت	،،	ویاس

بابو شیوبرت لال ورمن اپنی کتاب ،، سانکھیہ فلاسفی ،، کے دیباچے میں لکھتے ہیں:-

www.taemeernews.com

"اکثر لوگ غلطی سے ان چھ فلسفوں کو ایک دوسرے کا مخالف سمجھتے ہیں۔ یہ بالکل خام خیالی ہے، کیونکہ یہ مفرد عمارت کے متعدد مختلف حصے ہیں اور سب کا مقصد فاصل الاصول ایک ہے۔ سب موکش کے مضمون پر وچار کرتے ہیں اور اسی کی پراپتی اور حصول کو انسانی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ہر درشن نے اپنے درجے اور مقصد کو مدنظر رکھ کر دوسرے کے مضمون سے کم غرض رکھا ہے، اور حتی الامکان اپنے آپ کو ایک خاص دائرے کے اندر محدود رکھا ہے۔ ان چھٹوں میں سے اگر ایک کو خارج کر دیجئے تو ساری عمارت دھم سے نیچے آ رہتی ہے، اور اگر ان کے مخصوص مضامین پر وچار کرتے ہوئے تبدریج زینہ بہ زینہ چڑھتے جائے تو بہ آسانی مقصد کے بام تک پہونچنا ممکن معلوم ہوتا ہے۔

میمانسا نے کرم پر زور دیا ہے، کیونکہ کرم کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں بنتا۔ ویشیشک میں وقت پر بحث ہے۔ بلا وقت خرچ کئے کچھ نہیں ہوتا نیائے میں علت مادی پر گفتگو ہے، کیونکہ کائنات مادے سے ہے سانکھیہ میں عناصر وغیرہ پر بات چیت ہے .....

..... اور اسی وجہ سے درجہ بدرجہ مقصد تک پہونچنے کی امید ہو سکتی ہے۔ یوگ کا مطلب غور و فکر، سوچ بچار ہے جس بات کو سانکھیہ نے نظری طور پر ظاہر کیا ہے اس کو عملی پہلو سے ثابت کرنا یوگ کا کام ہے۔ ویدانت کا مقصد برہم سے ہے، کیونکہ وہ خالق، مالک کل اور آفرینش کا انتظام کرنے والا ہے۔"

کھٹ درشن میں یوگ اور ویدانت کی متعدد کتابوں کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ میمانسا اور ویشیشک پر کوئی کتاب مجھے نہیں ملی۔ سانکھیہ اور نیائے پر صرف ایک

www.taemeernews.com

ایک کتاب ملی ہے۔

(۱) سانکھ فلاسفی :۔ مولفہ بابو شیو برت لال ورمن۔ مطبع سیتہ دھرم پرچارک جالندھر۔ ص ۹۰۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کے دیباچے کا ایک اقتباس ابھی پیش کیا گیا ہے۔ سانکھیہ کے اصول کی توضیح کرتے ہوئے بابو شیو برت لال لکھتے ہیں :۔

"سانکھیہ کی تعلیم کے بموجب ہر سہ قسم کی تکالیف و مصائب سے نجات پانا جیوآتما کا فرض عین اور اعلیٰ مقصد ہے۔ اور سانکھیہ اس تدبیر کی اشاعت کرتا ہے جس سے یہ حالت انسان کے جیتے جی یا موت کے بعد حاصل ہو جائے۔ تین قسم کے دکھوں کے نام ادھیاتک، ادھ دیوک، ادھ بھوتک ہیں۔ پہلی قسم میں جملہ امراض جسمانی، قلبی، وغلبات نفسانی وغیرہ شامل ہیں اور اپنی خاص ذات سے متعلق ہیں۔ باقی دو قسم کے دکھ خارجی ہیں اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتے ہیں۔ عناصر، سورج وغیرہ کی حرارت، تمازت، رعد وغیرہ کی گرج سے جو دکھ ہوتے ہیں وہ 'ادھ دیوک' اور جانور، حشرات الارض وغیرہ سے جو تکالیف پیدا ہوتی ہیں 'ادھ بھوتک' کہلاتی ہیں۔ ان سب مصائب سے نجات پانا آنند و سرور کی حالت ہے۔ کپل اور ان کے پیروکاروں نے تلقین کیا ہے کہ صرف سچے گیان سے نجات مل سکتی ہے۔ ان کی سمجھ میں خارجی تدابیر قابل اطمینان نہیں ہیں۔ ان شکایتوں کے دفعیے کی دو تدبیریں ہیں۔ ایک ظاہری، دوسری شرعی۔ ظاہری تدابیر میں ہر طرح کے معالجات، ضروری پرہیز اور لوازمات کا شمول ہے۔ شرعی تدابیر شریعت کے ارکین کے انجام دینے سے مراد ہے۔ یہ ہر دو طریقے غیر مکمل و ناقص ہیں۔ ممکن ہے عارضی طور پر کچھ عرصے

www.taemeernews.com

کے لئے ان مصائب کا دفعیہ کر دیا جائے۔ مگر اس سے کبھی اطمینان نہیں ہوتا اوّل تو وہ شکایتیں ہمیشہ کے لئے دور نہیں ہو سکتیں، دوسرے ان کے پھر بار بار ہو جانے کا احتمال ہوا کرتا ہے۔ ان سے قطعی نجات پانا صرف گیان سے ممکن ہے، اور وہ گیان پورش، پرکرتی، مادّہ، عناصر وغیرہ کا سچا علم ہے۔"

(۲) نیائے درشن :۔ مترجمہ سوامی درشتا نند۔ مطبوعہ رہبر پریس، مراد آباد ص ۴۴۸ سنہ درج نہیں۔

اردو ترجمہ سوال و جواب کے پیرائے میں ہے۔ اصل کتاب کا یہ طرز نہیں سنسکرت عبارتیں جو ترجمے کے ساتھ دی ہوئی ہیں بہت مختصر ہیں۔ دیباچے میں مترجم نے 'نیائے درشن' کی غرض و غایت اس طرح سمجھائی ہے :۔

"ہر ایک آدمی جو دنیا میں موجود ہے ہمیشہ دکھ اور سکھ محسوس کرتا ہے، اور سب کی کوشش یہ ہے کہ وہ دکھ سے چھوٹ کر سکھ حاصل کرے۔ لیکن باوجود سکھ کی خواہش اور دکھ سے نفرت کے نہ تو ہر ایک کو سکھ حاصل ہے اور نہ ہی دکھ سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے۔ اس عجیب حالت کو دیکھ کر کہ سکھ کو حاصل کرنے اور دکھ سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ ناکامیابی کیوں ہوئی۔ جب اس کے اسباب کی تحقیق کی جاتی ہے تو پتہ لگتا ہے کہ انسان کی ساری طاقتیں محدود ہیں۔ اس واسطے اس کا علم بھی محدود ہے اس کا تعلق جو اشیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ بذریعہ حواس یا من کے ہوتا ہے، اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ان اوزاروں سے معلوم نہیں ہوتیں اس واسطے تیسری چیز معلوم کرنے والی عقل ہے۔ اگر ان تینوں چیزوں میں سے کسی میں فرق آجاوے تو گیان میں ضرور فرق آجاوے گا اور جہاں گیان میں فرق ہوگا۔ وہاں عمل بھی غلط ہوگا۔ اور جہاں عمل میں غلطی ہوئی

www.taemeernews.com

تو نتیجہ برعکس ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے ہر ایک کام کے نتیجے کو ٹھیک طور پر حاصل کرنے کے واسطے ہر ایک چیز کے عمل کو صحیح طور پر کرنا ہے اور عمل کو صحیح طور پر کرنے کے واسطے علم کا صحیح ہونا لازمی ہے۔ جہاں علم میں غلطی ہوگی۔ وہاں سب نتائج غلط ہوں گے۔ اس واسطے انسان کا فرض اعلیٰ یہ ہے کہ وہ ہر ایک عمل سے پہلے صحیح علم کے وسائل مہیا کرے۔ کیوں کہ جس صراف نے سونے کے امتحان کے واسطے محک یعنی کسوٹی کو حاصل نہیں کیا اور وہ اس کو عمل میں لانے کے طریق سے ناواقف ہے، وہ صراف نہ تو اپنے بیوپار میں فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ وہ صراف کہلانے کا مستحق ہے ..... اس طرح پر انسان اپنے آتمک فرائض کو پورا کرنے کے واسطے اگر بغیر تحقیقات کے کام کرے گا تو ضرور اُسے تکالیف کا سامنا ہوگا اور اگر تحقیقات کر کے کام کرے گا تو مکتی حاصل کر سکتا ہے۔ اور انسان کو تحقیقات کے سامان بہم پہونچانے کے واسطے یہ نیائے شاستر سب سے ضروری سادھن ہے۔ جو شخص نیائے شاستر سے ناواقف ہے وہ کسی چیز کی بھی ماہیت کو ٹھیک طور پر نہیں جان سکتا۔ اور جو شخص اس نیائے شاستر کو پورے طور پر سمجھ جاوے تو کوئی انسان خواہ کتنا ہی چالاک ہو اس کو دھوکا نہیں دے سکتا، اور مذہبی اور علمی مباحثوں میں جو باتیں عوام کی نظر میں بہت مشکل معلوم ہوتی ہیں۔ وہ اس علم کی ماہیت جاننے والے کے واسطے بہت ہی آسان معلوم ہوتی ہیں، اور جن سوالوں کا عقلی جواب دینے میں دنیا کے بڑے بڑے مذہب گھبراتے ہیں اس فلاسفی کا جاننے والا آسانی سے اس کو بتلا سکتا ہے۔"

www.taemeernews.com

ہندو مذہب کی متفرق کتابیں

ہندو مذہب کی اہم ترین کتابوں کے علاوہ جن کی اردو عبارتوں کے اقتباسات پیش کئے جا چکے ہیں اور کتابیں بھی نظر سے گزریں۔ ان کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

(۱) شری مدبھاگوت :۔ مترجمہ منشی سوامی دیال کائیتھ۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دہم ۱۹۲۳ء۔ بڑی تقطیع۔ ص ۸۸۰۔ اس ترجمے کا پہلا ایڈیشن ۱۸۷۴ء میں نکلا تھا عبارت میں بھاشا کا عنصر غالب ہے۔

(۲) ٹیکا سری مدبھاگوت اور کنجی موکش :۔ مرتبہ لالہ نین سکھ رائے۔ امپریل بکڈپو پریس، دہلی۔ ص ۱۱۴۔ اس کتاب کے شروع کے تیئیس صفحے "کنجی موکش" کے ہیں جس میں ہندو مذہب کی تعلیمات سوال وجواب کے طرز میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد "سری مد بھاگوت" کی شرح ہے۔

(۳) دسم اسکندھ :۔ سری مد بھاگوت منظوم، از منشی سردار سنگھ نسیم۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۶ء۔ بڑی تقطیع۔ ص ۳۷۴

(۴) بھگوتی اتہاس :۔ مترجمہ دیبی بھاگوت۔ از پنڈت پیارے لال کشمیری۔ مطبع نولکشور لکھنو ۱۸۷۷ء۔ بڑی تقطیع۔ ص ۵۸۵۔

(۵) بشن سہسر نام سٹیک :۔ مصنفہ بیاس جی۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ مطبع نولکشور لکھنو ۱۸۸۳ء۔ ص ۱۴۰۔

اس کتاب میں ایشور کی وحدانیت اور اس کی ذات وصفات سے متعلق سنسکرت اشلوک درج کرکے اردو میں ان کی شرح کی گئی ہے۔

(۶) بیداستت :۔ "جو سری مدبھاگوت کے ادھیائے ۸۸ میں درج ہے" مترجمہ لالہ بلدیو سنگھ۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۱ء۔ ص ۳۲۔

اس مختصر رسالے میں سنسکرت عبارتوں کے ساتھ ان کی شرح اردو میں لکھی ہے۔

www.taemeernews.com

(۷) گیتا مہاتم منظوم :۔ از منشی رام سہائے تمنا۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ باردوم ۱۸۷۵ء ص ۲۶۔

اس میں "بھگوت گیتا" کے پڑھنے کا اثر مختلف کہانیوں میں بیان کیا ہے۔ یعنی گیتا کے پڑھنے سے لوگوں کو دنیا میں کیسے کیسے فائدے پہنچے اور کس طرح بڑی بڑی مصیبتوں سے نجات ملی۔

(۸) گیا مہاتم۔ مترجمہ منشی لال جی۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ باردوم ۱۸۸۴ء۔ ص ۴۸۔
اس میں گیا کے تیرتھ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

(۹) لودھیشر مہاتم :۔ مترجمہ منشی کنور بہادر۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۸۶ء ص ۱۴۱۔
عبارت میں بھاشا کے الفاظ زیادہ ہیں۔

(۱۰) شری دگیان کرشنائن :۔ مولفہ بابو شیو برت لال ورمن۔ آریہ اسٹیم پریس، لاہور ص ۴۳۲۔ سنہ درج نہیں۔

اس کتاب میں شری کرشن جی کے حالات زندگی اور ان کی تعلیمات کا بیان ہے۔ جگیاسو، سوال کرتا ہے اور شیو، اس کا جواب دیتے ہیں۔ یہاں شیو سے مراد خود مولف کتاب یعنی شیو برت لال ورمن ہیں۔

(۱۱) پوران دھرم :۔ مولفہ پنڈت نرمل چندر۔ پرکاش اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۱۹۰۔ سنہ طباعت درج نہیں۔

اس کتاب کے تین حصے ہیں، گیان یوگ، بھگتی یوگ، کرم یوگ۔ یہ جلد گیان یوگ پر ہے۔ اس کی عبارت بہت شستہ ہے۔ نمونہ مندرجہ ذیل ہے :۔

"آتم سادھن
مجھے کیا کرنا چاہئے۔
"ابتک آتم گیان (ویدانت) کے صرف علمی یا نظری پہلو پر بحث کا گئی ہے۔

www.taemeernews.com

جگیاسو کو اس کے سوالات، میں کون ہوں، یہ کیا ہے اور کیوں ہے، زندگی کے کیا معنی ہیں، کا جواب دیا گیا ہے۔ جگیاسو نے جان لیا ہے کہ وہ خود جسم، طاقت یا خیال نہیں، بلکہ آتما (ذات) ہے۔ اس کا اپنا آپ عین ہستی، عین علم اور عین سرور ہے۔ اس کا ہونا ہی اور سب کچھ ہونے کی شرط ہے، اور اس کا جاننا ہی سب کچھ جاننے کی شرط ہے، اور اس کا جاننا ہی اور سب کچھ جاننے کی شہادت ہے۔ اس کی ذات میں غیر محدود ارادت، طاقت، زندگی، حکمت، حسن، محبت، پاکیزگی اور سرور کے خزانے موجود ہیں۔ . . . . . .

یہ سارے بھید کھل جانے پر جگیاسو کے وجود کا عملی پہلو سوال کرتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ کیا صرف اتنا جان کر چھٹی ہوئی کہ میں آتما ہوں، سارا جگت میرا سوبھاو کی چمتکار ہے، اور جگت میں ہر ایک جیو اپنے کرم کے لئے جیتا ہے۔ جو روشنی طاقت میں تبدیل نہیں ہو سکتی وہ محض سراب دھوکا ہی ہے، اور جو علم اپنا عملی پہلو نہیں رکھتا وہ بھی بے سود دل لگی کے سوا کچھ نہیں۔ واقعی روشنی میں رنگ اور طاقت دونوں موجود رہتے ہیں۔ اسی طرح وہی گیان سچا گیان ہے جو بھاؤ (جذبے) اور کرم (عمل) میں ظاہر ہو۔ ورنہ وہ زندہ گیان نہیں بلکہ اس کی بے جان اور پھیکی سی تصویر ہے، آتم گیان صرف دماغی شے نہیں بلکہ وہ زندہ روشنی ہے جو دماغ سے گزر کر دل کو آباد کرتی ہے، اسے عالمگیر محبت، کامل پاکیزگی، بیحد نیکی، اتھاہ بردباری اور غیر فانی سرور کے رنگوں سے رنگ دیتی ہے، اور پٹھوں کے اندر عملی طاقت کی وہ بجلی بھر دیتی ہے جس کی طرف آسمانی بجلی بھی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتی۔" (ص ۲۲-۱۲۰)

(۱۲) پوتھی گیان پرکاش:- مولفہ منشی گلزاری لال۔ مطبع نول کشور لکھنؤ۔ بار دوم ۱۸۷۶ء ص ۷۰۔ یہ رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے:-

www.taemeernews.com

باب اول :۔ اوصاف اچار وبچار ونیم ودھرم وغیرہ "
باب اول :۔ اوصاف چاروں ویدوں وغیرہ اور چاروں برن اور چاروں آسرم وغیرہ"
باب سوم :۔ اوصاف گیان ودھیان وغیرہ ۔"

(۱۳) جیون چرتر سوامی رام کرشن پرمہنس :۔ جس کو کار پردازان پستک بھنڈار، لاہور نے پروفیسر میکس مولر کی انگریزی تصنیف LIFE AND TEACHINGS OF SWAMI RAM KRISHNA PARMA HANS) اور چند مستند بنگالی تصانیف سے اقتباس کر کے گردھر اسٹیم پریس، لاہور میں چھپوایا، ۱۹۳۵ء ص ۱۴۹۔

سری رام کرشن کی تعلیمات زیادہ تر ان کے اقوال میں پیش کی گئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں :۔

"جب تک شہد کی مکھی کنول کے باہر پھرتی ہے اور شہد کا مزہ چکھا نہیں ہوتا تب تک وہ ہوں ہوں کرتی رہتی ہے۔ لیکن جب وہ کنول کے اندر بیٹھ کر امرت پینا شروع کر دیتی ہے تو بالکل خاموش ہو جاتی ہے اسی طرح آدمی جب تک مسئلہ مسائل کے بحث مباحثہ میں الجھا رہتا ہے تب تک اُسے حقیقی ایمان کا امرت (آب کوثر) چکھا نہیں ہوتا۔ لیکن جب وہ آب کوثر کو منھ لگا لیتا ہے تو پھر خاموش ہو جاتا ہے" (ص ۷۰)

"جس عورت کا ایک بادشاہ عاشق ہو وہ ایک ٹکڑا گدا کی محبت قبول نہیں کرتی۔ اسی طرح جس روح نے خدا کی نظر عنایت حاصل کر لی ہے اسے دنیا کی خفیف چیزوں کی حاجت نہیں رہتی۔" (ص ۷۱)

"عابد کی طاقت کیا ہوتی ہے؟ وہ خدا کا بچہ ہوتا ہے اور آنسو اس کی زبردست طاقت ہوتے ہیں" (ص ۷۳)

www.taemeernews.com

(۱۴۴) مہاراج سری کرشن اوران کی تعلیم :- از لالہ لاجپت رائے۔ مطبوعہ ہندوستانی برقی پریس، لاہور، سنہ ۱۹۰۱ء۔ ص ۲۲۳۔

اس کتاب کا حوالہ دوبار پہلے گزر چکا ہے۔ اس میں سری کرشن کی تعلیم کو بیان کرتے ہوئے مولف نے "کرشنا ازم" کی اصطلاح پر اعتراض کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ سری کرشن نے کسی مذہب کی بنیاد نہیں رکھی۔ وہ لکھتے ہیں :-

"یہ لفظ ان انگریزی خواں ہندوؤں کی ایجاد ہے جو باوجود اپنی انگریزی تعلیم کے پورا نک ہندومت کے اس حصے کے قائل ہیں جس کو ہندوؤں کی بول چال میں ویشنو دھرم کہا جاتا ہے۔ شاید ساری سنسکرت لٹریچر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ملے گا جو مذہب عیسوی، مذہب محمدی اور بودھ دھرم کی طرح کرشن کے نام کے ساتھ کسی مذہب یا دھرم کا سمبندھ ظاہر کرتا ہو۔ کرشن کے انگریزی خواں مداحوں نے سنسکرت لٹریچر کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش میں کرشن کے نام پر ایک مذہب کی بنیاد ڈالی ہے جس کو وہ "کرشنا ازم" کہہ کر پکارتے ہیں، ورنہ سنسکرت لٹریچر کے مطالعے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سری کرشن نے نہ تو کسی مذہب کی بنیاد ڈالنے کا دعویٰ کیا اور نہ اس نے کسی ایسے مذہب کی تعلیم دی جو مناسب طور پر اس نام سے منسوب کیا جا سکے ..... پراچین ہندومت میں اعلیٰ ترین خوبی یہی ہے کہ اس کی بنیاد کسی انسان کی تعلیم پر نہیں۔" (ص ۲۰۳)

"خلاصۂ کلام یہ کہ ہماری رائے میں کرشن مہاراج نے کوئی دھرم نہیں چلایا جس کو ہم ان کے نام سے منسوب کریں، اور اس لئے لفظ "کرشنا ازم" کا اطلاق ان اپدیشوں پر ہے جو کرشن مہاراج نے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ارجن اور دیگر ہمبندھیوں کو دیئے اور جن پراچین ویدک گرنتھوں کی نشکام

www.taemeernews.com

فلاسفی پر زور دیا گیا ہے، تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ گو "کرشنا ازم" کسی خاص مذہب کا نام نہیں جس کو کرشن مہاراج نے چلایا، مگر اس میں کلام نہیں کہ نشکام دھرم کا جس قدر پرجوش اُپدیش کرشن مہاراج کے کلام میں ملتا ہے اسی قدر زور و شور سے اس کی تلقین دیگر رشیوں اور منیوں کے کلام میں نہیں ملتی۔ بھگوت گیتا کے مختلف ادھیائے گو مختلف مضامین پر حاوی ہیں، لیکن سب کا خاتمہ نشکام دھرم کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ مہابھارت میں بھی کرشن مہاراج کے مختلف اقوال میں نشکام دھرم سب پر دھان ہے۔ ان کی ہر ایک تقریر کا لب لباب یہی ہے ....." (ص ۲۰۷)

(۱۵) پریم ساگر منظوم :- از شنکر دیال فرحت۔ مطبع قمر ہند (مقام درج نہیں) ۱۳۰۸ھ ص ۵۹۔

(۱۶) پوتھی موکش گیان :- مولفہ جے گوپال۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۲۸۴ھ۔ ص ۲۰۔

اس مختصر رسالے میں موکش یعنی نجات حاصل کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ پیرایہ سوال و جواب کا ہے۔

اخلاقی کتابیں

خالص مذہبی کتابوں کے علاوہ ہندوؤں نے اپنے مذہبی اخلاق پر بھی بہت سی کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔ ذیل میں صرف ان کتابوں کا ذکر ہے جو مجھے دستیاب ہو سکیں۔

(۱) بھرتری شتک :- مترجمہ بابو جگ بنس رائے۔ ودیا ساگر پریس، علی گڑھ ۱۹۰۱ء ص ۵۹۔

اس کتاب میں تین باب ہیں۔ پہلا اخلاقی مضامین پر مشتمل ہے اور اس میں بھرتری ہری کے ایک سو گیارہ اقوال درج ہیں۔ دوسرے باب میں عاشقانہ مضامین پر ننانوے کہاوتیں ہیں، اور تیسرے میں جو زہد سے متعلق ہے ایک سو گیارہ مقولے ہیں۔ ترجمہ بھرتری ہری کی

www.taemeernews.com

اصل سنسکرت کتاب "بھرتری شتک" سے کیا گیا ہے۔

بھرتری ہری، اُجین کے راجہ تھے۔ ایک خاص واقعے کا اثر ان کے دل پر اتنا شدید ہوا کہ وہ تخت و تاج سے دست بردار ہو کر فقیر ہو گئے۔ مترجم لکھتا ہے کہ:

"وہ واقعہ یہ تھا کہ ان کو ایک فقیر نے ایک پھل دیا اور یہ کہا کہ اس کے کھانے سے ساری بیماریاں دور ہوں گی۔ راجہ نے محبت کے مارے وہ پھل اپنی رانی کو دے دیا۔ رانی کی آشنائی کوتوال سے تھی۔ اس نے اس کو وہ پھل دے دیا۔ پھر اس کی بھی ایک رنڈی سے آشنائی تھی۔ اس نے اس کو دیدیا۔ رنڈی نے اس خیال سے کہ ہمارا راجہ بڑا نیک ہے پھر لاکر وہی پھل راجہ کی نذر کیا۔ اس کو دیکھ کر راجہ کو گیان ہوا اور اس نے یہ فقرہ جو اگلے صفحہ پر ہے کہتے ہوئے دنیا ترک کر دی۔ (ص ۱)

جس فقرے کا حوالہ دیا گیا ہے وہ پہلے باب کا دوسرا مقولہ ہے، اور یہ ہے:۔

"لعنت ہے اس جورو پر جس کی عصمت اور پاکدامنی پر اعتماد کلی رکھ کر اپنا دل و جان و مال سب نثار کر دیا تو بھی اغیار سے ملنے کی تمنا رکھی اور لعنت ہے اس بدبخت پر کہ جس پر ایک مہارانی خود فدا اور عاشق ہے، وہ نامطمئن رہ کر ایک زن بازاری کے عشق میں ہے۔ اور نفرین ہے اُس ارباب نشاط پر جس نے اپنے ایسے طالب کو چھوڑ مجھ چاہا۔ اور ہزار ہزار لعنت ہے خود مجھ اندھے بدبخت پر کہ پھر بھی ایسی دم باز جورو کے پھندے میں پھنسا رہ کر خوش رہتا ہوں۔ اور بہتّر لاحول ہے اس مردود نفس شیطان پر کہ جو یہ سب فعل مذموم کراتا ہے" (ص ۲)

بھرتری ہری کے حکیمانہ اقوال میں سے چند نمونے کے طور پر یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

"کوشش و تدابیر سے ریگ میں سے روغن برآمد کرنا، سراب سے آب نوش

www.taemeernews.com

کرنا، جستجو سے شاخ خرما دستیاب ہو جانا ممکنات سے ہیں۔ دلکم مقفل دنیا پرست کے دل کو جو کمند حرص و ہوا میں گرفتار ہے آزاد کرانا محال ہے"

"جو کوئی بدوں میں قطرات پند و نصائح کہ مثل آب حیات ہیں ٹپکا کر ان کو راہ راست اور نکوئی کی طرف رجوع کرنے کی امید کرتا ہے۔ وہ ناصح گویا فیل دماں کو ریسمان خام سے باندھنا، اور لعل بدخشاں اور یاقوت رمانی میں سرس کے پھول[1] کی نازک پنکھڑی سے روزن کرنا، اور بحر شور کو ایک قطرۂ شہد سے شیریں کرنا چاہتا ہے" (ص ۳)

"لایق اور شریف بزرگوں کی مثل گل دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یا تو بنی آدم کے سر پہ تاج بن کر خوشنما معلوم ہوں، یا گلبن ہی میں خشک ہو کر غائب ہو جاویں" (ص ۷)

"سیقل سے سڈول اور خراد کیا ہوا لعل و جواہر، جنگ میں فتح یاب سپاہی جو جانکشی سے لاغر ہو گیا ہو، مدہوشی کے بعد ہوش میں آیا ہوا فیل، موسم سرما میں جس کا پاٹ کم رہ گیا ہو وہ دریا، ماہ ہلال، نازک بدن نوخیز محبوبہ، اور کرم ذخیرات سے مفلس ہوا سخی، ان سب کی زیبائش لاغری ہے" (ص ۹)

"خواہ ذی علم اور ہنرمند ہی کیوں نہ ہو بد سرشت کی صحبت سے بچنا ہی درست ہے۔ غور کرو کیا بیش قیمت مہرہ رکھنے والا افعی خوفناک نہیں ہوتا" (ص ۱۰)

"صاحب دلوں کا دل آسودگی کے زمانے میں تو یاسمن سے بھی نازک تر ہوتا ہے، ولے ایام مصیبت میں سنگلاخ سے بھی سخت تر ہو جاتا ہے" (ص ۱۰)

---

[1] اقبال نے اسی قول کا مفہوم اس شعر میں ادا کیا ہے جو بال جبریل کے شروع میں درج ہے ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر ❊ مردِ ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

www.taemeernews.com

"قطرۂ آب آہن گرم پر پڑ کر اک دم میں خشک ہو جاتا ہے، اور برگ نیلوفر پر دانۂ دُر کی طرح خوشنما نظر آتا ہے، اور دہن صدف میں قطرۂ ابر نیساں گر کر شاہوار در یتیم بن جاتا ہے۔ حاصل آنکہ ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ ہر شہ درجہ صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ (ص ۱۳)

"خواہ بحر عمیق میں غوطہ زن ہو، خواہ کسی کوہ بلند کی چوٹی پر جا بیٹھو، خواہ کسی جنگ عظیم میں دشمن پر فتح یاب ہو، اور خواہ کاروبار زراعت و دیگر شئے مثل تجارت و ملازمت وغیرہ میں مبتلا رہو، خواہ ہوا میں مثل پرندوں کے باحتیاط و ہوشیاری کمال پرواز کرتے پھرو، امر شدنی کہیں بھی ٹل نہیں سکتا، اور جو ناشدنی ہے وہ کہیں ہو نہیں سکتا۔" (ص ۱۸)

(۲) بھرتری ہری شتک :۔ مترجمہ بابو رادھیشور ناتھ زیبا۔ امرت الکٹرک پریس، لاہور سنہ درج نہیں۔ ص ۸۰۔

یہ بھرتری ہری کی مذکورہ بالا کتاب کا دوسرا اردو ترجمہ ہے۔

(۳) گلدستۂ تہذیب :۔ مولفہ بالو کالی چرن۔ روہیلکھنڈ لٹریری سوسائٹی پریس بریلی، ۱۸۶۹ء۔ ص ۸۰۔

اس میں تہذیب اخلاق پر متعدد اسباق ہیں۔

(۴) جوہر تہذیب :۔ مصنفہ رائے جواہر سنگھ صاحب جوہر وکٹوریہ پیپر پریس، سیالکوٹ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۶۔

یہ ایک منظوم رسالہ ہے جس میں اچھے اخلاق کے حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نظم میں کوئی خاص خوبی نہیں۔

(۵) طلسم اخلاق :۔ مولفہ پنڈت سری کرشن۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۶ء۔ ص ۶۲

اس کتاب میں مولف نے ہندوؤں کے مذہبی اخلاق کے علاوہ اسلامی اور مسیحی اخلاق

www.taemeernews.com

کے مضامین بھی نقل کئے ہیں۔ اس کا مقدمہ ہندوستان کی موجودہ صورت حال کے لحاظ سے قابل غور ہے۔ پنڈت سری کرشن لکھتے ہیں :۔

"راقم نے کتب شرعی اہل ہنود و اسلام و عیسائی و دیگر کتب علماء سے چند مسائل اس غرض سے اس کتاب میں یکجا کئے ہیں تاکہ دوستوں کو ان امور مذہبی کی آگاہی بلا دقت ہو سکے جو واسطے درستی اخلاق کے ہر انسان کو جاننے لازم ہیں جس وقت کہ ان مسائل کو مختلف مذہبوں کی کتب سے یکجا کر کے ایک مقام پر دیکھا جاتا ہے اس وقت باہم کا نفاق جو مختلف فرقوں میں اہل ہند کے واقع ہے بے بنیاد محض پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کی سیر کرنے سے ہر شخص صاحب فہم کہہ سکتا ہے کہ اصل میں کوئی وجہ نا اتفاقی نہیں ہے۔ ہر طریقے میں مسائل درستی اخلاق ایسے عمدہ طور پر لکھے گئے ہیں کہ کوئی اس میں اختلاف نہیں کر سکتا ہے، حتیٰ کہ بعض مقام پر لفظ بہ لفظ مسائل مطابق ہوتے ہیں خیرات کرنا، نیکی کرنا، کسی سے بدی نہ کرنا، غصہ نہ کرنا، دنیا کی لذات میں گرفتار نہ ہونا، تحصیل علم کرنا، حیات کو بے ثبات تصور کرنا، خدا کو برحق سمجھنا، فرائض مذہبی کو انجام دینا، راست بازی ہر مذہب میں لکھا ہے۔ اگر ان اوراق چند سے جو واسطے ملاحظہ اپنے دوستوں کے میں پیش کرتا ہوں۔ بنیاد اس اتفاق باہمی کی قائم ہو جس کی ہندوستان میں نہایت درجہ ضرورت ہے، اور باہمی تفرقہ و نفسانیت رفع ہو تو راقم کو مسرت بے انتہا حاصل ہوگی۔"

باب چہارم میں برہمنوں کے اخلاق بیان کرتے ہیں :۔

"۱۔ کسی کو ضرر نہ پہونچانا۔ جہاں تک ممکن ہو کم سے کم جانداروں کو ضرر پہونچانا۔ طریقہ معینہ شرع کے ذریعہ سخت سے رزق بہم کرنا سوائے

www.taemeernews.com

ایام قحط سالی کے برہمن پر واجب ہے۔

۲۔ رزق کے واسطے قصد کہانی نہ کہنا، مثل عالم کے بسر کرنا، مکاری اور ریا اور رذالت سے محفوظ رہنا، یہ فرائض برہمن ہیں۔

۳۔ اگر وہ خوشی چاہے تو قناعت میں مضبوط رہے۔ جو اُس کے پاس ہے۔ اس پر کفایت کرے، کیونکہ جڑ خوشی کی قناعت ہے اور جڑ تکلیف کی حرص ہے (ص ۱۱)

(۶) مشعل زندگی :" المعروف بہ جیون سکھشا۔ ارتھات دکھی، مایوس اور ناکامیابیوں سے گھبرائے ہوئے آدمیوں کو دلاسا دینے، ان کو کامیابی کا راستہ دکھانے، اور نوجوانوں کی مستقبل زندگی کو روشن اور مفید بنانے اور زندگی کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے مفید ترین ہدایات کا مجموعہ:" مولفہ پروفیسر جگدیش متروما۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور ۱۹۱۷ء ص ۲۰۱۔

(۷) معدن اخلاق :۔ حصہ اول دوم۔ مولفہ منشی چیتر بھوج سہائے بھارگو۔ مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۲۶۷۔ نسخہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ بادامی بانسی کاغذ پر چھپا ہے۔

مولف کو اردو زبان پر اچھی قدرت معلوم ہوتی ہے۔ عبارت مندرجہ ذیل سے اس کا اندازہ ہوگا :۔

"عقلمندوں کی رائے میں مردم ناسپاس سے سگ حق شناس بہتر ہے۔ پس انسان کو بھی اپنی اصلیت پہچان کر ہمیشہ شکر گزاری کرنا چاہیئے نفس پروری سے ہنر پروری دشوار ہے۔ خلاصہ یہ کہ نفس امارہ کی اطاعت قبول کرنا انسانیت سے گزر جانا ہے۔ جو شخص گرفتار دام محبت اشیائے فانی ہے۔ اس کی یہ حالت رہتی ہے کہ کبھی تو دنیا کی نعمتیں پاکر مغرور اور غافل ہو جاتا اور کبھی بہ سبب تنگ دستی کے افسوس اور ارمان کر کے غم کھاتا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں عمر پوری ہو جاتی ہے۔ اخیر میں جب

www.taemeernews.com

موت اپنے پنجے میں پھنساتی ہے وہ نادان اپنی بے وقوفی پر پچھتا کر کف
افسوس ملتا اور گئے وقت کو یاد کرتا ہوا اس جہاں فانی سے کوچ کرتا ہے
پس علم پڑھنے اور داناؤں کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ پھل ہے کہ ابتدا سے
موت کو یاد کر کے زاد راہ کی فکر رہے اور یاد الٰہی سے غافل نہ رہے۔۔۔" (ص ۱۳۹)

(۹) سادھو کی صدا :۔" مذہب، اخلاق و طرز تمدن کے متعلق چند مفید سبق"، مولفہ بابو شیوبرت لال ورمن، راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۴۔ آخر کے چند صفحات غائب۔

(۹) گلدستۂ ہدایت :۔ مولفہ لالہ شنکر داس۔ میکی پریس، گوجرانوالہ ۱۹۰۱ء ص ۲۴۳
اس کتاب میں قصے کہانیوں کے ذریعے سے مختلف اخلاق کی تعلیم دی ہے۔

(۱۰) اخلاق برہم باشی :۔ حصہ اول۔ مولفہ رائے برج باسی لال۔ گیان پریس، گوجرانوالہ ۱۸۷۵ء بڑی تقطیع۔ ص ۵۹۔ دیباچے کی مقفی و مسجع عبارت قابل ملاحظہ ہے

"ہوالغنی"

"شکر اور احسان ہے اس بادشاہ کا جس کا حکم کل زمین و آسمان اور
جہان و جہانیاں پر ظاہر ہے، اور جس کی سلطنت کی حد و انتہا کا بیان
زبان انسان اور قلم دو زبان سے باہر ہے۔ آبادی بایں تمادی کہ تمام
خلایق جن و ملائک اور انسان و حیوان کا شمار نہیں، اور جانوران
درند و گزند اور چرند و پرند کا کچھ حصار نہیں۔ انتظام بایں خوبی انعام
بحر و بر اور کوہ و شجر سب اپنی اپنی جگہ پر برقرار ہیں، اور شمس و قمر
اور کواکب و اختر سب زیر و زبر روشنی کے آثار ہیں۔ عدل و انصاف
نہایت صاف کہ گوناگوں صورت اور سیرت آدمیوں کے دیدار اور
کردار سے دکھلائی دیتی ہیں، اور بوقلموں شکل اور شمائل جانوروں کی

www.taemeernews.com

گفتار اور رفتار سے علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتی ہیں۔ قدرت ہیں ندرت کہ کوئی حاکم کوئی محکوم، کوئی خادم کوئی مخدوم، کوئی ادنیٰ کوئی اعلیٰ ہے، اور بعض پاک بعض مذموم، بعض فیاض بعض شوم، بعض پست ہمت اور بعض بلند ہمت ۔۔۔۔۔۔۔"

تیسرے باب میں والدین کی خدمت گزاری کا حق بیان کرتے ہیں :۔

"چونکہ ماں باپ کے فرائض تمام عمر اُن کی خدمت کرنے سے بھی ادا نہیں ہو سکتے لہذا اولاد پر فرض ہے کہ ماں باپ کی خدمت تمام عمر کیا کرے اور یہی عمدہ عبادت سمجھا کرے، کیونکہ ماں باپ کی خدمت جملہ عبادات سے افضل تر عبادت ہے، اور ان کی رضا جوئی سے سعادت اور خدمت گزاری سے جنت ہے۔ مناسب ہے کہ والدین کو اپنی خوش گفتار اور نیک کردار سے خوش کرد اور مال و متاع و زر و نقد جو کچھ ان کو ضرورت ہو بے طلب موجود اور مہیا کرو ۔۔۔۔۔۔۔" (ص ۲۵)

(۱۱) مثنوی اخلاق ہندی :۔ از منشی کنھیالال ہندی۔ مطبوعہ لاہور ۱۸۷۴ء۔ سرورق کچھ پھٹا ہوا تھا اس لئے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ص ۲۲۴۔

یہ مثنوی اپنی زبان کی سلاست و روانی کی بنا پر خاص توجہ اور داد کی مستحق ہے۔ شروع میں حمد کے اکتیس شعر ہیں۔ حمد کا آغاز "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھ کر کرتے ہیں۔ نمونہ یہ ہے :۔

بنام خداوند ملک جہاں — خبر گیر احوال خرد و کلاں
بنا نور سے جس کے شام و پگاہ — ہوا جلوہ گر جلوۂ مہر و ماہ
اسی سے ہے ارض و سما کا ظہور — اسی سے ہے صبح و مسا کا ظہور
اکیلا ہے وہ وحدہ لا شریک — نہیں دوسرا کوئی جس کا شریک
وہ خالق کہ ہے جس کی خلقت تمام — وہ حاکم کہ محکوم ہیں خاص و عام

www.taemeernews.com

وہ ستّار جو ساترِ عیب ہے — وہ علّام جو عالم الغیب ہے
وہ فتاح، مشکل کشائے جہاں — وہ مشکل کشا، حامیِ بیکساں
یہ وحدت کہ ثانی نہیں دوسرا — یہ کثرت کہ ہے سب میں جلوہ نما

حمد کے بعد رام چندر جی اور سری کرشن جی کی مدح ہے۔ پھر نعتیہ اشعار اس عنوان سے لکھے ہیں:۔

"در نعت سرورِ کائنات، خلاصہ موجودات، جناب محمدؐ علیہ السلام"

شفیعِ جہاں رہبرِ خاص و عام — جناب محمدؐ علیہ السّلام
جنابِ محمد رسول امیں! — عیاں جس سے ہے علم عین الیقیں
نبی الورٰی، شاہ شاہنشہاں — امین الہدیٰ، رہبرِ گمرہاں
ہوئی پست فرمان جس کی زمیں — گگوں ہے اطاعت میں چرخِ بریں
سراپا ادب جس کے فرماں گزار — عجم سر بسر بندۂ جاں نثار

.....

تیرہویں باب میں تواضع کا بیان ہے:۔

تواضع کرے جو کوئی آدمی — ہے انساں میں انساں وہی آدمی
تواضع سے عزت ہو تکریم ہے — تواضع سے حرمت ہو تکریم ہے
تواضع سے ملک دل آباد ہو — تواضع سے اندوہگیں شاد ہو
تواضع سے بدخواہ ہو نیک خواہ — تواضع سے گمراہ ہو اہلِ راہ
تواضع سے ہو سرد نارِ غضب — فرو اس سے ہووے شرارِ غضب
تواضع سے حاصل ہو حق کی رضا — تواضع سے ہو دور رنج و بلا

..... (ص ۱۰۵)

(۱۲) مجموعہ صفاتِ انسانی:۔ جس کو لالہ لعل جی صاحب ..... نے سری بید بیاس جی

www.taemeernews.com

کے پورانوں سے انسان کی صفات کے باب میں ..... ترجمہ فرمایا اور واسطے استفادہ عام کے شائع کیا۔" مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۷۶ء ص ۴۴۴۔

اس مختصر کتاب میں چالیس ابواب قائم کر کے مختلف صفات انسانی کو بیان کیا ہے مثلاً راستی، پاکیزگی، رحم، حلم، سخاوت، قناعت، تسلیم الطبعی، تزکیہ نفس، مہمان نوازی وغیرہ اور عموماً ہر صفت کی تشریح کے بعد اس کی مثال میں پورانوں سے کوئی حکایت نقل کی ہے:۔

(۱۳) تالیف ہرگوبند:۔ مولف بابو ہرگوبند سہائے۔ مطبع نولکشور، لکھنو ۱۸۷۶ء ص ۱۲۸

اس کتاب میں مختلف اخلاق حسنہ کی شرح چالیس بابوں میں کی گئی ہے اور آخری باب میں متفرق پند و نصائح درج کر دیے ہیں۔ فضائل اخلاق کی تلقین کے ساتھ مختلف ممالک کی مشہور شخصیتوں کی حکایات بھی تمثیلاً شامل کر دی ہیں۔ مثلاً:۔

"باب ساتواں۔ توکل میں"

"اور یہ دل اٹھانا ہے اسباب دنیا سے، اور توجہ کرنا ہے اور مدد چاہنا ہے کاموں میں مسبب الاسباب سے۔ واضح ہو کہ جس کام کو خدا کے سپرد کر دیا جائے یا جو پیش آوے اس کے کرم پر اعتماد رکھا جائے وہ حسب دلخواہ ساختہ و پرداختہ ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ کسی حالت میں رسم توکل ہاتھ سے نہ چھوڑے تاکہ بعون الٰہی اس کے کام بنتے رہیں۔

تمثیل:۔ دارالسلطنت اُجین میں ایک راجہ تھا۔ بھرتری ہری نام، داد گستر رعیت پرور، نہایت رحیم اور بدرجہ غایت کریم۔ جب کسی سائل کی صدا اس کے کان میں در آئی، امید بولی میں بر آئی۔ ایک روز ایک فقیر آیا اور سلطنت کی درخواست کی۔ اُس کو بخش دی اور توکل پر بھروسا کر کے ایک سمت کی راہ لی۔ دن بھر چلا اور شام کو گوشہ صحرا میں بیٹھ رہا۔ قدرت آفریدگار سے متعدد آدمی صحرا میں نمودار ہوئے۔ انھوں نے اولاً صحن کو

www.taemeernews.com

صاف کر کر طرح طرح کے بچھونوں سے آراستہ کیا اور خیمے ڈیرے استادہ کر کر مسند شاہانہ بچھادی اور جملہ سامان طرب مہیا کر دیا۔ پھر راجہ کو نہایت ادب کے ساتھ لے جا کر مسند پر بٹھایا اور دسترخوان چن کر عرض کیا کہ یہ سب سامان آپ کے واسطے رزاق حقیقی نے سوچا ہے راجہ نے اس کو قبول کیا اور بہت سے آدمیوں کو گرد و پیش سے بلوا کر ان کے شامل کھانا کھایا، اور صبح کو وہ سب سامان فقرا کو دے کر اپنی راہ لی۔ اب یہ معمول ہو گیا کہ اسی طرح ہر شام ایسا ہی سامان موجود ہوتا اور صبح کو راجہ فقیروں کو دے دیتا کہ یہی عمل مدت العمر رہا۔ اب خیال کرنا چاہئے کہ ایک ذرہ توکل سے کتنا رتبہ راجہ کو حاصل ہوا"، (ص ۱۴-۱۵)

(۱۴) گلدستہ مسرت :- مصنفہ برج موہن لال۔ مطبع سلیمانی، بنارس ۱۹۰۰ء ص ۲۴۔
اس چھوٹے سے رسالے میں مسرت کی حقیقت اور اس کے اسباب سے بحث کی ہے:-

(۱۵) ذخیرہ سعادت :- مولفہ لالہ جی۔ مطبع نولکشور، لکھنؤ ۱۸۷۶ء۔ ص ۴۵۔

(۱۶) روحانی کہانیاں :- حصہ اوّل۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۳ء ص ۵۰۸۔

کتاب کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مولف نے ہندو مذہب کی بنیادی تعلیمات کو حکایتوں میں بیان کیا ہے۔ پہلے سادھو کی کہانی میں نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ سادھو کہتا ہے :-

"مہاراج، آپ نے مجھے آگیا دی ہے کہ کام یعنی خواہش پر پہلے میں کہانی شروع کروں۔ کام بڑی زبردست چیز ہے۔ یہ دنیا تمام کام ہی کا پھیلاؤ ہے۔ نشکام پرش مکت کہلاتا ہے۔ سکام نیدھ میں گرفتار ہے جس نے کام کو جیت لیا اس نے بڑے زبردست دشمن پر فتح پائی۔ خواہشیں

www.taemeernews.com

دل میں اٹھنے نہ پائیں گی تو خوش خوش زندگی بسر ہوگی، آواگون چھوٹ جائے گی، اور آدمی موکش پد کو پہونچے گا۔ پس سب سے مقدم کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم کام کے سروپ کو سمجھیں۔ کام کی اہمیت ذہن نشیں ہوگئی تو اس پر فتح پانے کی تجاویز پر آسانی سے عمل درآمد ہو سکتا ہے اس سروپ کو سمجھانے کے واسطے میں مہابھارت کی پرانی کتھا آپ کو سناتا ہوں ....."

(۱۷) گیان گیتا: "المعروف بہ راہ نجات"، از پوکرداس، حصہ دوم۔ مطبع روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، بریلی۔ ص ۴۸۔ سنہ درج نہیں۔ نسخہ بظاہر قدیم الطبع معلوم ہوتا ہے:۔

یہ ایک ترکیب بند ہے جس میں کریما (سعدی) کے اشعار کی تضمین کی گئی ہے! ابتدا میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"، کے اوپر یہ عبارت درج ہے:۔ "لا الہ الا اللہ چت گپت ہے اسم اللہ" نظم کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

صد افسوس انسان دنیا میں آ — پریشاں گناہوں سے اپنے ہوا
وگرنہ یہ تھا اشرف انبیاء — نہ ہوتا نظر سے خدا کی جدا
پھر اب بھی جو ویسا ہی چاہے ہوا — تو یہ شعر سعدی پڑھے بر ملا
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا (ص ۱)

یہ لازم ہے تجھکو یہاں آن کر — خدا کی عبادت سے مت پھیر سر
جو آتا ہے تجھ کو یہاں پر نظر — اسی کا ہی جلوہ ہے سب ہر بسر
رہ عدل سے آپ کو پاک کر — دروزی کو محنت سے لا اپنے گھر

www.taemeernews.com

بتاتے نہ دار د جہاں اے پسر
بغفلت مبر عمر در دے بسر

کہا مان کہتا ہوں کیا بار بار — نہ مانے گا کہنا، بہت ہوگا خوار
نہ مغرور ہو ہونے پر مال دار — یہ مال ہی کرے گا تجھے زہر مار
نہ کیا تو گناہوں سے رکھتا ہے عار — جو ہیں بے عدد تیرے اوپر سوار

منہ دل بریں دیر نا پائدار
زسعدی دلپو کر ہمیں یاد دار (ص ۴۸)

(۱۸) سادھارن دھرم:۔ جلد دوم۔ مصنفہ سوامی شیوگن جی یوگی۔ شائع کردہ شانتی آشرم، گجرات۔ ص ۱۱۲۔ سرورق کے موجود نہ ہونے سے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔
اس کتاب میں مذہب اور اخلاق کے بعض مضامین بیان کئے گئے ہیں، مثلاً تزکیۂ نفس صحت جسمانی، پرارتھنا کے فوائد، مکتی حاصل کرنے کا طریقہ، صبر و استقلال، وقت کی قدر اور زندگی، مذہبی تعصبات اور روحانی غرور کی خرابیاں، وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں بعض بڑے آدمیوں کے اقوال نقل کئے ہیں۔ ان میں ہر زمانے اور مختلف ملکوں کے لوگ شامل ہیں۔

(۱۹) کلام مہر۔ جلد ثانی۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۱۰ء ص ۲۷۲۔
اس مجموعہ نظم میں جو تمام اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ مذہبی اور اخلاقی مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔

(۲۰) مہر بھجنا ولی۔ جلد اول۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی۔ ۱۹۱۵ء ص ۲۴۸۔
یہ "بھگتی اور بیراگ کے رسیلے بھجنوں کا مجموعہ مع اردو ترجمہ" ہے۔

www.taemeernews.com

ہندو مذہب کے اصلاحی فرقے

(۱) کبیر پنتھ

کبیر جن کے نام سے یہ پنتھ منسوب ہے۔ بنارس میں ایک بیوہ برہمنی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس نے لوک لاج کے ڈر سے بچے کو ایک تالاب کے کنارے ڈال دیا تھا۔ اتفاق سے نیرو نام ایک جولاہا اور اس کی بیوی نعیمہ کا گزر اُدھر سے ہوا وہ رحم کھا کر بچے کو اپنے گھر اٹھا لائے اور اولاد کی طرح اس کی پرورش کی۔

کبیر کی زندگی کے حالات مستند اور معتبر طریقے سے نہیں ملتے۔ چنانچہ ان کی پیدائش اور موت کی تاریخوں میں بھی اختلاف ہے۔ پنڈت منوہر لال زتشی اپنی کتاب "کبیر صاحب" میں لکھتے ہیں۔

> "کبیر داس کی پیدائش اور موت کی تاریخوں میں اختلاف ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ زمانہ جدید کے وقائع نگاروں کا اتفاق اس پر معلوم ہوتا ہے کہ سمبت ۱۴۵۵ میں پیدا ہوئے اور سمبت ۱۵۷۵ میں وفات پائی۔ اس حساب سے ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوتی ہے۔ وسکٹ صاحب نے غالباً اسی بنا پر کبیر صاحب کی پیدائش ۱۳۹۸ء میں اور موت ۱۵۱۸ء میں بیان کی ہے۔"[1]

---

[1] "کبیر صاحب"، مولفہ پنڈت منوہر لال زتشی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد ۱۹۳۲ء ص ۵۲

www.taemeernews.com

البتہ خود کبیر کے کلام میں ان کی زندگی کے بعض مستند واقعات مل جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ جولاہے تھے، بنارس میں رہتے تھے، آخر عمر میں مگہر چلے آئے تھے، پڑھے لکھے نہ تھے اور رامانند کے چیلے تھے۔ پنڈت رتشی نے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔

جات جولاہا کیا کرے، ہردے بسے گوپال
(ذات کا جولاہا ہے تو کیا ہوا، دل میں گوپال بسا ہوا ہے)

تو بامھن، میں کاشی کا جولہا، بوجھو مور گیان
(تو برہمن یعنی پنڈت ہے۔ میں کاشی کا جولاہا ہوں۔ میرے گیان کو تو سمجھ)

سکل جنم شو پوری گنوایا مرتی بار مگہر اُٹھ آیا
(ساری زندگی تو کاشی میں بیتی۔ مرتے وقت مگہر چلا گیا)

کاشی میں ہم پرگٹ بھئے ہیں رامانند چیتائے
(کاشی میں ہم پیدا ہوئے ہیں، اور رامانند نے ہم کو رموز معرفت سے آگاہ کیا ہے۔

مسی کاگد چھیو نہیں، کلم گھیو نہیں ہاتھ
چاریو جگ کا مہاتم مکھ ہیں جنائی بات

(روشنائی اور کاغذ کبھی نہیں چھوا، قلم کبھی ہاتھ میں نہیں لیا۔ لیکن چاروں جگوں کے حالات میں نے زبان سے بیان کر دیئے[1])

رامانند کے چیلے ہونے کا اشارہ محسن فانی نے بھی "دبستان مذاہب" میں کیا ہے بیراگیوں کے حال میں کبیر کا ذکر یوں شروع کرتے ہیں :-

"کبیر جولاہہ نژاد کہ از وحدان مشہور ہندست بیراگی بودہ۔ گویند کبیر درہنگام مرشد جوئی پیش کاملان مسلمان و ہندو رفت۔ انچہ می جست نہ یافت۔ سرانجام بکے از دلالت بہ پیروشن روان رامانند برہمن نمود،[2]

---

[1] "کبیر صاحب"، مولفہ پنڈت منوہر لال رتشی، شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد ۱۹۳۲ء ص ۱۱۵

[2] " " " " " " ص ۱۱

www.taemeernews.com

رامانند نے کبیر کو ہندو فلسفے اور مذہب کی تعلیم دی۔ لیکن چیلے ہونے کے بعد بھی کبیر نے رسمی طور پر ترک دنیا نہیں کیا بلکہ یہ دستور جولاہے کا پیشہ کرتے رہے۔ کچھ دنوں گرو کی صحبت میں رہنے کے بعد وہ دور دراز مقامات کی سیاحت کو نکل گئے اور بہت سے ہندو سادھوؤں اور مسلمانوں صوفیوں سے ملے۔ اُن کے عقائد کے متعلق پنڈت رتنشی کا بیان ہے :-

"کبیر صاحب کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ اُن کے دل و دماغ پر اسلام کا اثر کافی تھا۔ جہاں وہ اسلام کے بعض رسم و رواج کا مذاق اڑاتے تھے وہیں اسلام کے بعض عقائد سے وہ ضرور متفق تھے۔ توحید کی تلقین، بت پرستی کی مذمت ذات پات اور چھوت چھات سے انکار، جس طرح کبیر صاحب کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ ہندو مذہب سے اختلاف کرنے کی ضرور ایک وجہ یہ تھی کہ ان باتوں میں انھوں نے اسلام کا اثر قبول کیا تھا۔۔۔ ۔۔۔۔۔اور کبیر صاحب پر کیا موقوف ہے، اسلام کے عقائد اور اسلام کی مثال کا اثر ہندوؤں پر شمالی ہندوستان میں عالم گیر تھا۔ مسٹر ہاڈیو گوبند رانا ڈے کی رائے ہے کہ شمالی اور جنوبی ہندوستان میں ہندوؤں کے بعض رسم و رواج میں جو بیّن فرق نظر آتا ہے، خصوصاً شودروں اور اچھوتوں کے ساتھ شمالی ہندوستان میں جو کم سختی برتی جاتی ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ شمالی ہندوستان میں اسلام کا اثر گہرا اور دیرپا تھا"[1]

کبیر کے مذہب کی نسبت ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں :-

"کبیر کا مشن مذہب محبت کی تبلیغ کرنا تھا۔ جو تمام ذاتوں اور فرقوں کو متحد کردے۔ انھوں نے ہندو مذہب اور اسلام کی ان خصوصیات کو مسترد کردیا جو مذہب کی اس روح کے خلاف تھیں اور جو فرد کی حقیقی روحانی فلاح کے

---

[1] "کبیر صاحب"، (ص ۶۷-۶۸)

www.taemeernews.com

لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ انھوں نے دونوں مذہبوں کے مشترک اور مماثل عناصر کا انتخاب کر لیا تھا۔ اُن کو ہندو مسلمانوں کے فلسفیانہ افکار اور مذہبی عقائد و رسوم میں مماثلت معلوم ہوئی۔ وہ سنسکرت اور فارسی دونوں زبانوں کے الفاظ استعمال کرتے تھے، اور ان کا کلام دیسی زبان کی دونوں شکلوں یعنی ریختہ اور ہندی بھاشا میں ہے۔ وہ مذہب کی داخلیت پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے، اور بے لاگ طریقے سے ہندو مسلمان دونوں کی رواج و دستور کی پابندی کو بُرا بھلا کہتے تھے انھوں نے دونوں مذہبوں کی تفریق کو سوچ سمجھ کر ترک کر دیا تھا اور ایک درمیانی راہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے تھے۔"[1]

"انھوں نے ہندوؤں سے اُن چیزوں کے چھوڑ دینے کو کہا جن کے ترک پر بودھ کے زمانے سے ہر مصلح زور دیتا آیا تھا۔ یعنی رسمی قربانی، ساحرانہ طاقتوں کی خواہش، زبانی پرستش، مروجہ عقائد کو زبان سے دہراتے رہنا، تیرتھ یاترا، برت، بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا، براہمنوں کا اقتدار اعلیٰ، ذات پات کی تفریق، چھوت چھات اور کھانے پینے کے معاملے میں تعصب۔ وہ علانیہ اوتاروں کے عقیدے کی مذمت کرتے تھے.....

مسلمانوں سے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اپنا الگ تھلگ رہنا ایک پیغمبر اور اس کی کتاب پر آنکھ بند کر کے ایمان رکھنا، مذہبی رسوم کے ظواہر کا پابند ہونا، مثلاً مکہ کا حج کرنا، روزے رکھنا اور باضابطہ نماز پڑھنا ترک کر دیں، نیز اولیاء اور پیر پیغمبروں کی پرستش

---

[1] "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" (انگریزی) ص ۱۵۰۔

www.taemeernews.com

سے باز آئیں ..... [1]

قطع نظر اس غلط خیال کے کہ مسلمان پیر، اولیا اور پیغمبروں کی پرستش کرتے ہیں۔ اس آخری بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کا سا نام رکھنے اور ایک مسلمان جولاہے کے گھر میں پرورش پانے کے باوجود کبیر "حقیقتہً" مسلمان نہ تھے بلکہ صرف موحد تھے۔ مسلمان ہونے کے لئے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانا ہی کافی نہیں، بلکہ محمدؐ رسول اللہ صلعم کی رسالت کا اقرار بھی لازمی ہے۔ کبیر کا ایمان بالرسالت کہیں ظاہر نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے وہ مسلمانوں کو آنحضرت صلعم اور قرآن مجید کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے روکتے ہیں، اور ان کو نماز، روزہ اور حج سے جو اسلام کے اہم ترین ارکان ہیں باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان فرائض کو وہ مذہب کی ظاہری رسمیں سمجھتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ کبیر موحد تھے اور خدا کی محبت میں اپنے آپ کو فنا کر دینا ہی ان کا اصلی مذہب تھا۔ اسی کی تلقین وہ ہندو اور مسلمان دونوں کو کرتے تھے۔ مگر جس سلسلے کے وہ مرید تھے، یعنی رامانند اور ان سے پانچ پشت اوپر رامانج تک، اس کے تمام مرشدوں کا یہی مذہب تھا اور وہ سب بھگوت بھگتی ہی کے مبلغ تھے۔ ان ہندو موحدوں کے بہرحال ہندو ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ برہمو سماج، آریہ سماج، رادھا سوامی مت، ان سب کے پیرو بھی ہندو ہی ہیں، حالانکہ خدا کی وحدانیت کے سب قائل ہیں اور بت پرستی کی مخالفت میں سب متفق۔

کبیر کی زبان کبیر کے زمانے یعنی پندرہویں صدی عیسوی میں وہ زبان جو آج ہندوستانی یا اردو کے نام سے مشہور ہے اپنے عہد طفولیت میں تھی اور اس میں پراکرت یعنی مقامی بولیوں کے الفاظ بکثرت پائے جاتے تھے۔ مسلمانوں کی آمد سے عربی، فارسی الفاظ کی آمیزش ہوتی جا رہی تھی، لیکن غلبہ ہندی لفظوں کا تھا چنانچہ اس

---

[1] "ہندوستانی تہذیب پر اسلام کا اثر" (انگریزی) ص ۶۴-۱۶۳۔

www.taemeernews.com

زمانے کے صوفیائے کرام بھی اپنے ملفوظات اور تصنیفات میں جو عوام کے لئے ہوتیں، ہندی ہی زبان استعمال کرتے تھے۔ ڈاکٹر تاراچند نے کبیر کے کلام کا ذکر کرتے ہوئے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ ریختہ اور ہندی بھاشا دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ تو ریختہ سے اس عہد کی وہی زبان مراد ہے جس میں عربی فارسی کے الفاظ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ کبیر کی زبان کے متعلق پنڈت رتنشی لکھتے ہیں:-

"بھاشا کے ماہروں کی رائے ہے کہ کبیر صاحب کی زبان پچ میل مٹھائی ہے اس میں برج بھاشا، کھڑی بولی، پنجابی، راجستھانی، سبھی کے الفاظ ملتے ہیں۔ انھوں نے خود کئی جگہ کہا ہے کہ میری بولی پوربی ہے، گو یہ کہنا مشکل ہے کہ پوربی سے ان کی مراد کیا تھی۔ مگر یہ بات تو ان کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے کہ بہاری محاوروں اور بہاری لہجے کا ان پر کافی اثر تھا۔ اس پچ میل مٹھائی کے غالباً دو سبب ہیں۔ اول یہ کہ کبیر صاحب پڑھے لکھے نہ تھے، اس واسطے اُن کی زبان اور ویاکرن (صرف نحو) میں استقلال نہ تھا۔ اپنی طویل سیر و سیاحت میں وہ ملکوں ملکوں پھرے تھے اور ہر جگہ کے سنتوں اور درویشوں سے اُن کی صحبت رہی تھی، اس واسطے مختلف صوبوں اور ملکوں کی زبان اور لہجے کا اثر انھوں نے قبول کر لیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ زبان کی صحت اور ویاکرن اور پنگل کے قواعد کی پروا نہیں کرتے تھے جس موقع پر جس لفظ سے ان کا مطلب عمدہ طور سے ادا ہوتا تھا، جہاں پر جو لفظ جس شکل میں ان کی شاعری میں کھپ جاتا تھا، وہاں اس کو بے تکلف استعمال کر جاتے تھے۔ ان کو اپنے خیالات کے اظہار سے مطلب تھا، نہ عروض کے قاعدوں سے، نہ گرامر کے ضبط سے۔ ؎

شعر می گویم بہ از آبِ حیات من ندانم فاعلاتن فاعلات

www.taemeernews.com

فارسی عربی کے الفاظ تو چندکوی کے یہاں بھی ملتے ہیں. کبیر کے زمانے میں مسلمانوں کو ہندوستان میں آئے ہوئے کئی صدیاں گزر چکی تھیں اور روزمرہ کے کاروبار میں سیکڑوں الفاظ فارسی عربی کے رائج تھے. کبیر صاحب ان الفاظ کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں۔

(۱) اوگن کئے تو بہو کئے کرت نہ مانی ہار بھاوے بندہ بخشئے، بھاوے گردن مار

(گناہ تو بہت کئے اور کرتے ہوئے ہار نہ مانی۔ چاہے بندے کو بخشئے چاہے گردن ماریئے)

(۲) چلن چلن سب کوئی کہیں، موہے اندیسا اور صاحب سے پری چے نہیں پہنچیں گے کوہی ٹھور

(چلنے کو سب لوگ کہتے ہیں، مجھے اور ہی اندیشہ ہے۔ صاحب سے جان پہچان تو ہے نہیں کیسے پہونچیں گے)

(۳) پد جوڑے، ساکھی کہے، سادھن پری گئی ردس

کاڑھا جل پیوے نہیں، کاڑھ پین کی ہوس

(پد جوڑتا ہے، ساکھی کہتا ہے، اس کی عادت پڑ گئی ہے۔ بھرا ہوا پانی نہیں پیتا بھر کر پانی پینے کی ہوس ہے)

(۴) آب گئی، آدر گیا، نین گیا سینہ

یہ تینوں تب ہی گئے جب ہی کہا کچھ دینہ

(آبرو گئی، عزت گئی، آنکھوں سے مروت گئی۔ جب کسی سے کچھ مانگا تو یہ تینوں چیزیں جاتی رہیں)

(۵) اکل ارس سے اوتری بدھنا دینہی بانٹ

(عقل عرش سے اتری۔ خدا نے بانٹ دی)[1]

مندرجہ بالا مثالوں کے علاوہ ذیل میں کبیر کے چند اور دوہے بھی پنڈت رتنشی کی کتاب

---

[1] "کبیر صاحب"۔ ص ۳۳-۱۳۰

www.taemeernews.com

سلے ترجمے کے ساتھ) نقل کئے جاتے ہیں۔ ان سے اُس زمانے کے "ریختہ" کی کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اور کبیر کی تعلیمات پر بھی روشنی پڑتی ہے:۔

توحید توحید اور بھگتی، یہی دو خاص موضوع کبیر کی تلقینات کے ہیں۔ ان کو طرح طرح سے بیان کیا ہے۔ توحید کی تعلیم دیتے ہوئے کہتے ہیں:۔

صاحب میرا ایک ہے، دوجا کہا نہ جائے
دوجا صاحب جو کہوں، صاحب کھڑا رسائے

(میرا مالک ایک ہے، دوسرا نہیں کہہ سکتا۔ اگر دوسرا مالک کہوں تو میرا مالک مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔)

جیوں تل ماہیں تیل ہے، جیوں چقماق میں آگ
تیرا سائیں تجھ میں بسے، جاگ سکے تو جاگ

(تیرا مالک تجھ میں اس طرح ہے جس طرح تل میں تیل اور چقماق میں آگ۔ اگر تو جان سکے تو جان)

جیوں نینن میں پوتری، تیوں کھالک گھٹ ماہیں
مورکھ لوگ نہ جانہیں، باہر ڈھونڈن جائیں

(خالق دل میں اسی طرح ہے جس طرح آنکھ میں پتلی۔ بیوقوف لوگ جانتے نہیں، باہر ڈھونڈتے پھرتے ہیں)

کھالک کھلک، کھلک میں کھالک سب گھٹ رہو سمائے

(خالق ہے خلق میں اور خلق ہے خالق میں۔ سبھوں میں وہ سمایا ہوا ہے)

موکو کاہاں ڈھونڈھارے بندے میں تو تیرے پاس میں
نا میں دیول، نا میں مسجد، نا کعبے کیلاس میں

(اے بندے مجھے کہاں ڈھونڈتا ہے، میں تو تیرے پاس ہوں۔ نہ میں مندر میں ہوں نہ مسجد میں نہ کعبہ میں نہ کیلاش میں)

www.taemeernews.com

پاہن پوجے ہری ملیں، تو میں پوجوں پہار
تا تے یہ چاکی بھلی، پیس کھائے سنسار

(اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا تو میں پہاڑ کو پوجتا۔ اس سے تو چکی اچھی ہے جس سے لوگ پیس کر کھاتے ہیں)

کرتا ایک اور سب باجی (بازی) نا کوئی پیر، مشائخ کچھ، کاجی (قاضی)

(کرنے والا ایک ہے، اور سب کھیل ہے۔ نہ کوئی پیر ہے نہ مشائخ نہ قاضی)

کبیر سوئی پیر ہے جو جانے پر پیر
جو پر پیر نہ جانئے سو کا پھر بے پیر

(کبیر وہی پیر ہے جو دوسروں کی تکلیف کو جانے۔ جو دوسروں کی تکلیف نہیں جانتا وہ کافر بے پیر ہے)

لوٹ سکے تو لوٹ لے ست نام کی لوٹ
پیچھے پھر پچھتاؤ گے، پران جائیں گے چھوٹ

(ست نام کی لوٹ جہاں تک بنے لوٹ لو، ورنہ مرجاؤ گے تو پچھتاؤ گے)

بھگتی بھگتی اور پریم کبیر کا دوسرا محبوب موضوع ہے۔ خدا تک رسائی صرف عقیدت اور محبت کے ذریعے سے ممکن ہے۔ لیکن بھگتی کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نشکام اور بے لوث ہو۔ کہتے ہیں:-

جب لگ ہی بیکنٹھ کی آسا تب لگ نہ ہری چرن نواسا

(جب تک بہشت کی اُمید ہے تب تک ہری کے قدموں کے نیچے نہیں رہ سکتے)

جب لگ نا تا جگت کا تب لگ بھگت نہ ہوئے
نا تا توڑے ہری بھجے بھگت کہاوے سوئے

(جب تک دنیا سے تعلق ہے۔ اس وقت تک بھگت نہیں ہو سکتا۔ جو دنیا سے قطع تعلق کر کے

www.taemeernews.com

خدا کو یاد کرے وہ بھگت کہلائے گا)

جل جیوں پیارا ماچھری ، لوبھی پیارا دام
ماتا پیارا بالکا ، بھگت پیارا نام

(مچھلی کو جس طرح پانی پیارا ہوتا ہے اور لالچی کو روپیہ ،جس طرح ماں کو بچہ پیارا ہے اسی طرح بھگت کو ایشور کا نام)

اور کرم سب کرم ہے ،بھگتی کرم نش کرم
کہے کبیر پکار کے بھگتی کرو تج دھرم

(اور سب کرم مطلب کے ہیں ،بھگتی کا کرم بے غرض ہے .کبیر پکار کر کہتا ہے۔ دھرم کو چھوڑ کر بھگتی کرو)

کبیر بھاٹی کلال کی ، بہوتک بیٹھے آوے
سر سوپنے سوئی پیوے نہیں تو پیا نہ جائے

(کبیر ،کلوار کی ایک بھٹی ہے۔ بہت لوگ آکر بیٹھے ،جو اپنا سر دے وہ پئے ورنہ پی نہیں سکتا)

جب میں تھا تب گورو نہیں ،جب گورو ہے ہم ناہیں
پریم گلی ات سانکری تا میں دو نہ سمانہیں

(جب میں تھا تب گرو نہ تھا ،جب گرو ہے میں نہیں ہوں۔ یعنی جب تک مجھ میں خودی تھی ، اُس وقت تک گرو کا پریم حاصل نہیں ہوا تھا .جب گورو کا پریم حاصل ہوا تو خودی جاتی رہی۔ پریم کی گلی اتنی تنگ ہے کہ اس میں دو نہیں سما سکتے)

پیا چاہے پریم رس ، رکھا چاہے مان
ایک میان میں دو کھڑگ دیکھا سنا نہ کان

(تو پریم رس پینا چاہتا ہے اور خودی کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ ایک میان میں دو تلواریں نہ دیکھیں نہ کان سے سنیں)

www.taemeernews.com

راتا ماتا نام کا پیا پریم اگھا ئے
متوالا دیدار کا مانگے مکت بلائے

(نام میں محو ہے، نام میں مست ہے، پریم کا پیالہ سیر ہو کر پی لیا ہے۔ وہ دیدار کا متوالا ہے۔ اس کی بلا مکتی مانگے۔ یعنی عاشقان الٰہی مکتی یا نجات سے بھی بے نیاز ہیں)

پریتم کو پتیاں لکھوں جو کہوں ہوئے بدیس
تن میں، من میں، نین میں تا کو کہاں سندیس

(اگر محبوب پردیس میں ہو تو اس کو خط لکھوں۔ وہ تو میرے بدن میں، من میں، آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ اس کو سندیسا کیا بھیجوں)

میرا مجھ میں کچھ نہیں، جو کچھ ہے سو تور
تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگت ہے مور

(میرے پاس کوئی شے میری نہیں۔ جو کچھ ہے تیرا ہی ہے۔ تیری چیز تجھ کو دیتے میرا کیا لگتا ہے)

ظاہری رسوم سے بیزاری

کبیر کی نظر میں مذہب کی ظاہری رسوم کوئی وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ ان کے نزدیک اصلی چیز پریم اور بھگتی تھی۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اپنے ان خیالات کو انھوں نے مختلف مقامات پر بہت دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے:-

مالا پھیرت جُگ بھیا، پھرا نہ من کا پھیر
کر کا منکا ڈار دے، من کا منکا پھیر

(مالا پھیرتے جُگ بیت گئے، من کا پھیر دور نہ ہوا، ہاتھ کا دانہ چھوڑ دے، من کا دانہ پھیر)

ہم تو جوگی من ہی کے، تن کے ہیں تے اور
من کا جوگ لگا وتے دسا بھئی کچھ اور

(ہم تو من کے جوگی ہیں۔ تن کے جوگی اور ہوتے ہیں۔ من کا جوگ کرتے ہماری تو یہ حالت ہو گئی)

www.taemeernews.com

پڑھ پڑھ کے پتھر بھئے ، لکھ لکھ بھئے جو اینٹ
کبیرا انتر پریم کی لاگی نیک نہ چھینٹ

(پڑھ پڑھ کے پتھر ہوئے اور لکھ لکھ کے اینٹ ہوئے ۔ پریم کی ذرا سی چھینٹ بھی نہیں پڑی)

پنڈت اور مشالچی دونوں سوجھے ناہنہ
اورن کو کرچانداتا آپ اندھیرے ماہنہ

(پنڈت اور مشعلچی دونوں کو نہیں سوجھتا ۔ اوروں کو روشنی دکھاتے ہیں، آپ اندھیرے میں رہتے ہیں ۔)

نہائے دھوئے کیا بھیا جو من میل نہ جائے
مین سدا جل میں رہے دھوئے باس نہ جائے

(نہانے دھونے سے کیا ہوتا ہے ۔ اگر من کا میل دور نہ ہو ۔ مچھلی ہمیشہ پانی میں رہتی ہے مگر پانی سے دھونے سے بھی اُس کی بو نہیں جاتی)

متھرا بھادیں، دوارکا بھاویں، جائیں جگن ناتھ
سادھ سنگت، ہری بھجن بن کچھو نہ آوے ہاتھ

(چاہے متھرا جادیں، چاہے دوارکا جاویں، چاہے جگن ناتھ جاویں، سادھو کی سنگت اور ایشور کے بھجن کے بغیر کچھ ہاتھ نہیں آتا)

سیّد شیخ کتاب نرکھے، پنڈت شاستر بچارے
ست گرو کے اُپدیش بنا تم جان کے بیوہیں مارے

(سیّد شیخ کتاب پڑھتے ہیں، پنڈت شاستر بچارتے ہیں ۔ ست گرو کی اپدیش کے بغیر تم جان بوجھ کے جان مارتے ہو)

آواگون کبیر کے ہندو ہونے کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ وہ آواگون کے قائل تھے ۔ پنڈت رتشی لکھتے ہیں :-

www.taemeernews.com

"آواگون ہندوستانی مذاہب کا مرکزی اصول ہے، اور کبیر صاحب اس کو پوری طرح قبول کرتے ہیں۔ بار بار پیدا ہونا اور مرنا ہر ذی روح کے واسطے لازمی ہے جبتک کہ اُس کو اِس آمد و رفت سے نجات نہ ملے اور وہ ایشور کے پریم میں مگن ہو کر ایشور کی دیا سے اس سیاست سے آزاد نہ ہو جائے۔"[1]

کبیر کہتے ہیں :-

پنڈت سودھن کہو سمجھائی　　جاتے آواگون نسائی

(اے پنڈت اچھی طرح غور کر کے ہم کو سمجھا کے وہ بات بتاؤ جس سے آواگون مٹ جائے)

کہہ کبیر چیت کے آواگون نوار

(اے کبیر، دل کو ہوشیار کر کے آواگون سے آزاد ہونے کا حال کہو)

جیوں جل چھاڑ باہر کھیو بینا　　پورب جنم ہوں تب کا ہینا

(مچھلی کی طرح پانی کو چھوڑ کر باہر نکل آیا ہوں۔ پچھلے جنم میں میرے تپ میں کچھ کمی تھی)

عارفانہ اور اخلاقی مضامین

عارفانہ اور اخلاقی تعلیمات کے لئے بھی کبیر نے بہت دلکش پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

ست نام کڑوا لگے میٹھا لاگے دام　　دُبدھا میں دونوں گئے، مایا ملی نہ رام

(ست نام کڑوا لگتا ہے، دولت میٹھی لگتی ہے، شک و شبہہ میں دونوں گئے، مایا ملی نہ رام)۔ دوسرا مصرع ضرب المثل بن گیا ہے۔

کبیرا رسی پاؤں میں، کہہ سو وے سکھ چین
سانس نگارا کوچ کا باجت ہے دن رین

(رسی پاؤں میں پڑی ہے کبیر چین سے کس طرح سووے؟۔ سانس جو آتی جاتی ہے گویا

[1] "کبیر صاحب"، ص ۱۱۴۔

www.taemeernews.com

کوچ کا نقارہ ہے کہ دن رات بجا کرتا ہے)

مالی آوت دیکھ کے کلیاں کرت پکار　　پھولی پھولی چُن لئے کالھ ہماری بار

(مالی کو آتا دیکھ کر کلیاں غل مچاتی ہیں۔ پھولی پھولی تو آج چُن لیں، کل ہماری باری ہے)

چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا روے　　دوئی پاٹ بھیتر آئی کے ثابت گیا نہ کوے

(چلتی چکی دیکھ کے کبیر رو دیا۔ دو پاٹوں یعنی آسمان و زمین کے بیچ میں آ کے کوئی ثابت نہیں بچا)

جو تو کو کانٹا بووے تاہی بوے تو پھول　　توں ہی پھول کے پھول ہیں، وا کو ہیں ترسول

(جو تیرے لئے کانٹے بوئے اس کے لئے تو پھول بو۔ تجھے تو پھول کے پھول رہیں گے اور اس کے کانٹے اُسے ترسول ہو جائیں گے)

مانگے مرن سمان ہے، مت کوئی مانگو بھیکھ
مانگن سے مرنا بھلا، یہ ست گورو کی سیکھ

(مانگنا مرنے کے برابر ہے، کوئی بھیک مت مانگو۔ مانگنے سے مرنا بھلا، یہ ست گورو کی نصیحت ہے)

بُرا جو دیکھن میں چلا، بُرا نہ ملیا کوئے
جو دل کھوجوں آپنا، مجھ سے بُرا نہ کوے

(میں بُرا ڈھونڈنے چلا، کوئی بُرا نہ ملا۔ اپنا دل جو دیکھا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں)

بہادر شاہ ظفر نے اسی مضمون کو اپنے اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر، رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

www.taemeernews.com

(۲) برہمو سماج

خدا پرستی کا عقیدہ ہندو مذہب میں شروع سے موجود ہے۔ چنانچہ رگ وید میں جو سب سے پرانا وید ہے موحدانہ شلوک بھی ملتے ہیں۔ قدیم ہندو مفکروں کی تعلیم یہ تھی کہ وجود صرف ایک ہی ذات کا ہے اور اُس کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ کوئی شے حقیقی وجود نہیں رکھتی بجز ایک ازلی و ابدی اور حاضر و ناظر روح کے،[1] بارہویں، تیرہویں، پندرہویں اور سولہویں صدی کے وشنو مصلحین مذہب رامانج، مادھو، ولبھ، اور چیتنیا، سب ایک قادر مطلق خدا کے وجود کی تعلیم دیتے تھے۔ جو تمام اشیاء کا خالق، اور قائم رکھنے والا ہے۔ اس خدا کو وہ وشنو کہتے تھے۔ لیکن یہ مصلحین بھی اوتاروں کے قائل تھے اور ان کے خیال میں وشنو، جنگجو سپاہیوں، زبردست معلّموں، اور کبھی جانوروں کی شکل میں بھی، خاص خطروں کے اوقات میں۔ اپنی مخلوقات کو بچانے کے لئے ظاہر ہوا کرتا تھا۔ اسی لئے رامانج، مادھو، ولبھ اور چیتنیا کی اصلاحات کے باوجود بت پرستی کا وجود مٹ نہ سکا۔ بلکہ یہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ہونے لگی کبیر اور اُن کے بعد نانک نے اس کا موحدانہ ردعمل شروع کیا۔ بقول مونیر ولیمس ان کی "یہ تحریکیں بڑی حد تک اسلامی اثرات کا نتیجہ تھیں"۔ دونوں نے ہندو عقائد

---

[1] ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" (انگریزی)۔ از مونیر ولیمس مطبوعہ لندن ۱۸۷۷ء ص ۴۵

RELIGIOUS THOUGHT AND LIFE IN INDIA, BY MONIER WILLIAMS.

www.taemeernews.com

کو پاک وصاف کرنے کی حتی الامکان پوری کوشش کی، مگر ان کو صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی۔

ابتداً مسلمانوں نے تو ہندوستان میں انگریزی حکومت اور مغربی تعلیم کی مخالفت کی، مگر ہندوؤں نے ان دونوں چیزوں کا خیر مقدم کیا، اور جو ہندو مغربی تعلیم سے بہرہ مند ہوئے ان کے اندر اپنے آباو اجداد کے مذہب کی اصلاح کا جذبہ بھی پیدا ہونے لگا۔ رام موہن رائے اس جماعت کے پہلے رہنما تھے اور جس مذہبی اصلاح کا انھوں نے آغاز کیا وہ پہلی اصلاحی تحریک تھی جو سیمی اثرات اور انگریزی تعلیم کے ذریعے مغربی خیالات سے جاری ہوئی۔

رام موہن رائے

رام موہن رائے مئی ۱۷۷۴ء میں موضع رادھانگر ضلع مرشد آباد میں ایک اونچی ذات کے برہمن کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام رامکانت رائے تھا، اور اُن کے دادا مغل شہنشاہ کی ملازمت میں مختلف عہدوں پر مامور رہ چکے تھے۔ اوائل عمر میں رام موہن رائے فارسی اور عربی کی تعلیم کے لئے جس میں قرآن مجید کی تعلیم بھی شامل تھی، پٹنہ بھیج دئے گئے۔ جو اس وقت اسلامی تعلیم کا ایک بڑا مرکز تھا۔ انھوں نے سنسکرت اور اپنے آبائی مذہب کی تعلیم سے بھی غفلت نہیں برتی۔ ان کے والد شنو کے پرستاروں میں تھے۔ چنانچہ روز صبح کو رام موہن رائے بھگوت پوران کا جو ویشنو مذہب کا مقدس صحیفہ ہے ایک باب پڑھا کرتے تھے۔ وہ فطرتاً ذہین اور غور و فکر کے عادی تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ ہندو مذہب کے دیومالا سے برداشتہ خاطر ہو گئے۔ اور اب انھوں نے ویدا ور ویدانت کی تعلیمات پر، جیسے کہ وہ اُپ نشدوں میں بیان کی گئی ہیں۔ خاص طور پر توجہ کرنی شروع کی۔ اس مطالعے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سولہ سال کی عمر میں انگریزی تعلیم شروع کرنے سے پہلے ہی انھوں نے بت پرستی کے خلاف بنگالی زبان میں ایک رسالہ لکھا جس سے نہ صرف اُن کے خاندان والوں بلکہ تمام اعزہ و اقربا میں

www.taemeernews.com

ان کے خلاف سخت برہمی پیدا ہوئی، اور انھوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ اپنے باپ کے گھر سے کہیں چلے جائیں۔ چنانچہ وہ پہلے بنارس گئے جو برہمنیت کا مرکز تھا، اور پھر وہاں سے تبت پہونچے جہاں انھوں نے بڑی سرگرمی کے ساتھ بدھ مذہب کا مطالعہ کیا اور بدھ پجاریوں کے ساتھ مناظرے کئے۔ رام موہن رائے کو شروع ہی سے تمام مذاہب کے تقابلی مطالعے کا شوق تھا۔ وہ حق کے متلاشی تھے۔ اسی غرض سے انھوں نے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کی مقدس کتابوں کی زبانیں سیکھنے کی امکانی کوشش کی۔ انھوں نے وید کو سنسکرت زبان میں پڑھا اور بدھ مت کی مقدس کتاب تریپی تاکا پالی زبان میں مطالعہ کی۔ عربی زبان پر بھی اتنا عبور حاصل کرلیا تھا کہ قرآن مجید سمجھ سکتے تھے۔ پھر اپنی زندگی کے پچھلے دور میں عبرانی زبان بھی سیکھی تاکہ توریت کے متعلق صحیح رائے قائم کرسکیں، اور آخر میں انجیل سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے انھوں نے یونانی زبان بھی سیکھنی شروع کردی تھی[1]

۱۷۹۶ء کے قریب رام موہن رائے گھر واپس آئے اور باپ سے صلح ہوگئی۔ اب انھوں نے سنسکرت ادب اور ہندو مذہب کا مطالعہ زیادہ انہماک سے شروع کیا۔ اسی زمانے میں انگریزوں سے میل جول اور انگریزی سوسائٹی میں اُن کی آمد و رفت بھی شروع ہوئی۔ ۱۸۰۳ء میں اُن کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اب وہ برہمنوں سے زیادہ بے باکی کے ساتھ مباحثے کرنے لگے، اور انھوں نے متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ کر یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ہندوؤں کی بت پرستی اُن کے اسلاف کے دستور اور جن کتابوں کا وہ احترام اور جن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اپنے والد کے وفات کے چند روز بعد انھوں نے ایک کتاب "تمام مذاہب کی بت پرستی کے خلاف" فارسی زبان میں لکھی نیز اسی موضوع پر چھوٹے چھوٹے رسالے اور بعض اُپ نشدوں کے ترجمے بھی شائع کئے۔ سب سے اہم چیز جس کی طرف انھوں نے لوگوں کو توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ ستی کے لئے ویدوں میں

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" ص ۴۷۹۔

www.taemeernews.com

کوئی سند موجود نہیں۔ یہ خاص طور پر اُنہی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ ستی کی رسم ۱۸۲۹ء میں تمام برطانوی ہند میں قانوناً ممنوع قرار دی گئی۔[1]

اس واقعے سے بہت پہلے رام موہن رائے یہ دیکھ کر کہ وطن میں ان کی مخالفت روز بروز بڑھتی جارہی ہے کلکتہ چلے آئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کرلی تھی۔ انھوں نے سرکاری دفتر کی ملازمت بھی ترک کردی تھی اور ہمہ تن مذہبی اور معاشرتی اصلاحات میں مصروف ہوگئے تھے۔ کلکتہ میں ان کو دولت مند اور بااثر ہندوؤں اور جینیوں میں کچھ ہم خیال افراد مل گئے جو اصلاح مذہب کی تجویزوں میں ان سے متفق تھے۔ یہ لوگ ایک متحد جماعت کی شکل میں ان کے ساتھ ہوگئے۔ اور ۱۸۱۵ء میں ایک انجمن "آتمیا سبھا" (روحانی سوسائٹی) کے نام سے قائم کی گئی اس سوسائٹی کے ممبر زیادہ تر رام موہن رائے کے ذاتی احباب تھے۔ من جملہ ان کے دوارکاناتھ ٹیگور بھی تھے۔ سوسائٹی کے جلسے رام موہن رائے کے مکان پر چند دنوں کے وقفے سے ہوا کرتے تھے۔ لیکن برہمنوں اور پنڈتوں کی مخالفت کی وجہ سے جو بعض اوقات ان جلسوں میں شریک ہوتے تھے انجمن کا قیام زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا اور اس کے ارکان ایک ایک کرکے علیحدہ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ انجمن کا وجود ہی ختم ہوگیا۔ اس کے باوجود رام موہن رائے کے جوش اصلاح میں کوئی کمی ظاہر نہ ہوئی۔ انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھی، اور کتابوں، مختصر رسالوں اور خطبوں کے ذریعے سے اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔

انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کے اقوال کے مطالعے کا اثر رام موہن رائے پر یہ ہوا کہ وہ ایک حد تک مسیحیت کے معتقد ہوگئے۔ چنانچہ ۱۸۲۰ء میں انھوں نے بنگالی اور انگریزی زبان میں ایک کتاب بعنوان "احکام مسیح، رہنمائے امن و راحت" لکھی۔ اس کتاب کو دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ رام موہن رائے دل سے عیسائیت کے معتقد ہوگئے ہیں۔ سر مونیر ولیمس لکھتے ہیں کہ اگر یہ خیال کسی حد تک صحیح بھی ہو تو بھی اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہ تثلیثی عیسائیت

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" ص ۴۸۲

www.taemeernews.com

کے قائل نہ تھے۔ موصوف کی رائے یہ ہے کہ رام موہن رائے کا اصلی میلان طبع یہ تھا کہ مختلف مذاہب کی تعلیمات کو سمو کر ایک مرکب تیار کریں۔ وہ اس بات سے مطمئن معلوم ہوتے تھے کہ ہندو انھیں ویدانتی کہیں، موحد خدا پرست سمجھیں، عیسائی مسیحی خیال کریں، اور مسلمان ان کو مسلمانوں میں شمار کریں۔ الہام کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ کسی خاص زمانے یا کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ نوع انسانی کے لئے خدا کا عام عطیہ ہے۔ وہ اسے ایک قسم کی خدائی روشنی یا وجدانی ادراک حقیقت سمجھتے تھے۔ جو ہر ملک کے ہر نیک آدمی کو کم و بیش ودیعت ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ان کا خیال تھا کہ ویدوں، عیسائیوں کے مقدس صحیفوں، قرآن مجید، ژند اوستا، یا دنیا کی کسی قوم کی کسی کتاب میں جو اچھی باتیں ہوں ان کو "سچائی کے خدا" کی طرف سے سمجھ کر قبول کرنا چاہئے۔ کسی عقیدے کی صحت کا تنہا معیار ان کے نزدیک یہ تھا کہ وہ انسان کی عقل سلیم اور قلب انسانی کے وجدان کے مطابق ہو۔[1]

۱۸۲۸ء میں رام موہن رائے نے دوارکا ناتھ ٹگور، پرو سنو کمار ٹگور، اور بعض دوسرے اشخاص کی مالی مدد سے اپنی جماعت کے جلسوں کے لئے کچھ کمرے کرائے پر لئے اور وہاں ہر شام کو عبادت کے جلسے ہونے لگے۔ مراسم عبادت چار حصوں میں منقسم تھے۔ ویدوں کا کوئی متن خوش الحانی سے پڑھنا، اُپ نشدوں میں سے کچھ پڑھنا۔ خطبہ اور بھجن۔ اس طرح کلکتہ میں توحید پرستوں کی پہلی انجمن کی بنا ۱۸۲۸ء میں ڈالی گئی۔ چندوں کی آمدنی میں جب ترقی ہوئی تو رام موہن رائے نے چیت پور روڈ پر ایک بڑا مکان انجمن کے لئے خرید لیا اور ایک سرمایہ اس کے لئے وقف کر دیا۔ اس کے لئے امین بھی مقرر کر دئے گئے۔ تقریباً دو سال بعد خدا پرست ہندوؤں کی پہلی مذہبی انجمن کا باضابطہ افتتاح ۲۳ جنوری ۱۸۳۰ء کو ہوا۔ رام موہن رائے نے اس مذہبی جماعت کا نام "برہمو سماج" رکھا، یعنی خدا پر عقیدہ رکھنے والوں کی جماعت تولیت نامے میں تحریر کیا گیا کہ یہ عمارت اس ازلی و ابدی، ناقابل جستجو اور قدیم ہستی کے

---

[1] ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی، ص ۴۸۴

www.taemeernews.com

پرستاروں کے اجتماع کے لئے استعمال کی جائے گی جو کائنات کی بانی اور محافظ ہے، اور اس جماعت کا مقصد پاکیزگی، نیکی اور انسانی ہمدردی کو فروغ دینا، نیز تمام مذہبی فرقوں کے درمیان رشتۂ اتحاد کو مضبوط کرنا ہوگا۔ عمارت کے اندر کسی شبیہہ یا تصویر کے لانے کی اجازت نہ ہوگی، اور نہ کوئی قربانی وہاں کی جائے گی۔ اس میں جمع ہونے والے کسی ایسی چیز کا ذکر جس کی دوسرے لوگ پرستش کرتے ہوں حقارت کے ساتھ نہ کریں گے[1]

ان باتوں کے باوجود رام موہن رائے نے اپنی نئی جماعت کے ارکان پر یہ واضح کردیا تھا کہ ان کے ذہن میں کسی نئے فرقے کی بنیاد رکھنے کا خیال نہیں ہے۔ وہ بس اتنا دعویٰ کرتے تھے کہ انھوں نے پہلی مرتبہ موحدانہ پرستش کی بنا ایک عمارت میں قائم کر دی ہے، جس میں تمام ذاتوں، طبقوں اور فرقوں کے لوگوں، ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں کو اکٹھا ہو کر خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی جاتی ہے، اور ان سب لوگوں سے جس وحدت عقیدہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ اسی قدر ہے کہ خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھیں۔ خود رام موہن رائے کا رویہ اپنے قومی مذہب کے ساتھ ایک ہمدرد مصلح کا تھا جو ان کی زندگی کے آخر دم تک قائم رہا۔ وہ ایک ایسے مصلح تھے۔ جو برہمنیت کی تمام خوبیوں اور سچائیوں کو باقی رکھنا چاہتے تھے اور صرف اس کے باطل اور فاسد اجزا کو ختم کر دینے کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ مذکورہ بالا عمارت میں بھی ایک کمرہ برہمنوں کے لئے مخصوص تھا جس میں ویدوں کی باقاعدہ کتھا ہوتی تھی۔ اور اس میں برہمنوں کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ رام موہن رائے نے اپنا جنیو بھی قائم رکھا تھا۔

۱۸۳۰ء میں شہنشاہ دہلی نے رام موہن رائے کو راجہ کا خطاب دے کر اپنے مالی حقوق کی نسبت کمپنی کی بدعنوانیوں کے خلاف اپیل کرنے کے لئے انگلستان بھیجا۔ ۱۸۳۱ء میں وہاں پہونچنے کے بعد ان کی صحت خراب ہونے لگی، اور دو سال بعد ستمبر ۱۸۳۳ء میں

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، ص ۸۰۔ ۴۸۶۔

www.taemeernews.com

ان کا انتقال برسٹل میں ہوگیا، اور وہیں مدفون ہوئے۔ ان کے برہمن ملازم نے وہ تمام ہندوانہ رسمیں ادا کیں جو ایک برہمن کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ مرنے کے وقت بھی رام موہن رائے کے جسم پر جنیو موجود تھا۔[1]

رام موہن رائے کے انگلستان جانے کے بعد ان کی نئی جماعت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ بارہ برس کے بعد ان کے دوست دوارکا ناتھ ٹگور کے فرزند، مہارشی دیوندر ناتھ ٹگور (راجندر ناتھ ٹگور کے والد) نے سماج میں داخل ہوکر اس میں نئی جان ڈالی اور اس کو از سر نو منظم کیا۔ برہمو سماج میں داخل ہونے سے پہلے دیوندر ناتھ ٹگور نے مذہبی اصلاح کے لئے ایک انجمن "تتوابودھنی سبھا" کے نام سے ۱۸۳۹ء میں قائم کی تھی، اور اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے وہ بنگالی زبان میں ایک رسالہ "تتوابودھنی پتر کا" نکالتے تھے جس کی ادارت کے فرائض اکھے کمار دت انجام دیتے تھے۔ وہ پکے خدا پرست بن گئے تھے۔ انھوں نے انگریزی تعلیم ہندو کالج میں پائی تھی۔ اور روحانی اوصاف سے بھی پوری طرح متصف تھے۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں کہ تتوابودھنی سبھا کی دوسری سالگرہ کے موقع پر انھوں نے فرمایا:-

"انگریزی تعلیم کی اشاعت کے باعث اب ہم جاہلوں کے مانند لکڑی اور پتھر کو خدا سمجھ کر ان کی پرستش نہیں کر سکتے۔"

وہ ہندو مذہب کے عقائد کی اصلاح چاہتے تھے، اسے ترک کر دینے پر راضی نہ تھے۔ خدا کی پرستش پر زور دیتے تھے۔ لیکن طریق پرستش کا فیصلہ انسان کی مذہبی حس پر چھوڑ دیا تھا۔ فرماتے تھے:-

"میری خواہش ہے کہ تمام انسان جن میں ادنیٰ طبقے کے لوگ بھی شامل ہیں پرہم کی پرستش کریں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ جو لوگ گایتری کی مدد سے پرستش کر سکتے ہیں وہ اسی طرح کرتے رہیں۔ لیکن جو یہ نہیں کر سکتے ان کو

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، ص ۴۹۰

www.taemeernews.com

اس امر کی آزادی ہو کہ وہ کوئی آسان طریقہ اختیار کرلیں جس کے مطابق
وہ خدا کے گیان میں مگن ہوسکیں"[1]

سماج کی حالت پر غور وخوض کرنے کے بعد مہارشی دیوندر ناتھ ٹگور اس نتیجے پر پہونچے کہ اس کی بقا اور استواری کی صرف یہی صورت ہے کہ اس کا ایک باقاعدہ صدر مقرر کیا جائے، اس کے لئے ایک مستقل خادم دین (منسٹر) ہو، عبادت کا ایک مقرر طریق اور عقائد واعمال کا ایک معین معیار ہو۔ چنانچہ ۱۸۴۳ء کے آخر میں انھوں نے برھمو سماج کا ایک عہدنامہ خود مرتب کیا۔ جو سات دفعات پر مشتمل تھا۔ سماج کا ممبر بننے کے لئے ہر شخص کو عہد کرنا پڑتا تھا کہ وہ بت پرستی سے پرہیز کرے گا، کسی مخلوق شے کی پوجا نہ کرے گا۔ بلکہ صرف خدا کی پرستش کرے گا جو تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا، ان کی حفاظت کرنے والا اور ان کو فنا کرنے والا ہے، اور جو وحدہ لاشریک ہے۔ یہ عہد بھی کرنا پڑتا تھا کہ زندگی پاکیزگی سے بسر کرے گا۔ اور خدا کی مغفرت ترک گناہ کے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح رام موہن رائے کی مذہبی انجمن ۱۸۴۳ء میں از سر نو منظم ہوکر گویا دوبارہ قائم ہوئی، اور اب اس کا نام "آدی برھمو سماج" رکھا گیا۔ ۱۸۵۰ء تک بنگال میں برھمو سماج کے نمونے کی کئی سماجیں اور قائم ہوگئیں، مثلاً مدناپور، کرشن نگر، اور ڈھاکہ کی سماجیں۔ عقائد کی اصلاح کے باوجود ہندوؤں کے مذہبی رسم ورواج کی اصلاح دیوندر ناتھ ٹگور زیادہ زور نہیں دیتے تھے۔ مثلاً انھوں نے خود تو جنیو پہننا چھوڑ دیا تھا۔ مگر دوسروں کو اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سماج کا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ جس کے سرگروہ کیشب چندر سین تھے دیوندر ناتھ کی میانہ روی سے بیزار ہوگیا۔

کیشب چندر سین ۱۸۵۸ء میں برھمو سماج میں داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے پریزیڈنسی کالج، کلکتہ، میں تعلیم پائی تھی۔ انگریزی تعلیم اور مسیحی خیالات کے اثر سے ان کو ہندو مذہب کے

---

[1] "انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ" از عبداللہ یوسف علی۔ شائع کردہ ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد ۱۹۳۶ء ص ۸۷-۱۸۶۔

www.taemeernews.com

اکثر رسم ورواج قابل ترک معلوم ہونے لگے۔ لیکن اپنی نوعمری کے خیال سے انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ دیوندر ناتھ ٹگور کے ساتھ ان کی ماتحتی میں کام کریں چنانچہ پانچ برس تک دونوں کا ساتھ رہا اور ان کے اتحاد سے سماج کے نوجوانوں کی تربیت ہوتی رہی۔ مگر آخر کار دیوندر ناتھ کی اعتدال پسندی سے کیشب گھبرا گئے۔ ان کے نزدیک صرف اسی قدر کافی نہ تھا۔ کہ بت پرستی کا انسداد کر دیا جائے، بلکہ وہ ہندو مذہب کے رسم ورواج کو بھی جو ان کے خیال میں باطل تھے مٹا دینا چاہتے تھے۔ پہلی نزاع اُن کے اور دیوندر ناتھ کے درمیان جنیو کے مسئلے پر ہوئی۔ کیشب چندر نے اس بات پر زور دیا کہ جو لوگ سماج کے مندر میں عبادت کرنے آئیں وہ جنیو اتار کر آئیں تاکہ اونچی اور نیچی ذات کی تفریق جو جنیو سے ظاہر ہوتی ہے۔ باقی نہ رہے۔ وہ ذات پات کے سخت مخالف تھے۔ دیوندر ناتھ ٹگور نے اس تحریک پر خود تو جنیو اتار دیا لیکن دوسروں کو اس کے لئے مجبور کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اس کے بعد شرادھ (یعنی متوفی آبا و اجداد کی پوجا) کا مسئلہ دونوں کے درمیان اختلاف کا باعث ہوا۔ اسی طرح بچے کی پیدائش، اس کے نام رکھنے کی رسم، اور مردے کو جلانے کی رسم پر اختلاف ہوا۔ زیادہ اہم مسئلہ شادی بیاہ کا تھا۔ کیشب اور ان کی جماعت کے لوگوں نے بچپن کی شادی کی سخت مخالفت کی۔ اس کے بعد بیواؤں کی شادی اور تعدد ازدواج پر شدید اختلاف ہوا۔ پھر اگست ۱۸۶۴ء میں کیشب نے دو مختلف ذات کے ہندوؤں کے درمیان شادی کرادی۔ یہ بدعت دیوندر ناتھ ٹگور کو بہت ناگوار ہوئی۔ کیشب نے دیکھا کہ وہ کلکتہ کی برہمو سماج میں رہ کر آزادی کے ساتھ اپنا اصلاحی کام جاری نہیں رکھ سکتے۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ سماج کے ممبروں کی بڑی تعداد اب بھی ذات پات کے جھگڑوں اور اوہام پرستی میں مبتلا ہے۔ ان کے لئے یہ صورت حال ناقابل برداشت تھی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اُن کا مشن دیوندر ناتھ ٹگور کے مشن سے مختلف ہے۔ آخر کار فروری ۱۸۶۵ء میں کیشب چندر سین اور اُن کے ساتھ سماج کے نوجوان ممبروں کی ایک کثیر تعداد نے "آدی برہمو سماج" سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر کے اپنی جماعت

www.taemeernews.com

الگ قائم کرلی۔ لیکن یہ جماعت ایک منظم انجمن کی شکل نومبر ۱۸۶۶ء تک نہ حاصل کرسکی۔ اب جو انجمن قائم ہوئی اس کا نام ان لوگوں نے "ہندوستان کی برھمو سماج" (بھارت ورشیہ برھمہ سماج) رکھا۔ اس انجمن کا دعویٰ تھا کہ اس نے برہمنیت سے اپنا تعلق بالکل منقطع کرلیا ہے[1] "ہندوستان کی برھمو سماج" کے نئے مندر کا سنگ بنیاد ۲۳ جنوری ۱۸۶۸ء کو رکھا گیا، لیکن عمارت کا باقاعدہ افتتاح اگست ۱۸۶۹ء میں ہوا۔ اس نئی سماج کے اہم ترین عقائد مختصراً حسب ذیل قرار پائے :۔

خدا کائنات کا مسبب الاسباب ہے۔ وہ اپنی مشیت سے تمام اشیا کو عدم سے وجود میں لایا اور وہی ان کو مسلسل قائم رکھتا ہے۔ وہ روح ہے مادہ نہیں ہے۔ وہ کامل غیر محدود، قادر مطلق، رحمٰن و رحیم اور قدوس ہے۔ وہ ہمارا باپ، محافظ، مالک، بادشاہ، اور نجات دینے والا ہے۔

روح غیر فانی ہے۔ موت صرف جسم کی تحلیل و تجزیہ کا نام ہے مرنے کے بعد دنیوی زندگی نہیں ہوتی۔ آئندہ زندگی ایک سلسلہ اور ترقی یا تنمیں ہے۔ موجودہ زندگی کی جو لوگ اس وقت موجود ہیں وہ گویا آئندہ لوگوں کے جنین کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حقیقی مقدس صحیفے دو ہیں۔ صحیفہ فطرت، اور وہ فطری خیالات جو ذہن میں مرتسم ہیں۔ خالق کائنات کی حکمت، قدرت، اور رحمت کائنات کے صفحے پر لکھی ہوئی ہے۔ حیات جاودانی کا عقیدہ اور اخلاقی تصورات ایسے معتقدات ہیں جن کی جڑیں انسان کی سرشت میں پیوست ہیں۔

خدا کبھی انسانی جسم میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی الوہیت ہر انسان میں موجود ہے اور بعض آدمیوں میں زیادہ نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ موسیٰ، عیسیٰ، محمدؐ، نانک، چیتنیا، اور دنیا کے دوسرے بڑے معلم خاص وقتوں میں ظاہر ہوئے اور انھوں نے دنیا کو بے شمار

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، ص ۵۰۲۔

www.taemeernews.com

فائدے پہونچائے وہ عالمگیر احسان مندی اور محبت کے مستحق ہیں۔

ہر مذہب دوسرے تمام مذہبی نظاموں سے مختلف ہے۔ پھر بھی یہ سب کا جوہر یا ست ہے۔ یہ دوسرے فرقوں سے مخاصمانہ برتاؤ نہیں کرتا، بلکہ جو باتیں ان فرقوں میں حق ہیں اُن کو قبول کرتا ہے۔ یہ انسانی فطرت پر مبنی ہے، اس لئے دائمی اور عالمگیر ہے۔ یہ کسی زمانے یا ملک میں محدود نہیں۔

تمام نوع انسانی کی حیثیت ایک برادری کی ہے۔ ہر مذہب اونچی اور نیچی ذات کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس مذہب کا مقصد یہ ہے کہ تمام انسانوں کو متحد کر کے ایک خاندان بنا دے۔

فرائض کی چار قسمیں ہیں :-

(۱) وہ فرائض جو خدا سے متعلق ہیں، مثلاً اس پر ایمان رکھنا، اس سے محبت کرنا اس کی پرستش اور پوجا پاٹ کرنا۔

(۲) وہ فرائض جو اپنی ذات سے وابستہ ہیں، مثلاً جسمانی صحت کو قائم رکھنا، علم حاصل کرنا، اور اپنا تزکیۂ نفس کرنا۔

(۳) وہ فرائض جن کا تعلق دوسرے انسانوں کے ساتھ ہے، مثلاً راست گوئی، انصاف پسندی، احسانمندی، اور سب کی فلاح و بہبود کو فروغ دینا۔

(۴) وہ فرائض جو جانوروں اور ادنی مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنا۔

ہر گنہگار کو کبھی نہ کبھی اپنے گناہوں کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا، خواہ اسی دنیا میں خواہ دوسری دنیا میں انسان کو لازم ہے کہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے خدا کی پرستش کرے، اپنے نفسانی جذبات کو مغلوب رکھے۔ گناہوں پر نادم ہو، فطرت اور اچھی کتابوں کا مطالعہ کرے، نیک آدمیوں کی صحبت اختیار کرے، اور تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرے۔ یہی چیزیں خدا کے فضل و کرم سے

www.taemeernews.com

نجات تک اس کی رہنمائی کریں گی۔

نجات یا مکتی نام ہے روح کے بداخلاقی کی جڑ سے رہائی پانے اور پاکیزگی میں ہمیشہ ترقی کرتے رہنے کا۔ اس ترقی کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، اور روح اس ذات میں جو غیر محدود تقدس اور مسرت کا سرچشمہ ہے۔ روز بروز زیادہ متقی اور مسرور ہوتی جاتی ہے۔ خدا کی رفاقت ہندوستان کے خداپرستوں کی جنت ہے[1]

۱۸۷۰ء میں کیشب چندر سین نے انگلستان کا سفر کیا، اور اس کا مقصد یہ بیان کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کی مذہبی، معاشرتی اور سیاسی ترقی میں انگریزوں کی دلچسپی کو ابھارنا چاہتے ہیں۔ اسی سال ولایت سے واپس آکر وہ معاشرتی اصلاح کی کوشش میں سرگرمی کے ساتھ منہمک ہو گئے اور عورتوں کی اصلاح، مردوں اور عورتوں کی تعلیمی ترقی، شراب خواری کے انسداد، اور اہل ہند کی عام معاشرتی اصلاح کے لئے ایک سوسائٹی "انڈین ریفارم ایسوسی ایشن" (ہندوستان کی انجمن اصلاح) کے نام سے قائم کی۔ یہ سوسائٹی جس میں ہر طبقے اور فرقے کے لوگ شامل ہو سکتے تھے، ۲ر نومبر ۱۸۷۰ء کو قائم کی گئی، اور ۱۸۷۱ء میں بالغوں کا اسکول اور ایک نارمل اسکول عورتوں کے لئے کھولا گیا۔

سب سے اہم اصلاح جس کی طرف کیشب اور اُن کے ساتھیوں نے پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اپنی توجہ مبذول کی شادی بیاہ کے رسوم کی اصلاح تھی۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کیشب بچپن کی شادی کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ اب انھوں نے بہترین طبی مشورے حاصل کر کے شادی کے لئے مناسب عمر کا تعین کیا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ حکومت سے ایک نئے قانون ازدواج کی درخواست کی گئی جس کی رو سے برہمو سماج کے ممبروں کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنے طریقے پر قانونی شادیاں کر سکیں چنانچہ اس تحریک پر حکومت کی طرف سے ایک مسودہ قانون تیار کیا گیا۔ لیکن اس مسودے کی

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی" ص ۴-۵۰۳۔

www.taemeernews.com

شدید مخالفت نہ صرف پرانے خیال کے برہمنوں بلکہ خود سماج کے زیادہ قدامت پسند ممبروں نے بھی کی۔ مزید کوشش کے بعد بالآخر ۲۲ مارچ ۱۸۷۲ء کو "دیسی شادی کا قانون" (NATIVE MARRIAGE ACT) پاس ہوگیا۔ اس قانون نے پہلی مرتبہ ہندو سوسائٹی میں قانونی شادی (سیول میرج) کا دستور جاری کیا۔ اس کی رو سے شادی بغیر کسی مذہبی رسم کے ہوسکتی تھی۔ مختلف ذاتوں کے درمیان بھی شادی جائز قرار دی گئی لڑکے کی عمر کم سے کم اٹھارہ سال اور لڑکی کی چودہ سال معین کی گئی۔ لیکن فریقین میں سے اگر کوئی اکیس سال سے کم کا ہو تو اس صورت میں والدین یا سرپرستوں کی تحریری منظوری حاصل کرنا لازمی ٹھہرایا گیا۔ قرابت کے چند معیّن درجوں تک باہمی شادیاں نہیں ہوسکتی تھیں۔ اسی طرح بیک وقت دو شوہروں یا دو بیویوں کا رکھنا بھی ممنوع قرار پایا، لیکن بیوہ عورتوں کو شادی کرنے کی اجازت دی گئی۔[1]

اس کے بعد کچھ عرصے تک "آدی برہمو سماج" جس کے لیڈر دیوندر ناتھ ٹیگور تھے اور "ہندوستان کی برہمو سماج" جو کیشب چندر سین کی سرکردگی میں تھی، دونوں اپنے اپنے دائرے میں اچھا کام کرتی رہیں۔ اُن کی سرگرمیوں کا ثبوت ان کے تبلیغی کارناموں سے ملتا ہے۔ ۱۸۷۶ء تک تمام ہندوستان کی، جس میں آسام بھی شامل تھا، برہمو سماجوں کی تعداد ایک سو سات تک پہونچ گئی تھی۔ ان میں سے بعض قدیم سماج کی پیرو تھیں اور بعض ترقی پسند سماج کی۔[2]

اس درمیان میں ترقی پسند سماج میں اختلال و انتشار کے آثار ظاہر ہونے لگے جو چیز اس سماج میں بدہمی پیدا کرنے کا باعث ہوئی وہ کیشب چندر سین کے اقتدار کا مسئلہ تھا۔ سر مونیر ولیمس لکھتے ہیں کہ کیشب کی ذہانت اور طبائی ایسی نمایاں تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں ان کا احترام ایک قسم کی پرستش کی حد تک پہونچ گیا۔ بعض لوگوں نے ان پر یہ الزام

---

[1] ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی ص ۵۰۸۔

[2] " " " " ص ۵۱۱۔

www.taemeernews.com

لگایا کہ وہ الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کا انھوں نے انکار کیا، اور اُن کے متبعین نے بھی اس الزام کی ہمیشہ سختی سے تردید کی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ کشف اور الہام کے مدعی تھے۔ علاوہ بریں وہ اپنی جماعت کے مذہب اور عقائد ہی میں خود مختار اور مطلق العنان نہ تھے بلکہ اس کے تمام معاملات کے تنہا منتظم اور مہتمم بھی تھے، اور ایک غیر ذمہ دار آمر (ڈکٹیٹر) کی طرح حکومت کرتے تھے۔ لوگوں نے یہ شکایت کرنی بھی شروع کی کہ ترقی پسند سماج کسی دستور کی پابند نہیں، اور نہ اُسے اپنے معاملات میں بحث و مباحثہ کی آزادی حاصل ہے۔

اختلاف اور بے اطمینانی کے عناصر اپنا کام کر ہی رہے تھے کہ ایک نہایت غیر متوقع واقعہ پیش آیا جس نے سماج کو بہت جلد درہم برہم کر دیا۔ ۱۸۷۸ء میں یہ افواہ اڑی کہ کیشب جیسا زبردست مصلح اپنے عزیز اصولوں کو جاہ و ثروت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دینا چاہتا ہے، یعنی جو شخص بچپن کی شادی کو ہندوستان کے لئے ایک لعنت سمجھتا تھا۔ وہ خود اپنی لڑکی کا بیاہ، جس کی عمر چودہ سال سے کم تھی، کوچ بہار کے نوجوان مہاراجہ سے، جو ابھی اٹھارہ سال کا بھی نہیں تھا، کر دینے پر آمادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس افواہ کی تصدیق جب ترقی پسند سماج کے اخبار "انڈین مرر" مورخہ ۹ فروری ۱۸۷۸ء سے ہوئی، جس میں اس شادی کے طے پا جانے کا اعلان شائع ہوا تھا، تو ہر طرف سے اعتراضات ہونے لگے، لیکن اُن کی مطلق پروا نہیں کی گئی، اور ۶ مارچ ۱۸۷۸ء کو شادی کی رسم ادا ہو گئی۔ اس شادی میں عروس کی طرف سے بت پرستانہ رسوم بھی ادا کی گئیں۔ اگرچہ کیشب چندر سین خود وہاں موجود نہ تھے۔ سر مونیر ولیمس لکھتے ہیں کہ شادی کے جائز قرار پانے کے لئے بعض رسوم مثلاً ہوم وغیرہ کا ادا کیا جانا ایک دیسی ریاست میں ضروری تھا جو انگریزی حکومت کی حمایت میں ہونے کے باوجود برطانوی ہند کے

www.taemeernews.com

قانون نکاح سے مستثنیٰ تھی۔ شادی کے بعد فوراً ہی مہاراجہ انگلستان کو روانہ ہوگیا، اور زن وشوہر کے درمیان ازدواجی تعلقات ۲۰ر اکتوبر ۱۸۸۱ء تک شروع نہیں ہوئے جب کہ شادی کی آخری رسمیں ادا کی گئیں[1]

چند روز کے بعد اس شادی کی مخالفت کرنے والوں نے اپنے آئندہ طرز عمل پر غور کرنے کے لئے ایک جلسہ کیا۔ انھوں نے اس امر کی بھی ناکام کوشش کی کہ کیشب چندر سین کو خادم دین کے عہدے سے معزول کردیا جائے۔ نیز سماج کے مندر پر قبضہ کرنے کی کوشش میں بعض نامناسب باتیں ظہور میں آئیں۔ بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک نئی جماعت دستوری اور عالم گیر بنیاد پر قائم کی جائے۔ چنانچہ تمام صوبہ جاتی سماجوں سے مشورہ کیا گیا اور اکثریت کی رائے کے مطابق ۱۵ر مئی ۱۸۷۸ء کو کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

"یہ جلسہ برہم سماج میں کسی دستوری نظام کے نہ ہونے پر نہایت افسوس کا اظہار کرتا ہے، اور ایک دوسری سماج "سادھارن (عام) برہم سماج" کے نام سے قائم کرتا ہے تاکہ وہ سنگین اور گوناگوں برائیاں دور کردی جائیں جو موجودہ صورت حال کا نتیجہ ہیں، اور اُن تمام باتوں میں جو ہندوستان میں خدا پرستی کے مسئلے اور خدا پرستی کے کام پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ عام برہم جماعتوں کی نمائندگی اور ان کا متحد تعاون حاصل کیا جائے"[2]

اس نئی برہم سماج کے پہلے صدر آنند موہن بوس تھے۔ عبادت کے جلسے شروع شروع میں کرایہ کے کمروں میں ہوا کرتے تھے، لیکن جنوری ۱۸۷۹ء میں ایک جدید عبادت

---

[1] "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، ص ۱۳-۵۱۲۔

[2] " " " " ۵۱۶۔

www.taemeernews.com

خانے کی تعمیر شروع کردی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ اس جماعت کی طرف سے ایک اخبار "برہم پبلک اوپی نین" (BRAHMA PUBLIC OPINION) اور ایک پندرہ روزہ رسالہ "تتوا کمودی" یعنی "سچائی کی چاندنی" جاری کیا گیا۔

مسٹر عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں:۔

> ۱۸۷۵ء کی مذہبی پھوٹ سے سادھارن برہمو سماج پیدا ہوئی جس کی عام جماعت نے مغرب کے آزاد کلیساؤں کے اصول پر کام کرنا شروع کردیا۔ کیشب نے اس وقت (جنوری ۱۸۸۱ء میں) واضح طور پر اپنے جدید مذہبی عقیدے (نوادیدھن) کا اعلان کیا اور دعویٰ کیا کہ اُن کو خود وحی آتی ہے اور وہ اپنے مذہب کے نبی ہیں۔ جنوری ۱۸۸۴ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت برہمو سماج کے جھنڈے کے نیچے تین جماعتیں ہیں:۔ (۱) قدیم جماعت یا آدی سماج، جو گو کم تعداد میں ہے۔ لیکن اپنے آئین میں خاص طبقے کے اراکین کو اختیار دیتی ہے۔ اس جماعت پر ۱۸۷۲ء کے سیول میرج ایکٹ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ شادی کے معاملے میں خود اپنی رسموں کی پابند ہے۔ (۲) مجلس عامہ یا سادھارن جماعت، جو عام عملی یا دنیاوی تنظیم پر مبنی ہے، اور (۳) "جدید عقیدہ" کی جماعت جس میں مذہبی اسرار اور طریقت کو جگہ دی جاتی ہے۔ آخر الذکر جماعت اپنے عقائد کی عالم گیر نوعیت کے متعلق یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہندو رسم و رواج کی پابندی سے آزاد کرلیا ہے۔ لیکن عملی پہلو سے یہ بات مشکل ہے۔ سماج کا زیادہ تر اثر موجودہ زمانے میں بنگال میں پایا جاتا ہے"[1]

---

[1] انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ" ص ۲۶۴۔

www.taemeernews.com

بنگال کے باہر برہمو سماج کی تحریک کو بمبئی اور مدراس کے صوبوں میں زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ بمبئی میں پرارتھنا سماج کے نام سے مغربی ہند کی پہلی خدا پرست انجمن ۱۸۶۷ء میں قائم ہو گئی تھی۔ پرارتھنا سماج کے مشہور لیڈر ایم۔ جی۔ راناڈے (۱۸۴۲ء تا ۱۹۰۱ء) اور ان۔ جی۔ چندا ورکر (۱۸۵۵ء تا ۱۹۲۳ء) تھے۔ ان دونوں کی توجہ زیادہ تر اصلاح معاشرت پر مرکوز رہی۔ اور اس شعبے میں انھوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ پرارتھنا سماج کے مرہٹی مرکز پونا اور بمبئی میں ہیں، اور ایک گجراتی مرکز احمد آباد میں ہے۔ مدراس کی برہم سماج جو ۱۸۷۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ ایک سابق انجمن وید سماج کی ترقی یافتہ شکل تھی رفتہ رفتہ مدراس کی سماج کی اٹھارہ دراوڈی شاخیں صوبے میں اور قائم ہو گئیں۔ لاہور میں سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ کی وصیت کے مطابق ۱۹۱۰ء میں دیال سنگھ کالج کی بنیاد پنجاب میں برہمو سماج کے اصول

ہور ۱۸۸۳ء ص ۲۷۔ ذیل کے اقتباس میں "لو" سے سائل اور

ادہے۔

جناب، برہمو مذہب کیا چیز ہے؟

نیو امپریل پریس، لا

"ب" سے مجیب مرا

"لو۔ کیوں

www.taemeernews.com

چال میں پرمیشر یا خدا کہتے ہیں، اور دھرم اُس فطرت الٰہی یعنی الوہیت یا دیو بھاؤ سے مراد ہے جس کا تخم ہر ایک انسانی روح میں خالق نے بو رکھا ہے۔ پس سنسکرت زبان کی ترکیب کے موافق بدھ دھرم پیشہ کے قائم یا ظاہر کئے ہوئے دھرم کو کہتے ہیں، اور یہ دھرم جن اصولوں پر مبنی ہے وہ اس کے عقائد کہلاتے ہیں۔

ا۔ کیا دھرم کوئی فطری چیز ہے اور اس کو پرمیشر نے انسان کی سرشت میں قائم کر دیا ہے؟

ب۔ بیشک دھرم فطری چیز ہے اور اس کا بیج خالق نے ہی انسان کی سرشت میں بو دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے پہچاننے کا مادہ اور اس کی ترقی کی خواہش بھی انسان میں طبعی ہے۔

ا۔ یہ کیونکر معلوم ہو؟

ب۔ انسان کی فطرت پر نگاہ ڈالنے سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ آپ کس طور سے جانتے ہیں کہ انسان میں کھانے پینے کی خواہش طبعی ہے کیونکہ علاوہ بھوک کی خواہش محسوس کرنے کے آپ یہ بھی صاف دیکھتے ہیں کہ وہ اس خواہش کے پورا ہونے کی غرض سے ہزاروں قسم کی کھانے کی چیزوں کے پیدا کرنے اور بہم پہنچانے میں مصروف دیکھا جاتا ہے۔ دھرم کی خواہش کی بھی اسی طور پر تصدیق کر سکتے ہو۔ دیکھو گے کہ انسان کی تاریخ میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں انسان نے دھرم کی بھوک اور پیاس کا اظہار نہ کیا ہو۔ صرف معمولی اظہار ہی نہیں، بلکہ اس کے حصول کے لئے اس نے وہ کچھ کیا ہے کہ جو کسی دنیوی چیز کے لئے نہیں کیا۔ بستی چھوڑ جنگل میں یہ گیا ہے۔ بادشاہت چھوڑ فقیر یہ ہوا ہے۔ پاک دامن

www.taemeernews.com

نیک، وفادار اور حسین بیوی اور لخت جگر بچوں کی نہایت زوردار محبت اور موہ سے ایک لخت کنارہ اس نے کیا ہے۔ دنیا کے ہزاروں لذایذ اور جسمی آرام اور آسایش کے سامانوں سے مُنھ اس نے موڑا ہے۔ دن کو دن اور رات کو رات اس نے نہیں سمجھا گرمیوں کی جلتی ہوئی دھوپ میں اپنے چاروں طرف آگ کی دھونی جلا کر یہ بیٹھا ہے۔ سخت سے سخت سردی اور پانی کے دنوں میں دریا کے برفانی پانی میں برسوں یہ کھڑا رہا ہے سیکڑوں اقسام کے لذیذ کھانوں کو چھوڑ جنگلی درختوں کے پھل پھول پر اس نے گزران کی ہے۔ بیش قیمت پوشاک اور لباس چھوڑ بھگوئے بستر اس نے پہنے ہیں بھبھوت مل ہاتھ اس نے سُکھائے ہیں۔ کان پھڑ دلائے اور زبانیں کاٹی ہیں، اور برف میں جسم کو اس نے گلایا ہے۔ پیڑ کے تلے اور پہاڑ کی کھوہ میں سمادھی لگا کر دھیان اور تصور میں عمر اس نے کاٹی ہے۔ غرض کہ یہ کُل باتیں یوں ہی عمل میں نہیں آئیں، بلکہ یہ سب اسی طبعی خواہش کے جوش میں آنے کا نتیجہ ہے کہ جس کا بیج اس کی سرشت میں موجود ہے۔" (ص ۷-۸)

"براھم دھرم کے بنیادی اصول"، مصنف کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں :-

"اول۔ ایک بے ہمتا خدا تمام کائنات کا خالق اور قائم رکھنے والا ہے۔ وہ علیم، راحت کُل (آنندے)، عادل، پاک، اور رحیم ہے۔ وہی تمام خوبیوں کا لاانتہا چشمہ ہے۔ اس کے سوا کوئی شے اپنی خوبی میں کامل نہیں۔

دوم۔ روح انسانی غیر فانی ہے۔

سوم۔ روح انسانی ایک بے ہمتا خدا کی سچی پرستش یعنی روحانی جوگ اور اس کے پسندیدہ عمل سے پاپ سے مُکتی اور دھرم جیون حاصل کر سکتی ہے" (ص ۲۳)

www.taemeernews.com

(۲) کتاب طریقت عبادت مجلسی براہم سماج :۔ شائع کردہ اودھ براہم سماج پریس نول کشور، لکھنؤ ۱۸۷۶ء۔ ص ۲۳۔

اس کتاب میں برہمو سماج کی مجلسی عبادت کا طریقہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو:۔

"طریقت عبادت مجلسی براہم سماج

شروع عبادت کا ایک سماع کے ساتھ ہوگا۔

تنبیہ

"جو ہمارا خالق درب دنجات دہندہ ہے اس کی عبادت کے لئے ہم اس جگہ جمع ہوئے۔ بھائیو تفکر دہوس دنیوی کو چھوڑ دو۔ دلوں کو سکون کردو، اور نجات کے واسطے کمال راغب ہوکر اس کے تحت کے روبرو ہو۔ یہ عبادت خانہ اُس کے جلوۂ کمال وجلال سے بھرا ہوا ہے اعتقاد ومحبت کی آنکھوں سے اُس کو دیکھو۔ اس لاانتہا حق وحسین ومحسن پروردگار کے چاروں جوانب بیٹھ کر ہم سب عاجزی کے ساتھ اس کی پرستش کریں واس کا مراقبہ کریں اور نجات کے واسطے اس سے دعائیں مانگیں۔ خدائے رحیم ہمارے دلوں کو آمادہ کرے۔

سماع

حمد

اللہ حقٌ وعلیمٌ ولامحدودٌ وواحدٌ ورحیمٌ ومقدسٌ ومنعمٌ

الٰہی تُو حق ہے۔ سب جگہ تیری موجودی محیط ومجید ہے۔ تو ساری کائنات

www.taemeernews.com

کی پناہ، تو سارے موالید ثلاثہ کا اصل ہے۔ تجھ سے ہم زندہ و قائم ہیں۔
تیرے بغیر سب کچھ باطل و بے اصل الٰہی تو ہماری جانوں کی جان ہے۔
تو علیم ہے۔ تیرے علم بے پایاں سے آسمان و زمین نے جلوہ پایا ہے۔
چاروں طرف تیری کیسی عجیب حکمتیں و کیسے عجیب قوانین ہیں۔ تیری بیشمار
چشم دانش ہم پر قائم ہے اور ہمارے گناہوں، درونی و بیرونی کو دیکھ
رہی ہے۔ تیری نظر نور سے ہم کچھ پوشیدہ نہیں رکھ سکتے ہیں۔ تو ہمہ بیں،
تو شاہد دروں، تو سب کا شاہد ہے ..... "

(۳) کلمات الدین :۔ شائع کردہ اودھ براہم سماج۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۷۷ء
ص ۲۰۔

اس مختصر کتاب میں بعض بنگالی رسالوں کے مضامین اردو میں پیش کئے گئے ہیں۔
پہلا باب "کلمات اسرار" پر ہے جس کا ایک ٹکڑا نمونتہ" یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"کیوں میرا دل مدام خوش نہیں رہتا ہے۔ غیب سے حق تعالیٰ نے جواب
دیا۔ میرے پاس بار بار نہ آنے سے ایسی خرابی ضرور ہوگی۔ میں نے چند
مرتبے کہا کہ گاہ بگاہ خلوت میں میرے نزدیک بیٹھا کر۔ جو کہنے کے ہیں
سو اس وقت میں کہوں گا و تجھکو چنگا کروں گا تو فقط ایک عبادت
کے وقت میرے پاس آتا ہے۔ دن بھر مجھ سے غافل رہتا ہے ... ۔" (ص ۲)

(۴) روحانی زندگی :۔ حصہ اول۔ مصنفہ سیتانند اگنی ہوتری۔ براہمو پبلک پریس
لاہور، ۱۸۸۵ء۔ ص ۲۸۰۔

(۵) روحانی زندگی :۔ حصہ دوم۔ مصنفہ سیتانند اگنی ہوتری۔ براہمو پبلک پریس
لاہور۔ ۱۸۸۶ء۔ ص ۱۵۲۔

اس کتاب کے دونوں حصے مصنف کے مذہبی اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہیں دوسرے

www.taemeernews.com

حصے کے دیباچے میں مضامین کے ماخذ کے متعلق لکھتے ہیں :-

" مثل پہلے حصے کے اس حصے میں بھی جس قدر اُپدیش درج ہیں وہ میرے فکر یا سوچ بچار کا نتیجہ نہیں ہیں ، بلکہ اُن روحانی نظاروں کا عکس ہیں کہ جو میں نے اپنی سینکچوائری (دیوتراے) میں عبادت کے وقت اپنے دل کے اندر دیکھے ہیں، اور جن کو دیکھ کر میں نے انھیں الفاظ کے لباس میں ملبوس کر دیا ہے تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں اور میرے دل سے نکل کر اوروں کے دل تک بھی پہونچ سکیں۔"

کتاب کی عبارت نہایت صاف اور سلیس ہے۔ پہلے حصے کے ایک مضمون میں نیکی اور بدی کا اصول اس طرح بیان کرتے ہیں :-

" دنیا کے لوگ نیکی اور بدی کا جو پیمانہ رکھتے ہیں وہ اور ہے، اور بھگت لوگ جو پیمانہ رکھتے ہیں وہ اور ہے۔ دنیا پرست لوگ نیک اور بد کاموں میں جس قسم کی تمیز رکھتے ہیں وہ بھگت لوگوں کی تمیز سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ دنیا دار جن کاموں کو کرتے ہیں وہ خواہ نیک سمجھے جائیں یا بد سمجھے جائیں۔ اُن کا خیال اس بات پر نہیں ہوتا ہے، بلکہ ہر کام کے کرنے میں، ہر بات کے بولنے میں ان کا مقصد صرف اسی قدر رہتا ہے کہ اس سے ان کی نفسانی خواہش پوری ہوگی یا نہیں۔ نفسانی خواہش کو مدنظر رکھنا، جسمانی آرام، دولت اور عزت وغیرہ کو مقصود رکھنا، اور پھر ان کے حصول کے لئے حسب موقع زبان کھولنا یا عمل کرنا، وہ اپنی زندگی کی علت غائی سمجھتے ہیں۔ یا ایک لفظ میں، خودی اور نفسانیت کو پورا کرنا ان کا اصل مطلب ہوتا ہے، اور اسی مطلب کو بر لانے کے لئے وہ اپنی کل حرکات کو وسیلہ بناتے ہیں۔

www.taemeernews.com

..... پس ان لوگوں کے افعال گو بظاہر نیکی اور بدی سے معمور ہوتے ہیں، لیکن بالمعنی وہ کل نفس کی خدمت کے لئے ہوتے ہیں ان افعال میں وہ افعال بھی جو بظاہر نیک کہلاتے ہیں. اپنی تاثیر کے لحاظ سے ان کی روحوں کو کچھ خدا کے نزدیک نہیں لے جاتے، بلکہ اُلٹا نفس کی قرابت میں مدد کرتے ہیں۔ دنیا داروں یا نفس پرستوں کے نیک افعال بھی کچھ پاکیزگی یا مکتی کے حصول میں مددگار نہیں ہوتے بلکہ روحانی بندھنوں کو ہی زیادہ مضبوط کرتے ہیں۔ اس لئے بھگتوں کے نزدیک سچے خدا پرستوں کے نزدیک، ان کی نیکی نیکی نہیں، نہ ان کی نیکی بدی کا پیمانہ اصل پیمانہ ہے۔ بھگتوں کے نزدیک ہر ایک فکر، ہر ایک عمل وہیں تک نیک اور پاک ہے، وہیں تک بد نہیں، جہاں تک اس کے ذریعے پرماتما کی مرضی پوری ہوتی ہے اور پرماتما کی بزرگی قائم ہوتی ہے۔ بھگت اس فکر، کلام اور عمل کو مکتی کا موجب نہیں جانتا جو پرماتما کے لئے نہ ہو بلکہ نفس کے لئے ہو اور جس سے روح بجائے پرماتما کی طرف جانے کے نفس کی ہی طرف کھسکتی ہو۔ وہ دنیوی مصلحت یا موقع دیکھ کر کسی اپنے کام کو نفسانی اغراض کا ذریعہ نہیں سمجھتا، بلکہ ہر موقع اور ہر حالت میں خدا کی مرضی کو پورا کرنا، سچے انصاف، بے ریائی، اور پریم و محبت کو قائم کرنا، ان کے قائم رکھنے میں پرماتما کا وفادار رہنا، اور ہر ایک بات اور کام کو انھیں کی خوشی اور رضا کے لئے پورا کرنا، اس کی زندگی کا مقصود ہوتا ہے۔ ..... ۔" (ص ۱۵۱-۱۴۸)

(۶) دھرم جیون :- حصہ اول و دوم۔ سرورق غائب، اس لئے مصنف اور مطبع کا

www.taemeernews.com

نام معلوم نہ ہوسکا۔ نسخہ بظاہر قدیم معلوم ہوتا ہے۔ ص ۳۳۔

اس کتاب میں مختلف مذہبی اور اخلاقی موضوعوں پر اٹھائیس چھوٹے مضامین ہیں۔

(۷) مرأۃ الدین، حصہ دوم۔ مطبوعہ پنجابی پریس، لاہور۔ ۱۸۸۴ء۔ ص ۵۰۔

یہ کتاب بھی سیتا نند اگنی ہوتری کے چند مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس حصے میں حسب ذیل مضامین شامل ہیں:۔ بھگتی کیا چیز ہے۔ گیان اور بھگتی۔ گناہ اور اُس سے مکتی۔ روحانی پوجا۔ ابدی زندگی اور اس کے ساتھ روحانی ترقی کا لا انتہا سلسلہ۔

(۸) ہندو دھرم کی پرتشٹھتا (فضیلت)۔ از بابو راج نرائن بوس۔ صدر آدی برہمو سماج، کلکتہ۔ مترجمہ بابو بیجناتھ۔ مطبع دیا درپن، میرٹھ۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ ص ۴۳۔

یہ وہ خطبہ ہے جو بابو راج نرائن بوس نے کلکتہ کی نیشنل سوسائٹی میں پڑھا تھا۔ اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ شاستروں سے بت پرستی کا جواز ثابت نہیں ہوتا بتوں کی پوجا محض جہلا اور عوام میں رائج ہے۔ جو لوگ مذہب کا صحیح علم رکھتے ہیں وہ اس سے بری ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے بعض اور غلط فہمیوں کو جو ہندو دھرم سے متعلق پھیلی ہوئی ہیں۔ دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ چند اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

"ہندو دھرم کی پرتشٹھتا یعنی فضیلت ثابت کرنے سے پہلے یہ بتلانا ضرور ہے کہ ہندو دھرم کیا چیز ہے۔ شاستروں کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ برہم گیان اور برہم سیوا ہی ہندوؤں کا پرم دھرم ہے، اور جملہ شاستروں میں اسی کی ہدایت ہے، اور بغیر اس کے موکش (نجات) نہیں ہوسکتی۔ برہم سب شاستروں کی جڑ ہے۔ گیانی لوگ برہم کو گیان کی آنکھ سے دیکھتے اور دھیان اور سمادھی سے اس کو پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں..... شرتی سمرتی، یعنی وید اور دھرم شاستر منو وغیرہ میں بھی برہم گیان ہی کا چرچا ہے، اور پورانوں اور شاستروں کا بھی یہی معقولہ ہے کہ بلا برہم گیان کے

www.taemeernews.com

موکش نہیں ہو سکتی۔

جتنے دیوی دیوتا ان شاستروں میں مانے گئے ہیں وہ پرمیشور کی ظاہری سامرتھ ہیں۔ مثلاً پرمیشور کی پیدا کرنے والی شکتی کا نام برھما، اور پالن کرنے والی شکتی کا نام بشنو، اور ناش کرنے والی شکتی کا نام مہیش ہے جیسا کہ شریمد بھاگوت میں لکھا ہے (سنسکرت عبارت .....) پیدا کرنے، پالن کرنے، ناش کرنے، کی مختلف سامرتھوں کے سبب سے پرمیشور کے مختلف نام ہیں۔ شاستروں سے پایا جاتا ہے کہ بڑے بڑے دیوتا بھی پرمیشور کا دھیان کیا کرتے تھے ..... پس ظاہر ہے کہ پرمیشور کی پوجا ہی اس دھرم کی بنا ہے اور اس کا ماننا ہی ہندو دھرم ہے۔" (ص ۳)

"شاستروں میں بت پرستی کی تمامتر برائی لکھی ہے، چنانچہ اس بارے میں چند شلوک لکھے جاتے ہیں۔

"سوگیہ پرمیشور کی جس کا کوئی ثانی یا شریر یا نام نہیں ہے۔ واسطے فائدہ لیوکوں کے مختلف قسم کی خیالی صورتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ ایسی خیالی صورتوں کو منسوب کرنے سے مرد اور عورت کی صورتوں کا خیال پیدا ہوتا ہے۔"

"پرمیشور ایسی خاصیتوں سے کہ جیسے نام اور صورت مبرا ہے، اور نہ وہ پیدا ہوتا ہے اور نہ اس پر زمانے کا اثر ہوتا ہے، نہ وہ بدلتا ہے صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ پرمیشور موجود ہے۔"

"عام آدمی جل یعنی پانی کو، اور اُن سے زیادہ تر عقلمند ستاروں وغیرہ کو اور محض جاہل لکڑی اور پتھر کی مورتوں کو پرمیشور مانتے ہیں۔ مگر پرم بھگت لوگ اپنے ہی میں پرمیشور کو سمجھتے ہیں۔"

www.taemeernews.com

"جو لوگ پرمیشور کو جانتے ہیں ان کو ہوم کرنے یا مورتی پوجن کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جب ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو پنکھے کی کیا ضرورت ہے۔" (ص ۱۱)

"عیسائیوں کو اس مسئلے پر کہ اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرو جیسا تم اُن سے اپنی نسبت کرانا چاہتے ہو، بڑا ناز ہے، اور لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایسے عالی خیالات ہندو دھرم میں نہیں ہیں۔ مگر یہ خیال غلط ہے:۔ "سب دھرموں کا سار یہ ہے اور اس کو سُن کر خیال رکھو کہ تم کو اوروں کے ساتھ وہ کام جو تم کو خود بُرا معلوم ہو نہیں کرنا چاہئے۔" مہابھارت میں لکھا ہے: "سمّا کھا وہی ہے جو اپنے موافق اوروں کو دیکھتا ہے۔" "جو شخص تمام سرشٹی کو اپنے موافق سُکھ اور دکھ کے معاملے میں سمجھتا ہے وہی یوگی ہے۔" (ص ۲۱)

(۹) دھرم رکشا سٹیک:۔ مصنفہ بابو نوین چندر رائے۔ مطبوعہ آگرہ پریس، آگرہ، ۱۸۷۷ء ص ۲۶۴۔

یہ کتاب برہمو سماج کے اصولوں کی توضیح اور بت پرستی کی مخالفت کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ویدوں اور مختلف شاستروں کی عبارتیں اردو ترجمے کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ بعض مضامین حسب ذیل ہیں:۔

بت پرستی جاہلوں کی پوجا ہے۔ بت پرست لوگوں کی نجات نہیں ہوتی۔ بت پرستی اور مخلوق پرستی کی ویدوں اور شاستروں میں سخت ممانعت ہے۔ روحانی تیرتھ کے بغیر نجات حاصل نہیں ہوتی۔ بیرونی تیرتھوں میں گھومنا جاہلوں کا کام ہے۔ ذات کی تفریق اعمال یا پیشوں کی تفریق کے سبب سے ہے، اصلی نہیں۔ برہمن شودر ہو سکتا ہے اور شودر اپنے اعمال سے برہمن بن سکتا ہے۔ بلچھ لوگ اگر پرمیشور کے بھگت ہوں تو وہ بھی پاک ہیں۔ عقل کے خلاف برہما کا قول بھی قبول نہ کرنا چاہئے۔ وید اور پوران غلطی سے مبرا نہیں ہیں۔ ویدوں

www.taemeernews.com

میں ایسی شُدھرتیاں بہت ہیں جو باہم مختلف ہیں۔ دھرم شاستروں میں بھی ایسے اقوال بہت ہیں جن میں باہم اختلاف ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) میری زندگی کا مشن۔ مطبوعہ نیو امپریل، پریس، لاہور ۱۸۸۴ء۔ ص ۳۲۔

یہ وہ لکچر ہے جو پنڈت ستیانند اگنی ہوتری نے ۱۵ جنوری ۱۸۸۳ء کو برہم مندر لاہور میں دیا تھا اور جس میں انھوں نے برہمو سماج کے مقاصد کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینے کا اعلان کیا تھا۔

(۱۱) دھرم پرکاش:۔ از شیونرائن اگنی ہوتری۔ مطبوعہ گیان پریس، سیالکوٹ ۱۸۸۶ء۔ ص ۴۴۸۔

اس کتاب میں پنڈت شیونرائن نے روحانی اسرار کے متعلق اپنے خیالات بیان کئے ہیں۔

(۱۲) برہم پرکاش یا شعاع الحق:۔ مصنفہ منشی دیوان چند۔ مطبوعہ گیان پریس گوجرانوالہ۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۸۰۔

اس میں برہمو سماج کے اصول کی تشریح ہے۔

(۱۳) دنیا کا ایک عالمگیر اور روحانی مذہب:۔ مطبع کا نام پڑھا نہ جا سکا۔ ۱۸۸۶ء ص ۶۶

یہ اس لکچر کا خلاصہ ہے جو ستیانند اگنی ہوتری نے برہم مندر، لاہور میں دیا تھا۔

www.taemeernews.com

(۳) آریہ سماج

برہمو سماج کے بعد ہندو مذہب کا سب سے اہم اصلاحی فرقہ آریہ سماج ہے۔ اس کے بانی سوامی دیانند سرسوتی ۱۸۲۴ء میں کاٹھیاوار کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اپنی زندگی میں انھوں نے اپنے نام اور مقام پیدائش کو مخفی رکھا۔ ۱۸۸۳ء میں ان کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا اصلی نام مول شنکر تھا اور وہ ایک برہمن امبا شنکر کے بیٹے تھے جو شیو جی کے پجاریوں میں تھے اور ساہوکاری کا پیشہ کرتے تھے۔ سوامی دیانند کی زندگی تقریباً تین برابر حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ ۱۸۲۴ء سے ۱۸۴۵ء تک وہ گھر پر مقیم رہے اس کے بعد ۱۸۴۵ء سے ۱۸۶۳ء تک انھوں نے اپنا وقت سیر و سیاحت اور حصول تعلیم میں صرف کیا۔ ۱۸۶۳ء سے ۱۸۸۳ء تک کا زمانہ اُن کی تبلیغی سرگرمیوں کا دور ہے۔

چودہ سال کی عمر میں ہی مول شنکر بت پرستی سے بیزار ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک رات جب وہ شیو جی کے مندر میں پوجا کرنے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ چوہے بت پر دوڑ رہے ہیں۔ اپنے معبود کی اس بے بسی کا ان کے دل پر اتنا اثر پڑا کہ انھوں نے بت پرستی چھوڑ دینے کا عزم کر لیا۔ گھر پر قیام کے زمانے میں دوسرا واقعہ جس نے ان کو بہت زیادہ متاثر کیا ان کی بہن کی موت کا سانحہ تھا۔ بہن سے ان کو بڑی محبت تھی۔ اس کی موت نے دنیا کی بے ثباتی کا نقش دل پر بٹھا دیا اور انھوں نے دنیا سے

www.taemeernews.com

منھ موڑ کر مکتی کی تلاش میں نکل جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس ارادے کو اس وجہ سے اور بھی تقویت ہوئی کہ ان کے والدین اب ان کی شادی کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ ازدواج کی زنجیروں میں جکڑے جانے سے پہلے ہی اکیس سال کی عمر میں وہ گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

گھر سے نکلنے کے بعد ایک سنیاسی کی حیثیت سے تقریباً اٹھارہ سال انھوں نے متعدد مقامات کی سیاحت اور مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے میں گزار دئے جب سے پہلے وہ ویدانتی عقائد کے قائل ہوئے، اور ایک عرصے تک انفرادی روح اور روح اعلیٰ کو ایک سمجھتے رہے۔ اسی زمانے میں وہ برہم چاری سلسلے میں داخل ہوئے اور انھیں ایک نیا نام سدھا چیتنیا دیا گیا۔ اس کے بعد وہ سنیاسیوں کے چوتھے طبقے میں داخل کئے گئے اور ان کو وہ لقب عطا ہوا جس سے وہ بعد کو مشہور ہوئے، یعنی دیانند سرسوتی۔ لیکن اس لقب کے علاوہ اور تمام چیزیں جو ان کو اپنے ویدانتی اساتذہ سے ملی تھیں انھوں نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ترک کر دیں، اور ویدانت کے مذہب سے الگ ہو کر یوگ کا مسلک اختیار کر لیا۔ ان کی زندگی پر سب سے زیادہ مذہبی اثر متھرا کے نابینا فاضل وید سوامی درجانند کی تعلیم کا پڑا۔ درجانند جدید سنسکرت ادب کے سخت مخالف تھے، انھوں نے دیانند کو اس شرط پر تعلیم دینا منظور کیا تھا کہ وہ جدید سنسکرت ادب کی اپنی تمام کتابیں پھینک دیں گے۔ دیانند نے یہ شرط منظور کر لی اور نابینا سوامی نے انھیں وید کی تعلیم دے کر ان الفاظ کے ساتھ رخصت کیا: "میں چاہتا ہوں کہ تم دنیا میں جا کر انسانوں میں روشنی پھیلاؤ۔" اس طرح سوامی دیانند کی زندگی کا دوسرا دور ختم ہوا۔

اپنی زندگی کے آخری بیس سال (۱۸۶۳ء تا ۱۸۸۳ء) میں سوامی دیانند تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ وہ ہندوستان کے طول و عرض میں گھوم گھوم کر ویدک تعلیمات کی اشاعت کرتے تھے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے پنڈتوں، مولویوں اور

www.taemeernews.com

عیسائی مشنریوں سے بھی مناظرے کئے اور کتابیں لکھیں۔ تبلیغی سیاحت کے ابتدائی چار سال کے بعد وہ "مزید غور و فکر اور تہذیب اخلاق" کے لئے دریائے گنگا کے کنارے جاکر مقیم ہو گئے۔ قریب ڈھائی سال وہاں قیام کرنے کے بعد وہ پھر مذہبی مباحثے کے لئے نکلے۔ بت پرستی کے بڑے بڑے مرکزوں میں جاکر وہ ہمیشہ یہ سوال کرتے "کیا ویدوں میں مورتی پوجا ملتی ہے؟" اور بت پرستی کے خلاف نہایت پرجوش تقریریں کرتے اور اپنے مخالفین کو شکست دیتے۔

۱۰ اپریل ۱۸۷۵ء کو سوامی دیانند نے بمبئی میں آریہ سماج کی بنیاد رکھی ۱۸۷۷ء میں دربار کے موقع پر وہ دہلی گئے اور وہاں پنجاب کے بعض اصحاب سے ان کی ملاقات ہوئی جنھوں نے اپنے صوبے میں آنے کی انکو دعوت دی۔ چنانچہ اس تقریب سے وہ پنجاب گئے۔ جہاں بعد میں ان کی سماج کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔

اپنی تبلیغی سیاحت کے دوران میں سوامی دیانند اس عہد کے مختلف مصلحین مذہب سے ملے، مثلاً برہمو سماج کے نمائندے دیوندر ناتھ ٹگور اور کیشب چندر سین، تھیوسوفیکل سوسائٹی کی روح رواں مدام بلاواٹسکی اور کرنل اسکاٹ، پرارتھنا سماج کے لیڈر بھولا ناتھ سارا بھائی، مسلمانوں کے مصلح سید احمد خاں، اور عیسائیوں کے مبلغ ڈاکٹر ٹی۔ جے اسکاٹ اور ریورنڈ جے گرے سے انھوں نے ملاقات کی۔ پرارتھنا سماج اور برہمو سماج دونوں کے لیڈروں سے مل کر انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ ایک متحدہ جماعت "آریہ سماج" کے نام سے قائم کی جائے۔ لیکن بجز تھیوسوفیکل سوسائٹی کے اور کسی جماعت کے ساتھ عارضی اتحاد بھی عمل میں نہ آسکا۔ ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۱ء تک آریہ سماج اور تھیوسوفیکل سوسائٹی مل کر کام کرتی ہیں۔ لیکن یہ اشتراک عمل زیادہ دنوں تک قائم نہ رہا، اور خدا کی شخصیت کے مسئلے پر دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئیں۔

www.taemeernews.com

۱۸۸۲ء میں سوامی دیانند راجپوتانہ گئے اور وہاں کے راجاؤں کے دوست اور مشیر بن گئے۔ ان کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ انھوں نے مہاراجہ جودھپور کو اس بات پر سرزنش کی کہ وہ ایک طوائف کے زیر اثر تھے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد سوامی دیانند بیمار پڑے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انھیں کھانے میں زہر دیا گیا تھا جو آہستہ آہستہ اپنا کام کر رہا تھا۔ بہرحال ان کی بیماری مہلک ثابت ہوئی، اور ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو انسٹھ سال کی عمر میں اُن کا انتقال اجمیر میں ہوگیا۔[1]

عقائد اور اصول

آریہ سماج کے عقائد کی تصریح مندرجہ ذیل دفعات میں کی گئی ہے جو ستیارتھ پرکاش کے "مستند اردو ترجمہ" کے شروع میں "آریہ سماج کے نیم (اصول)" کے زیر عنوان درج ہیں۔ قوسین کے الفاظ خود مترجم کے ہیں:

"۱۔ سب ست ودیا (حقیقی علوم) اور ست ودیا سے جو پدارتھ (اشیاء) جانے جاتے ہیں ان سب کا مول (علت اولیٰ) پرمیشور ہے۔

۲۔ ایشور سچدانند سروپ (عین الحق علیم سرور)، نراکار (غیر محدود)، شرو شکیتمان (قادر مطلق)، نیائے کاری (عادل)، دیالو (رحیم)، اجنما (بری از تولید)، اننت (لاانتہا)، نروکار (بے عیب)، انادی (ازلی)، انوپم (بے شکل)، سرو آدھار (سب کا سہارا)، سروایشور (رب الارباب)، سروویاپک (حاضر و ناظر)، سروانتریامی (سب کا رازداں)، اجر (لازوال)، امر (غیر فانی)، ابھے (بے خوف)، اینتہ (ابدی)، پوتر (پاک)، اور سرشٹی کرتا (خالق) ہے۔ اُسی کی اُپاسنا کرنی یوگیہ (واجب) ہے۔

۳۔ وید سب ست ودیاؤں کا پستک (کتاب) ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس۔ جلد دوم۔ ۱۹۰۹ء ص ۵۷-۵۸۔

www.taemeernews.com

سُننا سُنانا، سب آریوں کا پرم دھرم ہے۔

۴۔ ستیہ (راستی) کے گرہن (قبول) کرنے اور اسیتہ (ناراستی) کے چھوڑنے میں سردا (ہمیشہ) اُدیت (مستعد) رہنا چاہیئے۔

۵۔ سب کام دھرم انوسار (دھرم کے مطابق) ارتھات (یعنی) ستیہ اور اسیتہ کو وچار کر کرنے چاہئیں۔

۶۔ سنسکار (عالم) کا اُپکار (بھلا) کرنا اس سماج کا مکھیہ (خاص) اُدیش (منشا) ہے۔ ارتھات (یعنی) شاریرک (جسمانی)، آتمک (روحانی) اور ساماجک (مجلسی)، اُنّتی (ترقی) کرنا۔

۷۔ سب سے پریتی پورک (محبت سے) دھرم انوسار یتھا یوگیہ (مناسب) برتنا چاہیئے۔

۸۔ اودیا (جہالت) کا ناش (دور) اور ودیا (علم) کی ورد ھی (ترقی) کرنی چاہیئے۔

۹۔ پرتیک (ہر ایک) کو اپنی ہی اُنّتی سے سنتشٹ (قانع) نہ رہنا چاہیئے، کنتو (بلکہ) سب کی اُنّتی میں اپنی اُنّتی سمجھنی چاہیئے۔

۱۰۔ سب منشیوں (آدمیوں) کو ساماجک سرو تہکاری (فوائد عامہ کے متعلق) نیم (اصول) پالنے میں پرتنتر (ماتحت) رہنا چاہیئے، اور پرتیک (اپنی ذات کے متعلق) تہکاری نیم میں سب سوتنتر (خود مختار) رہیں۔"[1]

مندرجہ بالا دس اصولوں میں سے پہلے تین خدا کی ذات وصفات اور ویدوں سے متعلق ہیں۔ باقی سات اخلاقی ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ آریہ سماج

---

[1] "ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ"، شائع کردہ آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۷ء (ص ۲)

www.taemeernews.com

کی دینیات سانکھیہ یوگ کا مذہبی فلسفہ ہے۔ سانکھیہ کا بنیادی اصول پراکرتی اور پرس یعنی مادہ اور روح کی ثنویت ہے۔ یوگ یا خدا پرستارانہ سانکھیہ غیر خدا پرستارانہ سانکھیہ کی تسلیم کردہ لاتعداد ارواح میں سے ایک کو لیکر اُسے روح اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ اس طرح ایک قسم کی تثلیث قائم ہوجاتی ہے۔ جو خدا، روح (یا ارواح) اور مادّے پر مشتمل ہوتی ہے، اور اس تثلیث کی ہر فرد اپنا مستقل وجود رکھتی ہے۔ خدا کا وجود دائمی ہے۔ اسی طرح ہر روح اور مادہ بھی اپنا دائمی وجود رکھتا ہے۔

"آریہ سماج کے نقطہ نظر سے نجات کا سب سے بڑا ذریعہ انسان کی ذاتی کوشش ہے، اور اس کے لئے آواگون کا عقیدہ کافی وسیع میدان فراہم کرتا ہے۔ گناہ کسی صورت میں معاف نہیں ہوتے۔ کرم کا قانون اٹل ہے۔ ارادے کی آزادی کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ:-

"اگر ہماری تخلیق کسی اور کے ہاتھوں سے ہوئی ہے تو اس صورت میں ہم کسی فعل کا ارادہ کرنے کے لئے آزاد نہیں ہیں ..... آزاد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم وہی فعل کرتے رہیں جو ہمارے نزدیک بہتر ہو یا ہمارے افعال کی راہ ہمارے پچھلے کرموں سے متعین ہوئی ہو، اور اس طرح خدا کے دائمی قوانین کے مطابق اپنے اچھے یا بُرے کاموں کا پھل پاتے رہیں اور انھیں قوانین کے مطابق گویا اپنے ہاتھوں سے اپنی آئندہ قسمت کی تشکیل کرتے رہیں۔" (آریہ پتر کا۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۰۱ء)

مقالہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ آریہ سماج میں خدا کی ہستی محض ایک دستوری فرمانروا کی حیثیت رکھتی ہے جو آواگون اور کرم کی اٹل کارروائیوں کی صدارت کرتی ہے، اور اس کے اختیارات روح اور مادے کے مستقل وجود سے محدود رہتے ہیں۔ اس طرح مطلقیت خدا کے لئے بھی تسلیم نہیں کی جاتی۔ اس فرقے کے نظام دینیات میں سائنس اور مذہب کی قدیم نزاع کو دور کرنے کی کوشش پائی جاتی ہے اور

www.taemeernews.com

اس مقصد کے لئے ویدادر صحیفۂ فطرت میں مطابقت دکھائی جاتی ہے۔ معجزات سے انکار کیا جاتا ہے۔[1]

اصلاحی کارنامے سوامی دیانند نے اصلاح مذہب کے سلسلے میں پہلا کام یہ کیا کہ ویدوں کا ہندی ترجمہ شائع کیا چنانچہ ویدبھاش بھومکا ان کے قلم سے وید کی ایک مشہور تفسیر ہے، گو سناتن دھرم کے ہندو اس تفسیر کو صحیح نہیں مانتے۔ آریہ سماج ویدوں کو الہامی اور غلطی سے پاک سمجھتی ہے۔ تناسخ پر بھی یہ کامل اعتقاد رکھتی ہے۔

اصلاح معاشرت میں ہر سماج کی طرح آریہ سماج نے بھی دو چیزوں کے خلاف خاص طور پر زور دیا ہے۔ ایک ذات پات کی تفریق، اور دوسرے بچپن کی شادی۔ اس کے نزدیک ذاتوں کا تفرقہ اعمال واخلاق پر مبنی ہے نہ کہ پیدائش پر۔ ذاتوں کا امتیاز جو ہندو مذہب کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ آریہ سماج نے بالکل مٹا دیا ہے۔ اس نے بچپن کی شادی کو بھی ممنوع قرار دیا ہے، اور لڑکی کے لئے شادی کی عمر کم از کم سولہ سال اور لڑکے کے لئے پچیس سال مقرر کی ہے۔ سماج کا ایک اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے بیوہ عورتوں کو شادی کی اجازت دے دی جو قدیم ہندو مذہب میں کسی صورت میں جائز نہ تھی۔

۱۹۰۲ء میں آریہ سماج کے دو حصے ہو گئے۔ ایک جماعت مغربی علوم وفنون کی حامی بن گئی۔ اس نے لاہور میں ڈی۔ اے۔ وی کالج قائم کیا۔ جہاں انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ ویدک دھرم کی تعلیم بھی نصاب میں شامل کی گئی، اگرچہ زیادہ زور انگریزی ہی تعلیم پر دیا جاتا تھا۔ لاہور کالج کے نمونے پر متعدد مقامات پر کالج اور اسکول قائم کئے گئے۔ دوسری جماعت نے ہردوار میں گنگا کے کنارے گروکل قائم کیا۔ یہاں ہندو بچے آٹھ سال

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس۔ جلد دوم۔ ص ۶۰

www.taemeernews.com

کی عمر میں داخل کئے جاتے ہیں اور پچیس سال کی عمر تک سنسکرت اور ہندی میں تعلیم پاتے ہیں۔ اس درمیان میں وہ اپنے والدین سے علیٰحدہ رہتے ہیں اور برہمچاری کہلاتے ہیں۔ ان برہمچاریوں کا مقصد زندگی یہ قرار دیا گیا ہے کہ گرو کل سے نکلنے کے بعد ملک میں سماج کے اصولوں کی تبلیغ کریں اور نہ صرف ویدک دھرم بلکہ ویدک تہذیب کو بھی جاری کرنے کی کوشش کریں۔ ہردوار کے نمونے پر متھرا اور دہلی میں بھی گرو کل قائم کئے گئے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے گرو کل علیٰحدہ ہیں۔

ویدک دھرم کے پرچار کے سلسلے میں آریہ سماج کا ایک نہایت اہم اصلاح شدھی کا مسئلہ ہے۔ ہندو مذہب کی رو سے دوسرے مذہبوں کے پیرو ہندو نہیں بنائے جا سکتے ہندو پیدائش ہی سے ہندو ہوتا ہے۔ لیکن آریہ سماج نے شدھی کا طریقہ جاری کر کے دوسرے مذہب کے لوگوں کو بھی ہندو بنانے کی کوشش کی۔ یہ گویا عیسائی اور مسلمان مبلغین کی سرگرمیوں کا جواب تھا۔

ستیارتھ پرکاش

آریہ سماج کی سب سے مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش ہے۔ جو سوامی دیانند سرسوتی کی مشہور تصنیف اور سماج کا بنیادی صحیفہ ہے۔ اصل کتاب ہندی میں ہے، لیکن اردو میں بھی اس کے متعدد ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو مجھے دستیاب ہوئے وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) اس کتاب کا سب سے پہلا اردو ترجمہ آریہ پرتی ندھی پنجاب کی طرف سے گورودت بھون، لاہور، نے اگست ۱۸۹۹ء میں شائع کیا تھا۔ اس کا ایک بوسیدہ نسخہ گورودت بھون آریہ سماج لائبریری، لاہور، میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ۸۰۰ صفحات پر چھپا ہے مترجمین کے نام یہ ہیں :۔ ماسٹر آتمارام۔ پنڈت رلیل جی، بابو نہال سنگھ، اور پنڈت چمپتی ایم۔ اے سورق غائب ہونے سے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ کتاب کے آخر میں یہ عبارت درج ہے "یہ ترجمہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۶ء کو شروع ہوا اور ۱۴ ستمبر ۱۸۹۹ء کو ختم ہوا"

www.taemeernews.com

یہی ترجمہ تیسری بار ۱۹۰۸ء میں رفاہ عام پریس، لاہور میں چھپا تھا۔ دیباچۂ مصنف کا ایک اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے کتاب کا موضوع واضح ہو جائے گا:۔

"یہ کتاب چودہ بابوں میں تقسیم کی گئی ہے، جن میں سے دس باب بطور حصہ اول اور چار باب بطور حصہ دوم ہیں۔ لیکن بار اول میں دو آخری باب اور اپنا عقیدہ کسی وجہ سے چھپ نہ سکے تھے۔ اب وہ بھی چھپوا دئے ہیں۔ باب اول میں ایشور کے 'ادم' وغیرہ ناموں کی تشریح ہے۔ باب دوم میں اولاد کی تربیت، باب سوم میں برہمچریہ، درس و تدریس کا دستور العمل۔ اور راست و ناراست کتابوں کے نام اور طریقہ تعلیم۔ باب چوتھے میں بیاہ اور امور خانہ داری۔ باب پانچویں میں بان پرستھ اور سنیاس آشرم کے متعلق ہدایات۔ باب چھٹے میں راج دھرم (فرائض سلطنت) باب ساتویں میں وید اور ایشور کا گیان۔ باب آٹھویں میں جگت کی پیدائش، قیام و فنا۔ باب نویں میں ودیا، اودیا، بندھ اور موکش کی تشریح۔ باب دسویں میں نیک و بد چلن، اور کھانے نہ کھانے کے قابل چیزوں کا ذکر۔ باب گیارہویں میں آریاورت کے مختلف متوں (مذہبی عقیدوں) کی تردید و تائید۔ باب بارہویں میں چارواک، بودھ اور جین مت کا بیان۔ باب تیرہویں میں عیسائی مت کا ذکر۔ باب چودھویں میں مسلمانوں کے مذہب کا بیان۔ اور چودہ بابوں کے بعد محض آریوں کے قدیم عقائد کی تشریح دی گئی ہے جن کو میں بھی جیوں کا تیوں مانتا ہوں۔"

اسی ترجمے کا آٹھواں ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں راجپال، منیجر آریہ پستکالیہ، انارکلی، لاہور نے شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۷۹۶ ہے۔ ایک اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"سوال۔ پرمیشور بے شکل ہے۔ وہ تصور میں نہیں آسکتا۔ اس لئے

www.taemeernews.com

ضرور بُت ہونا چاہئے۔ بھلا جو کچھ بھی نہیں تو بت کے سامنے جا ہاتھ جوڑ پرمیشور کی یاد کرتے اور نام لیتے ہیں۔ اس میں کیا ہرج ہے؟

جواب :۔ چونکہ پرمیشور بے شکل موجود کُل ہے اس لئے اس کا بت بن ہی نہیں سکتا۔ اور اگر بت کے محض دیدار سے پرمیشور کی یاد ہو سکے تو پرمیشور کی بنائی ہوئی زمین، پانی، آگ، ہوا، اور نباتات وغیرہ کئی اشیاء جن میں کہ پرمیشور نے عجیب صفت بھر رکھی ہے، ان سے یاد کیوں نہیں ہوتی کیا ایسی صنعت والی زمین، پہاڑ وغیرہ دیکھنے سے جو کہ پرمیشور کے بنائے ہوئے بڑے بت ہیں اور جن سے کہ انسان کے بنائے ہوئے بت بنتے ہیں۔ پرمیشور کی یاد نہیں ہو سکتی۔ تم جو یہ کہتے ہو کہ بت کے دیکھنے سے پرمیشور کی یاد ہوتی ہے، تو تمہارا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ جب وہ بت سامنے نہ ہوگا تو پرمیشور کی یاد نہ رہنے سے انسان تنہا جگہ دیکھ کر چوری زنا کاری وغیرہ بدفعلی کرنے کی طرف راغب ہو جائے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہاں پر اس وقت مجھے کوئی نہیں دیکھتا۔ اس لئے وہ خرابی کئے بغیر نہیں چوکے گا۔ اس قسم کے کئی عیب پتھر وغیرہ کی پرستش یعنی بت پرستی کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ جو شخص پتھر وغیرہ بتوں کو (خدا) نہ مانتا ہو، ہمیشہ موجود کل، ہمہ داں، عادل پرمیشور کو سب جگہ موجود جانتا اور مانتا ہے۔ وہ ہمیشہ ہر جگہ پرمیشور کو سب کے بُرے بھلے عملوں کا شاہد جانتا ہوا ایک لمحہ بھر کے لئے بھی پرمیشور کو اپنے دل سے دور نہ سمجھ کر بدفعلی کرنا تو درکنار، بلکہ دل میں بُری خواہش تک بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر میں دل، کلام، اور فعل سے کبھی کچھ خراب کام کروں گا تو اس میں ہمہ داں کے انصاف سے بغیر سزا پائے ہوئے ہرگز

www.taemeernews.com

نہ بچوں گا۔ محض نام کے یاد کرنے سے بھی کچھ ثمرہ حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ قند قند کہنے سے منھ میٹھا اور نیم نیم پکارنے سے منھ کڑوا نہیں ہوتا، بلکہ زبان سے چکھنے ہی پر میٹھا یا کڑوا پن جانا جاتا ہے۔" (ص ۴۰-۴۳۹)

(۲) ستیارتھ پرکاش کا دوسرا اردو ترجمہ رادھا کشن مہتہ کے قلم سے ہے۔ یہ ۱۹۰۵ء میں (۵۰۵) صفحات پر سرد تہکاری پریس، لاہور، میں طبع ہوا تھا۔

اس ترجمے کا چھٹا ایڈیشن ۱۹۴۴ء میں چھوٹی تقطیع کے (۷۹۹) صفحات پر شائع ہوا۔ اس کے چند اقتباسات جن سے آریہ سماج کی بعض تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے حسب ذیل ہیں۔

"شودر اور عورتوں کو وید پڑھنے کا حق ہے:۔ سوال۔ کیا عورتیں اور شودر لوگ بھی وید پڑھیں؟ اگر یہ پڑھیں گے تو پھر ہم لوگ کیا کریں گے اور ان کے پڑھنے میں کوئی پرمان (حوالہ) بھی نہیں بلکہ ممانعت ہے کہ (سنسکرت عبارت .....) عورت اور شودر نہ پڑھیں۔ یہ شُرتی (وید) کا قول ہے۔

جواب:۔ عورت اور مرد یعنی سب بنی نوع انسان کو پڑھنے کا حق ہے تم کنویں میں پڑو، اور تمھاری یہ شُرتی فرضی اور بنا دٹی ہے۔ کسی مستند کتاب کی نہیں۔ اور سب انسانوں کے واسطے وید وغیرہ شاستر پڑھنے سننے کے حق کا ثبوت یجروید کے چھبیسویں ادھیائے کے دوسرے منتر میں ہے۔ (سنسکرت عبارت .....) اس کا یہ مطلب ہے۔ پرمیشور کہتا ہے کہ جس طرح میں سب انسانوں کے لئے اس کلیان یعنی اس جہان کے سکھ اور نجات دینے والے رگ وید وغیرہ چاروں وید کے کلام کی ہدایت کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کیا کرو..... کیا پرمیشور شودروں کا بھلا کرنا نہیں چاہتا؟ کیا ایشور طرفدار ہے کہ ویدوں کے پڑھنے سننے کی شودروں کو ممانعت کرے اور ددجوں کو اجازت دے؟ اگر پرمیشور کا مدعا شودر وغیرہ

www.taemeernews.com

کے پڑھانے سنانے کا نہ ہوتا تو ان کے جسم میں کان اور زبان کیوں بناتا۔ جس طرح زمین، پانی، آگ، ہوا، چاند، سورج اور اناج وغیرہ اشیاء سب کے لئے بنائی ہیں، اسی طرح وید بھی سب کے لئے ظاہر کئے ہیں۔ اور جہاں کہیں ممانعت کی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جس کو پڑھنے پڑھانے سے کچھ بھی نہ آوے وہ بے عقل اور جاہل ہونے سے شودر کہلاتا ہے۔ اس کا پڑھنا پڑھانا راُگاں ہے۔ عورتوں کے پڑھنے پڑھانے کی ممانعت جو تم کرتے ہو وہ تمہاری بے عقلی، خودغرضی اور بے وقوفی ہے ..... " (ص ۹۸-۹۹)

" ورن جنم سے نہیں سوال۔ کیا جس کے ماں باپ براہمن ہوں وہی براہمن ہوتا ہے، اور جس کے ماں باپ کسی اور ذات کے ہوں ان کی اولاد کبھی براہمن ہو سکتی ہے ؟

جواب :- ہاں بہت سے ہو گئے ہیں، ہوتے ہیں، اور ہوں گے بھی۔ مثلاً چھاندوگیہ اُپ نشد میں جابال رشی جس کا خاندان معلوم نہیں مہابھارت میں وشوامتر کشتری ذات سے، اور ترنگ رشی چنڈال قوم سے براہمن ہو گئے تھے۔ اب بھی جو اعلیٰ علم اور نیک مزاج والا ہو وہی براہمن (بننے کے لائق) اور بے وقوف شودر (بننے کے لائق) ہوتا ہے، اور اسی طرح آئندہ بھی ہوگا۔" (ص ۱۱۳)

" ایشور اوتار نہیں لیتا۔ سوال۔ ایشور اوتار لیتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- نہیں، کیونکہ (سنسکرت عبارت ....) یہ یجر وید کے اقوال ہیں اس قسم کے اقوال سے ثابت ہے کہ پرمیشور پیدا نہیں ہوتا۔

سوال :- (سنسکرت عبارت .....) سری کرشن جی کہتے ہیں کہ جب

www.taemeernews.com

کبھی دھرم مٹ جاتا ہے تبھی میں جسم قبول کرتا ہوں۔ (گیتا ۴-۷)

جواب :- یہ بات وید کے خلاف ہونے سے قابل تسلیم نہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ سری کرشن دھرم آتما تھے اور دھرم کی حفاظت کرنا چاہتے تھے (اگر انھوں نے یہ کہہ بھی دیا ہو کہ) میں ہر ایک یُگ میں جنم لیکر سرشٹھوں (نیکوکاروں) کی حفاظت اور دشٹوں (بدوں) کو برباد کرتا ہوں، تو کچھ اعتراض نہیں، کیونکہ دوسروں کی بھلائی کے لئے ہی بھلے آدمی کا تن، من، دھن ہوتا ہے۔ پھر بھی ایسا کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شری کرشن ایشور تھے۔" (ص ۲۴۷)

"ایشور گناہ معاف نہیں کرتا سوال۔ ایشور اپنے بھگتوں کے گناہ معاف کرتا ہے یا نہیں؟

جواب :- نہیں۔ کیونکہ اگر گناہ معاف کرے تو اس کا انصاف قائم نہ رہے اور سب بڑے گنہگار ہو جائیں، کیونکہ معافی کی خبر سنکر ہی اُن کو گناہ کرنے میں بے خوفی اور جرأت ہو جائے۔ مثلاً راجہ اگر کسی کا قصور معاف کر دے تو وہ اس خیال سے بڑے بڑے قصور کرنے کی جرأت کرے گا کہ راجہ میرا قصور معاف کر دے گا۔ اور اگر اس کو یہ یقین بھی ہو جائے کہ راجہ سے میں ہاتھ جوڑ کر اپنا قصور بخشوالوں گا تو جو قصور نہیں کرتے وہ بھی نڈر ہو کر قصور کرنے لگ جائیں گے۔ پس سب کاموں کی مناسب طور پر سزا و جزا دینا ہی ایشور کا کام ہے، معاف کرنا نہیں۔"

(۳) ستیارتھ پرکاش، حصہ اول، کا ہندی آمیز اردو ترجمہ۔ از لالہ جیون داس پردھان، آریہ سماج، لاہور۔ مطبوعہ کشن چند کمپنی، لاہور ۱۸۹۸ء۔ بڑی تقطیع۔ ص ۱۳۰۔ اس ترجمے کی زبان میں ہندی الفاظ اور سنسکرت مصطلحات کا غلبہ ہے، گو رسم الخط

www.taemeernews.com

فارسی ہے۔

(۴) ستیارتھ پرکاش :۔ مترجمہ چمپوتی ایم۔ اے۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۶ء۔ ص ۵۶۰۔

اس نسخے کے بعض اجزا نامی پریس، لاہور، اور باقی مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش کے جتنے اردو ترجمے میں نے دیکھے زبان کی سلاست و روانی کے لحاظ سے یہ سب سے بہتر ہے۔ عبارت ذیل سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے :۔

"اگرچہ میری پیدائش ملک آریہ ورت میں ہوئی ہے اور میں اس ملک کا باشندہ ہوں، تاہم جیسے اس ملک کے مختلف فرقوں کی جھوٹی باتوں کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ انھیں جوں کا توں ظاہر کر دیتا ہوں، ایسے ہی غیر ممالک کے باشندوں اور دیگر مذاہب کی ترقی کرنے والوں کے ساتھ بھی (غیر طرفداری کا) سلوک روا رکھتا ہوں۔ انسانی بہبودی کے متعلق میرا جو سلوک اپنے ہم وطنوں سے ہے وہی دیگر ممالک کے باشندوں سے۔ شریف انسان کے لئے یہ رویہ مناسب ہے۔۔۔۔۔" (دیباچہ از مصنف)

(۵) اصلی ستیارتھ پرکاش۔ مترجمہ دھرم پال بی۔ اے۔ سکرٹری آریہ سماج، لاہور، مطبوعہ سیوک اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۱۲ء۔ ص ۴۴۴۔ مترجم نے ترجمے کے متعلق اپنے "التماس" میں لکھا ہے :۔

"اردو ایڈیشن میں ہندی ایڈیشن کی کمی پر کمی ماری گئی ہے تاکہ کسی شخص کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی عبارت گھٹایا بڑھادی ہے۔ ہاں میں نے اپنی طرف سے اگر کسی لفظ یا عبارت کے معانی یا مفہوم کو واضح کرنے کے لئے کوئی لفظ یا الفاظ زیادہ کئے ہیں تو وہ تمام خطوط وحدانی میں رکھے گئے ہیں تاکہ مصنف کی اصلی تحریر اور میری تحریر میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ رہے۔ پس کتاب ہذا میں جس قدر الفاظ

www.taemeernews.com

خطوط دحدانی میں ہیں وہ میرے ہیں۔ باقی تمام مصنف کے خیالات ہیں۔۔۔"

آریہ سماج کی دوسری کتابیں

(۱) ستیارتھ پرکاش کے بعد سوامی دیانند سرسوتی کی سب سے زیادہ مشہور کتاب رگ وید آدی بھاشن بھومکا۔ یعنی رگ وید کی تفسیر ہے۔ اس کی پہلی جلد کا اردو ترجمہ منشی رام جگیاسو نے کیا تھا جو ۱۸۹۵ء میں مطبع ست دھرم پرچارک، جالندھر میں چھپا تھا اس کا ایک اقتباس ہندو مذہب کی کتابوں کے سلسلے میں دیا جا چکا ہے۔

(۲) یجروید:۔ "یجروید کی تفسیر مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی کا اردو ترجمہ" از دھرم پال بی اے مطبوعہ روز بازار اسٹیم پریس، امرتسر۔ ص ۴۳۲۔ ترجمے کا نمونہ یہ ہے:۔

"منتر ۱۔ اے کمار اور کماریو، جس طرح میں اعلیٰ عالم و فاضل کو اس لئے گرہن کرتا ہوں تاکہ اس سے علم کی دولت حاصل کروں، جسمانی اور روحانی طاقت پاؤں، تحصیل علم کے بعد نیک اولاد کی خاطر گرہ آشرم میں داخل ہو کر پراکرمی بنوں اور اس طرح خود بھی عالم و فاضل بنوں، اسی طرح تم بھی کرو۔

منتر ۲:۔ اے ودوان، تو سرودیاپک پرمیشور کو، اور پانی کے جائے قیام سمندر کو، اور بجلی وغیرہ کے کارن آگ کو بھلی پرکار جان۔ تیری روشن عقل تمام اشیاء کا تجھے علم کراتی ہے۔ تیرا دل صاف ہے۔ تو مہان ہے۔ تو قابل تعظیم ہے۔ تو ایک مہان شکتی پرمیشور کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا"

(تیرہویں ادھیائے۔ ص ۱۷۱)

(۳) سنسکار ودھی:۔ "یعنی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی کے مشہور گرنتھ سنسکار ودھی کا مستند اردو ترجمہ مع تفسیر و دیباچہ۔ از مہاتما منشی رام جی (سوامی شردھانند جی) و پرفیسر راچند جی۔ ایم۔ اے"، مطبوعہ گردھر اسٹیم پریس، لاہور، بار دوم ۱۹۲۴ء ص ۵۹۹)

www.taemeernews.com

(۴۰) سنسکار ودھی اور اس کی تشریح۔ مولفہ مہتہ جیمنی جی۔ مطبع منشی سدھار، ملتان ص ۴۰
یہ رسالہ سنسکار ودھی کے اردو ترجمے کا دیباچہ ہے۔

(۵۱) کاشف اسرارِ حقیقی۔ مولفہ منشی بالمکند سہائے۔ مطبع زبدۃ النظائر، الہ آباد ۱۸۹۳ء ص ۲۰۶۔ کتاب کی عبارت نہایت رنگین ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:۔

"اب شہسوارِ خامۂ بے زبان کو میدان صفحۂ قرطاس احوال پُر ملال آریہ ورت میں بنا بر رہنمائے اسیران دام حسرت وصعوبت وگرفتاران محبس محنت ومصیبت کے یوں سبک رفتار کرتے ہیں، وعاقلان دعالمان معنامین تعاقب نگرانان دنا فہمان میں یوں ـــــ اظہار کرتے ہیں کہ یہ آریہ ورت دیش ہر طرح سے بوجہ علوم وفنون کے مثل آفتاب لاجواب درخشاں وقابل تحسین وآفرین کے تھا، ودیگر تمام مملکت اسی سرشٹ آریہ ورت دیش کے شعاع علوم وفنون سے ہر ایک امور میں منور وفیض یاب ہوتی رہی ومحکوم وفرمانبردار رہی۔۔۔۔۔۔" (ص ۶۳)

(۶۱) قدامت وید:۔ مصنفہ مہاشے گوردھن جی۔ بی۔ اے۔ سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور وائیڈیٹر پرکاش، دہلی، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس۔ ص ۷۲۔

"اس پستک میں اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا گیا ہے کہ سائنس مسئلہ الہام کے ہرگز سدراہ نہیں ہے۔ وید کا ظہور انسانی جماعت میں کیسے ممکن ہے۔ اس کو پتنجلی، شنکر اور دیانند کے حوالوں سے بخوبی واضح کیا گیا ہے۔ وید کے الہامی ہونے میں وید کی اپنی شہادت پیش کی گئی ہے جو مصنف کی اپنی کھوج کا نتیجہ ہے۔ اسی قسم کی شہادت جو اس وقت تک دی جا چکی ہے اس کی تکمیل میں اس سے بڑی مدد ملے گی غرضکہ الہام کے متعلق خیالات کی درستگی اور الہام کے نہ ماننے والوں کو اس کی

www.taemeernews.com

ضرورت سے آگاہی اس کتاب کا خاص منشا ہے۔ راقم مصنف۔"

(۷) آئینہ مذہب ہنود :۔ مصنفہ منشی جے دیال سنگھ۔ نول کشور پریس، کان پور، بار نجم ۱۸۸۶ء۔ ص ۱۲۸۔

مصنف کی زبان اور وضاحت بیان قابل توجہ ہے۔ "مختصر توضیح اصول مذہب اہل ہنود" کے عنوان سے لکھتے ہیں :۔

"واضح ہو کہ اس عالم کے شروع پیدائش سے یہ دین مقدس ازلی اہل ہنود کا ہے، اور از روے وید اور بیدانت پرمیشر کو جو آفریدگار ہر سہ عالم و مظہر تمامی مظہرات و موجد کل موجودات کا ہے۔ واحد اور از خود موجود ہونا اور فاعل ہر فعل کا سمجھنا، یہ اصول مذہب ہنود ہے۔ بید میں پرمیشر فرماتا ہے کہ :" ایکو ہم دوتیو است "۔ چنانچہ اسی قول اشرف کی تائید پر تمام گیانیوں اور بے گیانیوں کا فعل اور پابندی ہے پس جو کوئی سوائے ایک آفریدگار عالم کے دوسرے کو پوجتا ہے، یا کسی قسم کی غیروں سے اُمید رکھتا ہے۔ وہ جاہل مطلق اور گمراہ محض ہے کیونکہ آتما قائم، جاوداں اور حاجت برار ہر مخلوق ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اب یہ بات سمجھنے کی ہے کہ دین ہنود میں سوائے ایک پرمیشر کے اور کسی سے کچھ غرض رکھنا یا سجدہ یا تعظیم معبودانہ بجالانا از روے بید جائز نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اوپر سمجھا چکا ہوں کہ دین ہنود کا اصلی جز پرماتما پوجن نہیں ہے، اور دوسرے مذہب والے اس مذہب مقدس کو صرف باعث بالا سے معترض قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وے ناواقف محض اور نامحرم مطلق صرف ناواقفان بید اور بیدانت کے [illegible] کو دیکھ کر اصول مذہب ہنود کی پرماتما

www.taemeernews.com

پوجن ہی کو سمجھتے ہیں، اور لاعلمان مذہب ہنود جو برائے نام ہندو ہیں گمراہانہ
اسی پرماتما پوجن ہی کی تائید اپنی تقریرات میں کیا کرتے ہیں۔ حیف ہے
ان حضرات بے علموں کے اوقات و تقریر پر۔
اب اعلان اس امر کا بھی ضرور ہے کہ مذہب ہنود میں پرماتما پوجن ایک
طریقہ صرف نادانستہ ان بید کے جی لگانے کے واسطے عقلائے سابق نے
اختراع کر دیا تھا، اور وقوع اس فعل کا بحکم کسی بید کے نہیں ہے" (ص ۷۔ ۹)

(۸) صداقت وید دھرم :۔ حصہ دوم۔ از درگا پرشاد۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔
یہ سولہ صفحوں کا ایک منظوم رسالہ ہے جس میں مندرجہ ذیل عنوانات پر نظمیں ہیں :۔
(۱) آریہ ورت کے دھرماتما اور عالموں کے حالات و صفات (۲) سکندر یونان کے بادشاہ کا سر حد
بھارت پر ایک رشی سے ملاپ اور باہم وارتالات۔ (۳) شادی صغر سنی کے نقصانات۔
(۴) اچھوت جاتیوں کے اُپکار اور ان کے سدھار کے لئے اپیل۔ (۵) مہرشی دیانند سرسوتی
نے کیا کام کیا۔

(۹) سندھیا مترجم منظوم :۔ مولفہ شریمان کیول کشن عرف۔ پردھان آریہ سماج، گوجرانوالہ
مطبوعہ ستیہ دھرم پرچارک پریس جلندھر شہر سنہ ۱۹۳۲ء، جیبی تقطیع۔ ص ۴۰۔
اس میں سنسکرت کی عبارتوں کے نیچے ان کا ترجمہ اردو نظم میں لکھا ہے۔

(۱۰) سورج کی روشنی میں سات رنگ :۔ مولفہ پنڈت گنگا پرشاد ایم۔ اے بشائع کردہ
آریہ پرتی ندھی سبھا، پنجاب۔ آریہ پستک پرچار ٹریکٹ ۱۹۔ مطبوعہ رنداہ عام اسٹیم
پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۵ء۔ ص ۳۲۔
یہ کتابچہ سوامی دیانند سرسوتی کے اس خیال کی تائید میں لکھا گیا ہے کہ :۔
"ویدوں میں تمام ستیہ ودیاؤں کے اصل اصول موجود ہیں اور یہ کہ آریہ ورت
کے قدیم رشی مہرشی بہت سے سائنس کے اصولوں سے پیشتر اس کے

www.taemeernews.com

کہ وہ اہل یورپ کے خواب وخیال میں بھی گزریں، مدتوں پہلے بخوبی واقف تھے"

(۱۱) وحشت ہند:۔ حصہ اول۔ مصنفہ سیتہ دیوجی۔ مطبوعہ ہر پرشاد پریس، بلند شہر، ص ۶۴۔
یہ رسالہ گاؤکشی کو روکنے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔

(۱۲) گیان بھاشکر:۔ مولفہ نند کمار سنگھ۔ مطبع آریہ بھوشن، شاہجہانپور ۱۳۰۶ھ ص ۲۴۔
یہ مختصر رسالہ سوال وجواب کے پیرائے میں آریہ سماج کی بعض تعلیمات پر مشتمل ہے۔

(۱۳) ست پرکاش:۔ مصنفہ بھائی جگت سنگھ، اپدیشک۔ ویدک کالج، لاہور، ۱۸۹۵ء ص ۲۲۰۔

مصنف جو پانچ چھ پشتوں سے خالصہ دھرم کا پیرو تھا اور بعد میں آریہ سماج میں داخل ہوگیا تھا اس کتاب کا مقصد یوں بیان کرتا ہے:۔

"..... اس چھوٹے سے رسالے میں میرا کسی طرح بھی اور کوئی مطلب نہیں۔ منشا یہ ہے کہ وہ خالصہ بھائی جو آریہ سماج سے پرے ہیں اور جن کو آریہ دھرم کی پوتر تعلیم سے واقفیت نہیں ہے، یا جو اپنے آپ کو آریہ لوگوں اور ویدک مت سے علیحدہ خیال کرتے ہیں، وہ اس رسالے کے ذریعے سے اپنے گورو صاحبان کی پوتر بانی ہی سے سمجھ جاویں گے کہ وید مقدس اور گرنتھ صاحب کے مت میں کچھ فرق نہیں ہے....."

(۱۴) کلیات آریہ مسافر:۔ از پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر۔ مفید عام پریس، لاہور، سنہ درج نہیں۔ ص ۶۹۲۔

یہ پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر کی تمام تصنیفات کا مجموعہ ہے۔ دیباچے میں منشی رام جگیاسو جو بعد میں سوامی شردھانند کے نام سے مشہور ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس کلیات میں آریہ مسافر کی تصنیفات کو بہ لحاظ اختلاف مضامین تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے..... جس قدر کتابیں یا مختصر رسالے پنڈت

www.taemeernews.com

لیکھ رام جی نے محض ویدک تعلیم کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے لکھے تھے
اُن کو حصہ دل میں رکھا ہے حصہ دوم میں وہ کل تصانیف شامل ہیں جو
کہ مختلف مذاہب کے ویدک دھرم پر کئے گئے اعتراضوں کے جواب میں
لکھی گئی ہیں۔ اور حصہ سوم کو محض محمدی مذہب کے پیروؤں کے کئے ہوئے
اعتراضوں کے جوابی رسالوں کے لئے مخصوص کیا ہے۔۔۔۔۔۔"

(۱۵) آریہ دھرم :۔ مولفہ لالہ سنت رام بی۔ اے۔ مرکنٹائل پریس، لاہور ۱۹۲۵ء ص ۲۶۰۔
اس کتاب میں "مڈل کلاس کی لیاقت رکھنے والے لڑکوں کے لئے آریہ دھرم اور
آریہ سماج کے متعلق آسان عبارت میں واقفیت دینے کی کوشش کی ہے۔ اس میں ستیارتھ
پرکاش کا خلاصہ اور ویدک دھرم کے موٹے موٹے اصول سب آگئے ہیں"

(۱۶) جوہر تہذیب ۔ مولفہ مہاشے دزیر چند۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر
۱۹۰۵ء۔ ص ۸۴۔

اس میں قدیم آریائی تہذیب کا مقابلہ موجودہ تہذیب سے کیا گیا ہے۔

(۱۷) آریہ جیون :۔ مولفہ شہزادہ رام آریہ۔ ہندوستان اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۰۸ء
ص ۱۵۰۔ اس کتاب میں وہ مفید عام ہدایتیں درج کی گئی ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان
کی زندگی ذہبی سانچے میں ڈھل کر معیاری بن سکتی ہے۔ ایک مقام کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"اپنے دھرم کو ہر دل عزیز بنانے کے لئے ممبران سماج کا فرض ہے کہ وہ
ان لوگوں کے ساتھ جو ویدک دھرم سے بیری نہیں رکھتے کبھی بھی سخت
کلامی سے پیش نہ آویں۔ کیونکہ جیسا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوئی
بُری طرح پیش نہ آوے اُسی طرح آپ کا بھی فرض ہے کہ آپ بھی اسی
اصول کو سامنے رکھتے ہوئے دوسروں سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ البتہ یہ
ضروری ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ دھرم انوسار سلوک کرتے ہوئے

www.taemeernews.com

ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاتے جاویں ، بلکہ ہر وقت اپنے ... اصولوں
کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی پابندی کریں ..... آپ دیکھو گے
کہ آپ کے نیک سلوک کا اثر دوسروں پر بھی پڑے گا۔ اور کبھی نہ کبھی
وہ آپ کے دھرم کے ساتھی ہوں گے ....." (ص ۲۶)

(۱۸) ستیہ اپدیش مالا :۔ از سوامی ستیہ نند جی ۔ راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور، سنہ ۱۹۱۰ء ۔ ص ۲۰۸۔

یہ سوامی ستیہ نند کے لکچروں، خطبوں اور مضمونوں کا مجموعہ ہے ۔

(۱۹) گرہستھ دھرم اُپدیش ۔ مولفہ سردار سنگھ شرما ۔ آریہ بندھو پریس، میرٹھ ص ۹۶۔ سنہ درج نہیں۔

اس کتاب میں ویدک نقطہ نگاہ سے امور خانہ داری کی تعلیم دی گئی ہے بچپن کی شادی کی بُرائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"جب برہم چہ یہ کی یہ گتی ہو ئی تو اس کی جگہ حضرت بال بواہ گرہستیوں میں گھس کر ان کا کنڈا بنانے لگے۔ اس بواہ (شادی) میں پانچ چھ برس کا لڑکا اور پانچ سات برس کی لڑکی ہوتی ہے۔ یہ رو رو کر روٹی مانگنے والے بچے بواہ (شادی) کے مطلب کو کیا جانیں کہ بواہ کیا چیز ہوتا ہے ہم نہیں جانتے کہ ہمارے گرہستی بھائی (عیالدار لوگ) بواہ کرتے ہیں یا گڑیوں کا کھیل ....." (ص ۲۵)

(۲۰) کلیات سنیاسی :۔ از پنڈت شردھانند ۔ ہندوستان الکٹرک پرنٹنگ ورکس دہلی ۔ سنہ ۱۹۸۳ء بکرمی ۔ ص ۵۸۰ ۔

یہ پنڈت شردھانند کے مجموعہ تالیفات کا پہلا حصہ ہے جس میں ان کے سوانح حیات بھی شامل ہیں ۔ اس جلد میں ان سچائیوں کا بیان ہے جو دید کے مطالعے سے

www.taemeernews.com

ان پر ظاہر ہوئیں۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ آریہ سماج کی اور جو کتابیں مجھے دستیاب ہوئیں مگر ان کے آنے تک نقل کرنے کا موقع نہ مل سکا وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۲۱) رشی کا بدل بالا۔ مولفہ آفتاب پانی پتی۔ چندر گپت پریس، دہلی ۱۹۳۴ء ص ۱۸۴

(۲۲) مہرشی درشن:۔ مولفہ تلوک چند محروم۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور ۱۹۳۷ء ص ۱۴۸۔

(۲۳) سرگباشی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا جیون چرتر:۔ حصہ اول از دلپت رائے ودیارتھی۔ نیو امپریل پریس، لاہور ۱۹۴۵ء بکرمی ص ۶۶۔

(۲۴) سوامی دیانند اور ان کی تعلیم:۔ از رادھا کشن مہتہ۔ ہندوستان اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۵ء۔ ص ۲۱۸۔

(۲۵) مہرشی دیانند سرسوتی:۔ از رام سروپ کوشل مقبول عام پریس لاہور ۱۹۲۵ء ص ۱۴۴

(۲۶) مہرشی دیانند سرسوتی اور اُن کا کام:۔ از لاجپت رائے۔ رفاہ عام پریس لاہور ۱۸۹۸ء۔ ص ۶۸۲۔

(۲۷) مہرشی دیانند سرسوتی کا جیون چرتر:۔ از پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۸۹۷ء ص ۹۴۸۔

(۲۸) دیانند آنند ساگر:۔ از لجپت رائے صادق۔ کاشی رام اسٹیم پریس۔ لاہور ۱۹۱۲ء ص ۱۴۶

(۲۹) اُپدیش منجری:۔ سوامی دیانند کے پندرہ لکچروں کا مجموعہ۔ مترجمہ منشی رام جگیاسو ستیہ دھرم پرچارک پریس جالندھر ۱۹۰۳ء ص ۱۵۰۔

(۳۰) ساپنچ کو آنچ نہیں:۔ از پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر ۱۹۵۰ء بکرمی۔ ص ۵۲۔

(۳۱) ویدک دھرم اور سائنس:۔ جلد اول۔ مولفہ پنڈت بشن داس، بی۔ اے

www.taemeernews.com

سیوک اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۳ء ص ۱۳۶۔

(۳۲) گلدستہ دھرم :۔ از لالہ بنواری لال دلشیں سیوک اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۵۱ بکرمی ص ۳

(۳۳) روح و مادّہ کی ازلیت :۔ از لالہ پربھو رام آریہ بھدری پریس، لاہور سنہ درج نہیں ص ۵۶۔

(۳۴) ویدک دھرم پرچار :۔ از رائے ٹھاکر دت دھون مطبع نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۹۵۴ بکرمی ص ۳

(۳۵) برھمچریہ کی عظمت :۔ از مہتہ جیمنی بی۔ اے۔ جارج اسٹیم پریس لاہور۔ سنہ درج نہیں ص ۴۲

(۳۶) ویدپرکاش :۔ از مہتہ جے چند۔ پنجاب اکانومیکل پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۱ء ص ۴۶

(۳۷) ویدوں کی عظمت :۔ از کرپا رام شرما۔ مفید عام پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۲ء ص ۴۶۔

(۳۸) وچارمالا :۔ از دیوان چند ایم۔ اے۔ مرکنٹائل پریس لاہور سنہ ۱۹۴۳ء ۔ ۱۲۸۔

(۳۹) رتن ساگر :۔ از دیوان چند ایم۔ اے۔ راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۷ء ص ۱۶۰۔

(۴۰) راہ راست :۔ از سوامی سرودانند جی۔ نامی پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۴ء ص ۴۶۔

(۴۱) آنند سنگرہ :۔ از سوامی سرودانند جی مرکنٹائل پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۰ء ص ۲۵۴

(۴۲) آریہ دھرم :۔ از لالہ سنت رام بی۔ اے۔ مرکنٹائل پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۵ء ص ۱۶۰۔

(۴۳) برھم وچار :۔ از بھگت شہزادہ رام۔ پبلک پرنٹنگ پریس، لاہور سنہ درج نہیں ص ۹۸۔

(۴۴) وچاردرشن :۔ از بھگت شہزادہ رام۔ پبلک پرنٹنگ پریس لاہور سنہ درج نہیں۔ ص ۲۲۶۔

(۴۵) اظہار حقیقت :۔ از گیان چند آریہ۔ یتیم الکٹرک پریس دہلی سنہ درج نہیں ص ۴۲

(۴۶) ویدک ٹریکٹ ۱ :۔ از لاجپت رائے۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۲۔

(۴۷) ویدہی ایشوری گیان ہے۔ از لکشمن آریو پدیشک۔ گوردھن اسٹیم پریس، لاہور،

www.taemeernews.com

سنہ درج نہیں۔ ص ۱۶۔

(۴۹) نیوگ فلاسفی :۔ از ناتھ جلال پوری۔ برہمن اسٹیم پریس۔ لاہور سنہ ۱۹۱۵ء۔ ص ۹۲۔

(۴۹) امورت سدھانت :۔ از بابو بالا پرشاد ودیارتھی۔ مطبع ردیادرپن، میرٹھ سنہ ۱۹۹۰ بکرم ص ۹۶

(۵۰) آریہ سدھانت یکتاولی :۔ حصہ اول۔ از کرپارام شرما۔ ویدک دھرم پریس، دہلی، سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۰۔

(۵۱) آریہ جاتی کے تیوہار :۔ از لالہ دیوان چند گڈھوک۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۶ء ص ۸۴۔

(۵۲) پرشارتھ پرکاش :۔ مترجمہ دینا ناتھ۔ آریہ پریس، جالندھر سنہ ۱۹۱۱ء ص ۲۶۴۔

(۵۳) شدھی :۔ از کنور بہادر سکسینہ شاہی پریس، کان پور سنہ ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۱۴۔

(۵۴) موتیوں کا ہار :۔ از لالہ نہراج۔ راجپوت پرنٹنگ ورکس، لاہور سنہ ۱۹۱۷ء ص ۲۳۲۔

(۵۵) لیکھ مالا۔ از مہاتما ہنسراج جی۔ گیلانی پریس، لاہور سنہ ۱۹۴۳ء۔ ص ۱۴۴۔

(۵۶) جواہر الصدق (خلاصہ ستیارتھ پرکاش) مرتبہ منشی لالتا پرشاد شفق۔ لاہ پریس کان پور۔ سنہ ۱۹۰۰ء ص ۱۱۶۔

www.taemeernews.com

(۴۴) تھیوسوفیکل سوسائٹی

تھیوسوفیکل سوسائٹی کی بنیاد میڈم بلاوٹسکی (MADAME BLAVATSKY) اور کرنل اولکاٹ (OLCOTT) نے ۱۷ نومبر ۱۸۷۵ء کو نیویارک، امریکہ میں رکھی۔ میڈم بلاوٹسکی ایک دولت مند اور ذی وجاہت روسی خاندان سے تھیں۔ وہ غیر معمولی روحانی صلاحیتیں رکھتی تھیں۔ جن کی تربیت ان کے قول کے مطابق مشرق کے ایک رشی نے کی تھی، جس کی تلاش میں اپنے خاندان اور دولت و ثروت سے منھ موڑ کر انھوں نے تبت کا سفر اختیار کیا تھا۔ تبت میں وہ شگاٹزے (SHIGATZE) کے قریب چند سال اسی رشی کے پاس رہنے کے بعد وہاں سے واپس آئیں اور اپنی بقیہ زندگی اس کی ہدایتوں پر عمل کرنے کے لئے وقف کردی۔ امریکہ میں اُن کی ملاقات کرنل اولکاٹ سے ہوئی جو اُن کے شاگرد ہوگئے۔ میڈم بلاوٹسکی نے شروع میں امریکہ کے روحانیین کے ساتھ مل کر کام کرنے کی کوشش کی، لیکن جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو کرنل اولکاٹ کی اعانت سے انھوں نے تھیوسوفیکل سوسائٹی قائم کی۔ سوسائٹی کے سکریٹری کے فرائض انھوں نے خود اپنے ذمے لئے اور کرنل اولکاٹ کو اس کا صدر بنایا۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی کا صدر مقام پہلے نیویارک تھا۔ لیکن ۱۸۷۹ء میں میڈم بلاوٹسکی اور کرنل اولکاٹ امریکہ چھوڑ کر ہندوستان چلے آئے، اور بمبئی کو اپنی تحریک کا مرکز بنایا دسمبر ۱۸۸۲ء میں وہ بمبئی سے منتقل ہو کر مدراس کے قریب ادیار میں آگئے۔ اور اس وقت سے

www.taemeernews.com

یہی مقام سوسائٹی کا مرکز ہے۔ یہاں سوسائٹی کے قبضے میں (۲۶۶) ایکڑ زمین ہے جس میں متعدد خوبصورت عمارتیں ہیں۔ اس کا ایک ذاتی کتب خانہ بھی ہے جو اپنے نشد کے بہترین ذخیرے کے لئے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اس میں سنسکرت کے بعض بے مثل مخطوطات بھی ہیں۔

کرنل اولکاٹ اپنی وفات (۱۹۰۷ء) تک سوسائٹی کے صدر رہے۔ ان کے بعد مسز اینی بسنٹ صدر منتخب ہوئیں۔ ہندوستان میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کی تحریک کو اصلی فروغ مسز بسنٹ کی شرکت سے ہوا۔ وہ ۱۸۹۳ء میں ہندوستان آئیں۔ سوسائٹی کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے علاوہ انھوں نے ہندو قوم کی تعلیمی ترقی کے لئے بھی خاص طور پر کوشش کی۔ چنانچہ یہ انھیں کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۹۸ء میں سنٹرل ہندو کالج بنارس میں قائم ہوا۔ جو ترقی کر کے ۱۹۱۶ء میں ہندو یونیورسٹی کے درجے تک پہونچ گیا۔ مسز بسنٹ نے ہندوستان کی نیشنلسٹ جماعت کی سیاسیات میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ ہوم رول لیگ کی بنیاد انہی نے ڈالی۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس کی صدر بھی منتخب ہوئیں۔ لیکن ان کا اصلی کارنامہ اس ملک میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کے اصولوں کی نشر و اشاعت تھی، اور اس تحریک کو انھوں نے اپنی تحریر و تقریر کی فصاحت و بلاغت سے بہت ترقی دی۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی کے تین خاص اصول ہیں جن کو تسلیم کرنا سوسائٹی میں داخل ہونے کے لئے لازمی ہے:-

"۱۔ نسل، فرقہ، جنس، ذات یا رنگ کے امتیاز کے بغیر نوع انسانی کی عالمگیر برادری کا ایک مرکز قائم کرنا۔

۲۔ مذہب فلسفہ اور سائنس کے تقابلی مطالعے کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۳۔ قدرت کے غیر مصرح قوانین اور ان طاقتوں کی جو انسان میں پوشیدہ

www.taemeernews.com

ہیں۔ تحقیقات کرنا۔،،[1]

یہ اصول کم و بیش تمام مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو چیز تھیوسوفیکل سوسائٹی کو ہندو مذہب سے خصوصیت کے ساتھ وابستہ کرتی ہے وہ تناسخ کا عقیدہ ہے۔ میڈم بلاوٹسکی نے ایک ہندو رشی سے روحانی تعلیم حاصل کر کے سوسائٹی کی بنیاد رکھی تھی۔ چنانچہ روح کو اپنی منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے دنیاوی زندگی جس طرح بار بار اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس کی تشریح تھیوسوفی میں ہندوؤں کے کرم اور آواگون کے عقیدے کے مطابق کی گئی ہے۔ تھیوسوفی، بقول ڈاکٹر سید عابد حسین، ،، ہندو مذہب، ہندو فلسفہ اور مخفی علوم کا معجون مرکب ہے،، اس نے ہندو مذہب میں ایک جدید اصلاحی تحریک پیدا کی۔ جس کی بنیاد اُپ نشد، سانکھیہ یوگ اور ویدانت پر تھی۔

سوسائٹی کی بعض کتابیں

اُردو میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کی طرف سے متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند جو مجھے مل سکیں ان کے اقتباسات ذیل میں درج ہیں :۔

(۱) تھیوسوفی کیا ہے :۔ مسز اینی بسنٹ کی انگریزی کتاب (WHAT IS THEOSOPHY) کا اردو ترجمہ۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنو۔ ۱۹۱۴ء۔ ص ۱۶۔

مسز بسنٹ تھیوسوفی کی غرض و غایت کے متعلق لکھتی ہیں :۔

،، تھیوسوفی اپنی موجودہ شکل میں ۱۸۷۵ء میں دنیا میں نمودار ہوئی لیکن تھیوسوفی فی نفسہ اسی قدر قدیم ہے۔ جس قدر کہ انسانی تہذیب اور قوت فکر۔ یہ دنیا میں مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے مشہور رہی ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ مختلف ناموں سے مشہور رہی اس

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس۔ جلد ۱۲۔ ص ۳۰۴۔ مطبوعہ اڈینبرا ۱۹۲۱ء

www.taemeernews.com

کے اسماء مختلفہ سے مراد ہمیشہ ایک ہی لی گئی ہے۔ زمانہ حال میں اس کی شہرت جدید کا باعث یہ ہے کہ فی زمانہ مادہ پرستی نہایت عجلت سے اور خطرناک طور پر ان قوموں میں ترقی کر رہی ہے جو دنیاوی تہذیب کی رفتار میں سب کی رہنما رہی تھیں۔ جس قدر سائنس نے اپنے علم کو زیادہ وسعت دی، اسی قدر وہ مادہ پرستی کے دوش بدوش چلی۔ لفظ "لاادری" ہر سائنس داں کا خاص لقب ہوتا جاتا تھا، اور اس نازک وقت میں مغرب کے مخصوص خیالات کے درمیان یہ خیال پھیل رہا تھا کہ جہاں انسان ہر محسوس شے کا اپنے حواس ظاہری سے علم حاصل کر سکتا ہے، اور ان محسوسات سے عقل کی وساطت سے نتائج اخذ کر سکتا ہے، وہاں جو چیزیں اس کے حواس اور ادراک سے باہر ہیں۔ اُن کے حاصل کرنے اور سمجھنے کے لئے اس کے پاس کوئی آلہ نہیں ہے، اور نہ کوئی اور ذریعہ ہے کہ جس سے وہ اپنے سے پرے یا ماورا عالم کو محسوس کر سکے۔ پس ایسی حالت میں یہ غیر ممکن ہے کہ انسان زندگی کے عمیق اور دوامی مسائل، اپنے آغاز و انجام، غرض کہ ہر وہ شے جو لفظ خدا، حیات جاودانی، روح سے متعلق ہے معلوم کر سکے۔ اس قسم کے خیالات کا اثر مشرق پر بھی پڑ رہا تھا، اور اُن نوآبادیوں میں بھی جہاں مغربی خیالات سرایت کر چکے ہیں۔ اور اس کے تمام دنیا پر حاوی ہو جانے کا خطرہ تھا۔ ایسی حالت میں ہادیان انسانیت نے مناسب سمجھا کہ اس قدیم صداقت کو ایک ایسی شکل میں دوبارہ شہرت دی جائے جو زمانہ حال کے انسان کی طبیعت کے موافق ہو، اور جس طرح زمانہ قدیم میں انسان

www.taemeernews.com

پر یکے بعد دیگرے مذہب نمودار ہوتے رہے۔ جو اس وقت کی قومی نشوونما کے لئے موزوں تھے، اسی طرح ہمارے زمانے میں بھی تمام مذاہب کے اصل الاصول کی دوبارہ منادی کی جائے، تاکہ کسی قوم کو بغیر اُن مخصوص فوائد سے محروم کئے ہوئے جو اُن کو اپنے اپنے مذہب سے حاصل ہیں یہ دکھایا جائے کہ تمام مذاہب کا مقصود ایک ہی ہے، بلکہ تمام مذاہب ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں ہیں۔ مذہب کو اس طریقے پر زمانہ موجودہ میں پیش کرنا نہایت ضروری اور اہم تھا۔۔۔۔۔۔۔" (ص ۲-۳)

(۲) دنیا و عقبیٰ:۔ "مسز بسنٹ کے لکچر" زندگی دنیوی اور زندگی بعد مرگ" کا ترجمہ جو ایک ممبر تھیوسوفیکل سوسائٹی نے کیا" مطبوعہ سیٹھ کندن لال پریس، لکھنؤ۔ سنہ طباعت درج نہیں۔ ص ۲۲۔

مندرجہ ذیل اقتباس سے تناسخ کے مسئلے پر روشنی پڑتی ہے:۔

"خیر، اب تک تو ذکر اُن طبقات کا تھا جن میں انتقال کے بعد روح رہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کیونکر از سر نو جنم لیتا ہے، یعنی پھر اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ انسان ہمیشہ اس ہی جگہ پیدا ہوتا ہے جہاں وہ سامان موجود ہوں جن کی خواہش اور آرزو اس کی طبیعت میں ہے۔ انسان چونکہ معمولی طور سے ان ہی چیزوں کا آرزومند رہتا ہے جو محض اس ہی دنیا یعنی عالم ناسوت میں موجود ہیں۔ لہذا انتقال کرنے کے بعد اور طبقات اعلیٰ میں چند روز قیام کرنے کے بعد انسان پھر بہت جلد اس ہی دنیا میں لوٹ آتا ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ اس کی خواہشیں اُسے پھر اس ہی دنیا میں لے آتی ہیں۔ رہا یہ امر کہ اس دنیا میں لوٹ آنے پر وہ کس کیفیت اور حالت

www.taemeernews.com

میں پیدا ہوگا۔ تین خاص باتوں پر منحصر ہے، یعنی اس کی سابق زندگی کے اعمال، خواہشات اور خیالات پر۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ان اعمال، خواہشات اور خیالات کا اثر روح پر زمانہ قیام طبقہ ہوس، وامہ میں کیا ہوتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اثر محض ان طبقات میں ہی محدود نہیں رہتا ہے نہ اُن ہی میں ختم ہو جاتا ہے۔ بہت کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے، اور جو — باقی رہ جاتا ہے اس کے لحاظ سے انسان کی آئندہ زندگی دنیوی کی حالت اور کیفیت قائم ہوتی ہے ..... "(ص ۱۷-۱۶)

اس بحث کے آخر میں مسز بسنٹ لکھتی ہیں :-

" قصہ کوتاہ یہ ہے کہ پیدائش اور موت کا یہ چکر ہے جس کا اوپر ذکر ہوا، اور اس ہی چکر میں روح کو گھومنا پڑتا ہے، تاوقتیکہ وہ ترقی کر کے آگے نہ بڑھ سکے۔ مگر یہ خیال رہے کہ کسی شخص کو بھی ناامید نہ ہونا چاہئے۔ یہ کسی کو بھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ مجھے ہمیشہ ہی اس چکر میں گھومنا پڑے گا یا ہمیشہ ہی مر مر کر پیدا ہونے پڑے گا۔ ایک نہ ایک وقت ہر انسان اس چکر میں گھومتے گھومتے تھکتا ہے، اور اس سے نکلنے کی اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ وقت آتا ہے تو ہر انسان اپنی نجات کے ذریعے تلاش کرنے لگتا ہے ....." (ص ۲۰)

آواگون کا عقیدہ ہندو مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے۔ بھیو سوفی نے بھی ایسے کلیتہ قبول کر لیا ہے، اور آواگون کے چکر سے نجات حاصل کرنے کا وہی طریقہ بتایا ہے جسکی تلقین ہندو مذہب کرتا ہے، یعنی خواہشات کو ترک کر دینا جب تک خواہشیں باقی رہیں گی۔ روح کا دنیا سے منقطع نہ ہوگا، اور اچھے یا بُرے کاموں کا پھل پانے کے لئے اسے بار بار دنیا میں آکر مادی قالب اختیار کرنا پڑے گا۔

www.taemeernews.com

(۳) اصول تھیوسوفی :۔ مس اینگر کی کتاب (ELEMENTS OF THEOSOPHY) کا ترجمہ از منشی رامیشور پرشاد، پریسیڈنٹ پریاگ تھیوسوفیکل سوسائٹی۔ مطبوعہ نول کشور پریس، الہ آباد۔ سنہ ۱۹۰۴ء۔ ص ۱۹۔

ایک مقام کا اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"اس وقت مطالعہ تھیوسوفی سے ہمارا خاص مقصد یہ ہے کہ ایسے اصول دریافت ہوں جن کے جاننے سے کم از کم زندگی کے چند ادق مسائل واضح ہو جاویں۔ ہمیں ہر وقت ایسے سوالات سے سامنا پڑتا ہے جن کا قابل اطمینان جواب بمشکل ملتا ہے۔ مثلاً یہ کہ ہماری ہستی کی کیا غرض ہے؟ گناہ کا مفہوم کیا ہے؟ تکلیف کا فائدہ کیا؟۔ آدمی کیا ہے اور اسکی ترقی کی انتہا کہاں تک ہے؟ دنیاوی زندگی میں جو ظاہرے انصافیاں نظر آتی ہیں ان کا سبب کیا ہے؟ اس کا باعث کیا ہے کہ بعض تو ایسے ہیں کہ ان کی خواہش کے مطابق اُن کے پاس سب شے مہیا معلوم ہوتی ہیں، اور بعض تکلیف پر تکلیف اٹھاتے ہیں، گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انھیں بدبختیوں میں غرق ہو جاویں گے؟۔ چونکہ انسان کی انحوت کے برتاؤ کا ہر شخص اقرار کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آدمی آدمی، فرقہ فرقہ، قوم قوم آپس میں جھگڑتی ہیں؟۔ وہ کون سا قانون ہے جو تمام زندہ مخلوق کی ہستی کا اساس ہے اور کل موجودات عالم پر حاوی و حکمران ہے؟۔ یہ چند سوال ایسے ہیں جو ہر وقت پیش آتے ہیں اور خواستگار جواب ہوتے ہیں....." (ص ۱۷)

اس کتاب میں انھیں سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

www.taemeernews.com

(۵) رادھا سوامی مت

رادھا سوامی مت کی بنیاد ۱۸۶۱ء میں ایک بزرگ شیو دیال صاحب نے آگرہ میں ڈالی۔ انھوں نے اپنا نام رادھا سوامی رکھا، اور اسی نسبت سے ان کے قائم کئے ہوئے مت کو رادھا سوامی مت کہتے ہیں۔ رادھا سوامی دراصل ہندوؤں میں ایشور کا ایک نام ہے۔ اس اعتبار سے رادھا سوامی مت کے معنی الٰہی مذہب کے ہیں۔ اس مت کے اصول مندرجہ ذیل اقتباسات سے معلوم ہوں گے جو اس فرقے کی اردو کتابوں سے ماخوذ ہیں:۔

رادھا سوامی مت میں ایک زندہ گرو کے وجود پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا جاتا ہے شیو دیال صاحب کا عقیدہ تھا کہ ایک زندہ مرشد کی تعلیم و تربیت کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء میں اُن کے انتقال پر رائے بہادر سالک رام صاحب جو آگرہ میں پوسٹ ماسٹر جنرل رہ چکے تھے اور شیو دیال صاحب کے خاص مریدوں میں تھے۔ دوسرے گرو مقرر ہوئے ۱۸۹۸ء میں جب انھوں نے وفات پائی تو بر ہم شنکر مصرا جو ۱۸۸۵ء میں رادھا سوامی مت میں داخل ہوئے تھے اور بنارس میں رہا کرتے تھے۔ تیسرے گرو منتخب ہوئے ۱۹۱۰ء میں ان کے انتقال پر رادھا سوامیوں کی ایک شاخ بنارس میں قائم ہو گئی وہاں ان کی ایک عالی شان عبادت گاہ ہے جو رادھا سوامی باغ کے نام سے مشہور ہے۔ بر ہم شنکر مصرا کے بعد چوتھے گرو کا منتا پرشاد سرکار مقرر ہوئے۔ یہ ضلع غازی پور کے

www.taemeernews.com

ایک گاؤں مراری کے رہنے والے تھے، اور بجائے آگرہ کے انھوں نے وہیں کی سکونت اختیار کی۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں آگرہ سے کچھ فاصلے پر دیال باغ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور وہاں شیو دیال صاحب کی سمادھ بنائی گئی۔ اس سے قبل کامتا پرشاد سرکار کا انتقال ہو چکا تھا۔ اب گرو کی گدی پر صاحب جی مہاراج بیٹھے۔ انھوں نے تعلیمی اداروں کے علاوہ دیال باغ میں مختلف صنعت و حرفت کے کارخانے جاری کئے جو روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ یہ کارخانے افراد کی ملک نہیں ہیں بلکہ رادھا سوامی جماعت کے مشترکہ سرمائے سے قائم کئے گئے ہیں۔ دیال باغ میں جماعت کے سارے کام ایک بورڈ کے سپرد ہیں۔ بہت سے ست سنگیوں نے وہاں اپنے ذاتی مکانات بنوا کر بود و باش اختیار کر لی ہے۔ صاحب جی مہاراج کو حکومت کی طرف سے سر کا خطاب بھی ملا تھا۔ چند سال ہوئے اُن کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ گورچرن داس مہتہ گرو مقرر کر دئے گئے۔[1]

رادھا سوامی مت کی کتابیں

اردو میں رادھا سوامی مت کی جو کتابیں مطالعے میں آئیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے

(۱) **تیھارتھ پرکاش**:۔ حصہ اول و دوم۔ مصنفہ صاحب جی مہاراج آنند سروپ صاحب۔ شائع کردہ۔ رادھا سوامی ست سنگ سبھا، دیال باغ، آگرہ مطبوعہ آرمی پریس، دیال باغ، آگرہ بسنہ ۱۹۳۴ء۔ ص ۲۶۸۔

اس کتاب کے حصہ اول میں "رادھا سوامی مت کی تعلیم" اس طرح بیان کی گئی ہے:۔

"۱۔ رادھا سوامی مت کی تعلیم نہایت سادہ و سہج ہے۔ لیکن اس دل کے لئے جو سچے مالک کی محبت سے خالی ہے اس کا سمجھنا محال بلکہ ناممکن ہے۔

---

[1] ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں، از پروفیسر پریتم سنگھ۔ مطبوعہ امرت بلاک پریس، لاہور بسنہ ۱۹۴۱ء۔ ص ۵۲۔۵۳۔

www.taemeernews.com

۲۔ رادھا سوامی مت سکھلاتا ہے کہ انسان کے وجود میں تین جوہر موجود ہیں۔ اول کثیف مادہ۔ جس سے انسان کا کثیف یعنی ستھول جسم بنتا ہے۔ دویم لطیف مادہ جو انسان کے من کا مسالہ ہے۔ اور تیسرے روح، یعنی سُرت جو انسان کے وجود کی جان ہے اور جس سے اُس کے من و جسم کی نشوونما ہوتی ہے۔ انسان کے جسم و من دونوں فانی یعنی ناشان ہیں، لیکن روح غیر فانی ہے۔

۳۔ اور جیسے انسانی وجود کو رچنے و جان دینے والا اس کا آتما یعنی سرت ہے ایسے ہی کُل کائنات یعنی سرشٹی کو رچنے و جان دینے والا ایک "پرم آتما" ہے جس کو مالک کُل یا رادھا سوامی دیال کہتے ہیں۔ اور چونکہ تمام آتما اور پرم آتما یعنی سُرت و مالک کُل کا جوہر ایک ہی ہے اس لئے انسانی وجود کُل رچنا کا نمونہ تسلیم کیا جاتا ہے، اور رچنا کو عالم کبیر اور انسانی وجود کو عالم صغیر کہتے ہیں۔

۴۔ رادھا سوامی مت بتلاتا ہے کہ مالک کُل نے آتماؤں کو سرشٹی سے تعلق قائم کرنے اور جسم انسانی سے پورا فائدہ اٹھانے کا موقع دینے کی غرض سے اس (جسم انسانی) کے اندر متعدد پوشیدہ قوتیں مقیم فرمائیں، اور نوع انسانی کو ان عطیوں اور ان کی منفعت سے آگاہ کرنے کے لئے انتظام فرمایا کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً ایسی پاک اور بیدار ارواح کا نزول ہو جو اُن قوتوں کے راز، ان کے بیدار کرنے کے طریق اور ان کے استعمال کے ڈھنگ سے بخوبی واقف ہوں، اور جنھیں وہ راز دوسروں کو سمجھانے، ان قوتوں کو جگانے، اور نوع انسانی کو ان سے مستفید کرانے کی توفیق حاصل ہو۔

www.taemeernews.com

۵۔ اسی وجہ سے رادھاسوامی مت میں خاص زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ انسان اپنی جسمانی، دماغی و روحانی تینوں قسم کی قوتوں کا بیدار کرنا زندگی کا نصب العین بنائے اور تساہل و تجاہل کو بالائے طاق رکھ کر مردانہ وار مناسب تدابیر عمل میں لادے۔

۶۔ یہ مسلّم ہے کہ جسمانی و دماغی قوتیں بیدار کرنے کے لئے ہر نوزائیدہ کو اول کچھ عرصہ اپنے والدین سے مدد لینی پڑتی ہے۔ زاں بعد وہ ورزش جسمانی اور علوم و فنون کے ماہران کی شاگردی اختیار کرتا ہے۔ اسی اصول پر رادھاسوامی مت سکھلاتا ہے کہ اپنی پوشیدہ روحانی قوتیں بیدار کرنے کے لئے بھی ہر انسان کو کسی کامل روحانی استاد کی جسے سنت مت کی اصطلاح میں سنت ست گورو کہا جاتا ہے شاگردی اختیار کرنی چاہئے۔

۷۔ مگر واضح ہو کہ سنت ست گورو سے مراد کسی ایسے شخص سے نہیں ہے جو روحانی قوتوں و منزلوں کے راز سے محض علمی واقفیت رکھتا ہو۔ بلکہ اُس کامل پُرش سے ہے جس نے بذریعہ عمل اپنی روحانی قوتوں کو کلیتہً بیدار کر کے سچے مالک سے وصل حاصل کیا ہے، یا جس کو جنم سے یہ پرم گتی حاصل ہے۔

۸۔ جب کوئی نوعمر تحصیل علم کی غرض سے اسکول یا مکتب میں داخل ہوتا ہے تو اول اسے بچپن کی آزادی چھوڑ کر اور توتی کی غیر ضروری حرکتیں روک کر پورے طور پر توجہ اپنے سبق میں دینی پڑتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس علم روحانی کے طالب کو دنیوی آزادی چھوڑ کر اور جسم و من کی غیر ضروری حرکتیں روک کر اپنی توجہ روحانی نشانے پر یکسو و قائم کرنی ہوتی ہے۔

www.taemeernews.com

اور چونکہ انسان کے جسم دمن پر غذا، ساز و سامان زندگی و حالات گرد و پیش کا بھاری اثر پڑتا ہے اس لئے رادھا سوامی مت سکھلاتا ہے کہ شوقین پرہار کھی صرف اس قسم کی ستوگنی غذاؤں کا استعمال روا رکھے جو اس کے جسم دمن کو غیر ضروری دنا شائستہ حرکات کے لئے مشتعل نہ کریں، اور ساز و سامان زندگی سے محض حسب ضرورت یعنی کارج ماتر واسطہ رکھے، اور اپنا وقت ایسے مشغلوں و سنگ و ساتھ میں گزارے جو حصول مراد میں معاون و مددگار ہوں۔" (ص ۳ - ۵)

(۲) سنت مت کیٹکزم، یعنی سوال و جواب۔ مطبع ایجاد کشن، آگرہ ۱۹۵۵ء ص ۵۰
اس رسالے میں سنت مت کی تعلیمات سوال و جواب کے پیرائے میں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:۔

"سوال۔ سنت مت یا رادھا سوامی پنتھ کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ سنت مت تمام روئے زمین کے مذہبوں کا جوہر ہے، تمام علم و حکمت کا سدھانت ہے، جس کو سنتوں یعنی فقرائے کامل نے بے شمار تجربوں اور ابھیاس کے بعد ظاہر کیا ہے۔ یہی مت ہے جس کے ذریعے سچے مالک رادھا سوامی کی پہچان اور ان کے ملنے کا راستہ اور منزلوں کے بھید معلوم ہو کر سچی خوشی اور نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ مت اور اس کا ابھیاس خاص کر ان لوگوں کے واسطے ہے جن کو سچے مالک کے ملنے کی چاہ اور اپنے جیو کے کلیان اور اُدھار کی فکر ہے۔ دنیاوی خواہشوں و مان بڑائی چاہنے والوں کے واسطے و نیز جنھوں نے مذہب کو اپنا روزگار نہ رکھا ہے یا مذہبی بحث و مباحثہ

www.taemeernews.com

کو بطور دل بہلاؤ یا تفریح طبع ایک شغل تبار کھا ہے، یہ مت نہ فائدہ
مند ہے نہ ان کی سمجھ میں آوے گا۔" (ص ۵)

(۳) رادھا سوامی مت، دنیا کا عجیب وغریب مذہب :۔ مولفہ نندو سنگھ حیدرآبادی مطبوعہ بندے ماترم اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۱۸۔

اس کتاب میں بھی رادھا سوامی مت کی تعلیمات سوال وجواب میں بیان کی گئی ہیں۔

(۴) رادھا سوامی مت سندیش :۔ سرورق غائب تھا اس لئے مولف کا نام مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہوسکا۔ نسخہ قدیم ہے۔ کتاب کے تمام مضامین دفعات میں بیان کئے گئے ہیں۔ عبارت کا نمونہ اور بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں :۔

"رادھا سوامی مت کے ابھیاسی کو ان سنجموں کی سنبھال رکھنا چاہیئے۔

دفعہ ۱۲۹۔ جو کوئی رادھا سوامی مت میں شامل ہووے اور اس کے موافق ابھیاس شروع کرے اس کو یہ سنجم واسطے درستی سے کرنے ابھیاس سُرت شبد مارگ کے درکار ہیں :۔

(۱) مانس اہار نہ کرے اور نہ کوئی نشے کی چیز پیوے یا کھاوے حقہ پینا نشے میں داخل نہیں۔

(۲) معمولی کھانے سے آہستہ آہستہ قریب چوتھائی حصہ کے کم کر دیوے اور بہت چکنے چپڑے اور سواد کے بھوجن نہ کھاوے۔

(۳) سونے میں بھی کچھ کمی کرے، یعنی عام طور پر چھ گھنٹے سے زیادہ نہ سووے۔

(۴) سنساری لوگوں سے ضرورت کے موافق میل اور برتاؤ کرے ان سے زیادہ میل نہ رکھے اور بغیر ضرورت کے کسی سنساری معاملے میں دخل نہ دیوے۔

www.taemeernews.com

(۵) سنسکاری پدارتھ اور اندریوں کے بھوگوں کی چاہ فضول نہ اٹھاوے اور نہ اُن کے واسطے فضول جتن کرے، بلکہ جو بھوگ اور پدارتھ میسر آویں اُن میں بھی جس قدر مناسب ہووے احتیاط کے ساتھ برتاؤ کرے

(۶) وقت ابھیاس کے بے فائدہ خیال دنیا اور اس کے پدارتھوں اور بھوگوں کے نہ اٹھاوے۔ اور جو پُرانی عادت کے موافق ایسی گنائون من میں پیدا ہووے تو اس کو جس قدر جلدی ہووے دور ہٹا دے، نہیں تو ابھیاس میں رس نہیں ملے گا۔

(۷) ست پُرش رادھا سوامی دیال اور گورو کا کسی قدر خوف دل میں رکھے اور اُن کی پرشتنا میں اپنی بہتری سمجھے، اور تا راضی میں نقصان پدارتھ اور سوارتھ کا، اور ان کے چرنوں میں دن دن پریت اور پرتیت بڑھاتا رہے۔

(۸) جہاں تک ہو سکے کسی جیو سے برودھ اور ایرکھا دل میں نہ رکھے"

..... (ص ۶۱-۶۲)

www.taemeernews.com

(۹) دیو سماج

دیو سماج کے بانی پنڈت شیو نرائن اگنی ہوتری کان پور کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سولہ سال کی عمر میں وہ رڑکی کالج میں داخل ہوئے اور، اوورسیری کا امتحان پاس کر کے وہیں ملازم ہو گئے۔ رڑکی کالج میں پنڈت شیو نرائن کے ایک استاد ویدانتی تھے جن کے اثر سے انھوں نے بت پرستی ترک کر دی۔ ۱۸۷۳ء میں جب ان کی عمر ۲۳ سال کی ہوئی تو وہ گورنمنٹ اسکول، لاہور میں ڈرائنگ ماسٹر مقرر ہو گئے۔ اس وقت لاہور میں برہمو سماج کا بڑا زور تھا۔ چنانچہ پنڈت شیو نرائن بھی اس کی اصلاحی تحریک سے متاثر ہو کر برہمو ہو گئے، اور دو سال کے بعد سماج کے پرچارک بن گئے۔ اب انھوں نے اپنا نام بھی بدل دیا، اور بجائے شیو نرائن کے سیتانند رکھ لیا۔ چنانچہ اسی نام سے برہمو سماج کے اصول و عقائد کی تبلیغ کے لئے انھوں نے اردو میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے بعض کا ذکر برہمو سماج کی کتابوں کے سلسلے میں پہلے آچکا ہے۔ سماج کے پرچارک ہونے کے بعد انھوں نے اسکول کی ملازمت سے استعفا دے دیا اور سارا وقت دھرم کے کاموں میں صرف کرنے لگے۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد سماج کے ممبروں سے اختلاف رائے کی بنا پر انھوں نے برہمو سماج سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور ۱۸۸۷ء میں ایک نئی سماج قائم کی اور

www.taemeernews.com

اس کا نام 'دیو سماج' رکھا۔ خود اپنے لئے انھوں نے دیوگرو کا لقب اختیار کیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ "مجھ میں دیو جیون کا وکاس ہوا ہے، یعنی میں اعلیٰ ترین روحانی طاقتوں کا مصدر اور منبع ہوں۔" دیو سماج کے ممبروں کے لئے سیوک کا لقب مقرر کیا گیا اور آٹھ چیزوں سے پرہیز کرنا ان کے لئے ضروری قرار پایا:-

(۱) ہر طرح کا نشہ (۲) گوشت خوری (۳) جوا (۴) چوری (۵) رشوت ستانی (۶) بدچلنی، اور ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا (۷) خیانت (۸) قتل بیجا۔

دیو سماج اپنے ابتدائی دور میں ایک طرح کی برہمو سماج ہی تھی، اور اس کے اندر بھی ہندو مذہب کی اصلاح کی وہی روح کام کر رہی تھی جو برہمو سماج کی تحریک کا باعث ہوئی۔ لیکن بعد میں پنڈت شیونرائن نے مغرب کی مادہ پرستی سے متاثر ہو کر خدا کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان کی مادیت صرف خدا کی ہستی اور اس کی پرستش سے انکار تک محدود رہی۔ بجائے خدا کے انھوں نے خود اپنی ذات کو پرستش کا مستحق قرار دیا۔ چنانچہ سیوکوں کے لئے دیوگرو کی پوجا لازمی ٹھہرائی گئی، اور دیو سماج کے مندروں میں ان کی مورتی کی پوجا علانیہ ہوتی ہے۔[1]

دیو سماج کی کتابیں

دیو سماج کی طرف سے اردو میں بہت سی کتابیں شائع کی گئی ہیں، مثلاً (۱) دیو شاستر، حصہ اوّل و دوم (۲) دیو آتما کون ہیں (۳) انسانی دنیا میں ایک اور صرف ایک سچے معبود کا ظہور (۴) انسانی دنیا کے لئے بھگوان دیو آتما ایک اور صرف ایک سچے معبود کیوں ہیں (۵) انسانی دنیا کے وکاس میں دیو آتما کا ظہور (۶) دیو آتما کے سوائے اور کوئی سچا معبود نہیں۔ (۷) نیچ وشکتیوں کی غلامی سے نجات کی ضرورت۔

دیو سماج بک ڈپو، لاہور، کی فہرست میں چند اور کتابوں کے نام بھی درج ہیں جو

---

[1] "ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں" از پروفیسر پریتم سنگھ۔ ص ۵۷-۵۹۔

www.taemeernews.com

اردو میں شائع ہوئی ہیں۔ کتب خانوں میں دیوشاستر کے علاوہ اس فرقے کی اور کوئی کتاب مجھے نہیں ملی۔ یہ کتاب دیوگرو کی تصنیف ہے اور اس میں دیوسماج کی تمام تعلیمات درج ہیں۔ پنڈت شیونرائن نے اسے ہندی میں لکھا تھا۔ بعد میں سماج کی طرف سے اس کا ترجمہ اردو میں کیا گیا۔ ذیل کے اقتباسات اردو ایڈیشن سے ماخوذ ہیں:۔

(۱) دیوشاستر:۔ پہلا حصہ "مصنفہ بانی دیو دھرم"، مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۱ء۔ ص ۱۳۴۔

پہلا باب

"ہم اور تم، اور ہمارے اور تمھارے رشتہ دار، اور ہمارے اور تمھارے سوائے ہر ایک ملک اور براعظم، اور ہر ایک قوم اور رنگ کے سب انسان، سب قسم کے حیوان یعنی چوپائے اور رینگنے والے کیڑے، مچھلیاں اور پرندے، سب قسم کے چھوٹے اور بڑے پہاڑ چھوٹے اور بڑے دریا، چھوٹے اور بڑے میدان اور کھڈ، اور چھوٹے اور بڑے سمندر اور بحر، چھوٹے اور بڑے شہر اور گاؤں ہمارے گھر اور ہمارے گھروں کی سب چیزیں، ہماری یہ زمین، ہمارا سورج اور ہمارے سورج کے چاروں طرف گھومنے والے مختلف سیارے اور چاند جنھیں ہم سچ مانتے اور جانتے ہیں، وہ نیچر ہی کے چھوٹے چھوٹے جزو ہیں۔ یہ سب لاکھوں چھوٹے اور بڑے جاندار اور غیر جاندار وجود اسی طرح نیچر کے وسیع وجود کے مختلف حصے ہیں۔ جس طرح ہمارے ہاتھ پاؤں ناک، کان، ہماری ہڈیاں اور ہماری کھال اور ہمارے بال وغیرہ ہمارے جسم کے مختلف حصے ہیں۔ نیچر کا یہ پھیلاؤ یہیں تک ختم نہیں ہو جاتا

www.taemeernews.com

بلکہ یہ نیچر اپنے ان سب حصوں کے علاوہ اور بھی بہت آگے تک پھیلی ہوئی ہے۔ ہاں اتنی دور تک پھیلی ہوئی ہے کہ جس کی ہم اپنی قوت واہمہ کے ذریعے بھی کوئی حد مقرر نہیں کر سکتے ....." (ص ۳۹-۴۰)

"آؤ، اب ہم اپنی کھوج میں کچھ اور آگے بڑھیں۔ پہلے ہم یہ سوال کریں کہ یہ نیچر جو ہمارے چاروں طرف اربوں اور کھربوں میل سے بھی دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جس میں چھوٹے اور بڑے، قسم قسم کے بے تعداد غیر جاندار اور جاندار وجود موجود ہیں، اس کے ان سب وجودوں کی بناوٹ میں کیا کیا چیزیں پائی جاتی ہیں، یعنی نیچر کے یہ سب قسم کے وجود یا جزو کس کس چیز سے بنے ہوئے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں ہم تمھیں بتانا چاہتے ہیں کہ نیچر میں اس کے جزو کی صورت میں جتنے وجود پائے جاتے ہیں، وہ سب کے سب، چاہے وہ غیر جاندار ہوں اور چاہے جاندار، صرف دو ہی قسم کی چیزوں سے بنے ہوئے ہیں، جن میں سے ایک قسم کی چیز کا نام جڑ یعنی مادہ ہے، اور دوسری قسم کی چیز کا نام شکتی یعنی طاقت ہے۔ ساری نیچر کا مسالہ یہی دونوں چیزیں ہیں، اور ساری نیچر انھیں دو قسم کے مسالوں سے بنی ہوئی ہے۔" (ص ۴۵)

(۲) دیوشاستر :۔ حصہ دوم۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۳۱ء۔ ص ۱۴۱۔

"دیوشاستر کے پہلے حصے میں بتایا جا چکا ہے کہ صرف نیچر ہی حقیقی ہے۔ وہی ہمیشہ سچ تھی اور وہی ہمیشہ سچ رہتی ہے۔ نیچر کے سوائے یا اس سے باہر کچھ بھی اور کوئی وجود بھی اور کوئی بات بھی سچ نہیں۔ اس لئے کسی بھی انسان کے لئے جس جس قسم کا اور جہاں جہاں تک سچا علم حاصل کرنا ممکن ہے اس سارے سچے علم کا بیحد خزانہ نیچر اور صرف نیچر ہی ہے اور

www.taemeernews.com

اس کے سوائے اور کچھ نہیں۔

سچے علم کے حاصل کرنے کے لئے نیچر نے ہی جو طریقے رکھے ہیں انھیں کے ٹھیک جاننے اور انھیں کے مطابق چلنے کی ضرورت ہے۔ انھیں چھوڑ کر اور ان کے خلاف جن جن انسانوں نے صرف اپنی قوت واہمہ کے ذریعے جتنی اور جس جس قسم کی کہانیاں اور جتنی اور جس جس قسم کی مختلف باتیں گھڑ کر انسانی دنیا میں پھیلائی ہیں اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اُن کا معتقد بنایا ہے۔ وہ سب بالکل جھوٹ ہیں۔" (ص ۱-۲)

www.taemeernews.com

جین مذہب

کچھ زمانہ پہلے تک جین مذہب ہندو دھرم کا ایک فرقہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے وجود کی مدت ایک ہزار سال سے زیادہ نہیں خیال کی جاتی تھی۔ لیکن اہل تحقیق نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ جین مذہب کم سے کم اتنا ہی قدیم ہے جتنا بدھ مذہب۔ اس تحقیق کو پروفیسر جکوبی (JACOBI) کی تائید حاصل ہے۔

وردھان یا مہاویر جن کو عام طور پر جین مذہب کا بانی سمجھا جاتا ہے ایک چھتری راجہ کے گھر بیسارہ کے مقام پر جو صوبہ بہار میں پٹنہ سے ستائیس میل کے فاصلے پر واقع تھا ۵۹۹ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ اٹھائیس سال خانگی زندگی میں گزارنے کے بعد اپنی بیوی بچی، اور بھائی بہن کو چھوڑ کر انھوں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور جنگلوں میں چلے گئے۔ وہاں انھوں نے دنیا کے دکھ اور مصیبت اور ان سے رہائی پانے کے طریقوں پر غور کرنا شروع کیا اور چودہ سال کی ریاضت کے بعد محسوس کیا کہ انسانی مصائب کا سدباب ہو گیا چنانچہ جو معرفت انھوں نے اس مدت میں حاصل کی تھی اس سے دوسروں کو مستفید کرنے کے لئے انھوں نے شمالی ہند کا دورہ شروع کیا۔ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا سلسلہ ۵۵۷ ق م سے ۵۲۷ ق۔م تک جاری رہا۔ شمالی ہند میں تیس سال تک جین دھرم کا پرچار کرنے کے بعد انھوں نے ۵۲۷ قبل مسیح میں پاوا پوری کے مقام پر وفات پائی۔ جدید تحقیق سے

www.taemeernews.com

معلوم ہوتا ہے کہ مہابیر جین مذہب کے بانی نہیں بلکہ اس کے مصلح تھے۔ یہ مذہب اُن سے پہلے بھی موجود تھا، اس کے پیشوا پارس ناتھ تھے جن کا انتقال ۸۷۷ ق م میں ہوا۔ اب جین دھرم کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی بنیاد ہزاروں سال قبل رشبھ نے ڈالی تھی اور وہی اس دھرم کے پہلے رہنما تھے۔ پارس ناتھ اس کے تیئسویں اور مہابیر آخری رہنما تھے[1]

جین مذہب کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) انسان کی شخصیت دو حصوں میں منقسم ہے۔ مادی اور روحانی۔

(۲) انسان کامل نہیں ہے۔ لیکن روح انسانی ترقی کر کے کمال حاصل کر سکتی ہے۔ حصول کمال کے بعد یہ اپنی اصلی اور دائمی خاصیت سے لطف اندوز ہوتی ہے جس کی چار خصوصیات ہیں۔ بے پایاں ادراک یا تصور، بے پایاں علم، بے پایاں طاقت، اور بے پایاں روحانی مسرت۔ ان کو مذہبی اصطلاح میں انت درشن، انت گیان، انت ویرج اور انت سُکھ کہتے ہیں۔

(۳) انسان اپنی روحانی فطرت سے اپنی مادی فطرت پر قابو پا سکتا ہے، اور اُسے یہ قابو ضرور حاصل کرنا چاہئے۔ مادے پر پوری طرح قابو پانے کے بعد ہی روح کو کمال آزادی، اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ایسی ہی آزاد اور مسرور روح کو جینا (فاتح) اور تیرتھنکر (رہنما) کہتے ہیں۔

(۴) آخری بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان خود اپنی زندگی کی تمام اچھائیوں اور برائیوں کا ذمہ دار ہے[2]

مسٹر ٹیا نی (BETTANY) اپنی کتاب "ہندوستان کے بڑے مذاہب" میں لکھتے ہیں کہ جین مذہب کے پیرو ترقان یعنی آواگون کے چکر سے روح کے آزاد ہو جانے

---

[1] "جین مذہب کا خاکہ" (انگریزی) از جگمندر لال جینی۔ مطبوعہ کیمبرج ۱۹۱۶ء۔ مقدمہ ص ۲۸-۳۲

[2] " " " " " " " " ص ۲۸

www.taemeernews.com

کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ انفرادی روح کے روح کُلی میں ضم ہو جانے کے قائل نہیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اُن کے یہاں کسی اعلیٰ الوہیت کا تصور نہیں پایا جاتا۔ نرنتان کی منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے جن مدارج سے گزرنا پڑتا ہے وہ یہ ہیں :۔ صحیح ادراک اور واضح علم جس کے بعد فوق الفطرت علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وہ معرفت کُلی کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

اس مذہب کے پیرؤں کے لئے ضروری ہے کہ فیاضی، نرمی، پارسائی، اور اپنے مقصدوں پر غم گین ہونے کی عادت ڈالیں، اور جانوروں بلکہ پودوں کے ساتھ بھی رحم دلی کا برتاؤ کریں۔ یہ لوگ جانداروں کو تکلیف پہونچانے سے سخت پرہیز کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تمام جانوروں، یہاں تک کہ پودوں میں بھی روح موجود ہے۔ وہ بیمار جانوروں کے لئے شفاخانے قائم کرتے ہیں۔ برسات کے موسم میں یا غروب آفتاب کے بعد کھلی جگہ میں کھانا نہیں کھاتے کہ مکھی یا کیڑا مکوڑا منھ میں نہ چلا جائے، پانی کو تین مرتبہ چھان کر پیتے ہیں، اور اس خطرے سے کہ کوئی کیڑا منھ میں نہ چلا جائے ہوا کے رخ کے خلاف نہیں چلتے۔ جو لوگ ان میں زیادہ متشدد ہیں وہ کیڑوں کے خیال سے عبادت کے اوقات میں منھ پر ایک کپڑا ڈال لیتے ہیں۔

جینی دراصل نہ ویدوں کو مانتے ہیں اور نہ دیوی دیوتاؤں کو۔ وہ ذات پات کی تفریق کے بھی قائل نہیں۔ لیکن عملاً وہ بہت کچھ ذات کے قوانین کے پابند ہیں، اور ایک حد تک بہت سے ہندو دیوتاؤں اور دیویوں سے بھی عقیدت رکھتے ہیں۔ خود اپنے مذہب کی بہت سی نیک اور بیش روحوں پر بھی اُن کا اعتقاد ہے۔ جن معاملات میں ویدوں سے ان کے خیالات کی تائید ہوتی ہے، ان میں ویدوں کو مستند سمجھتے ہیں۔ عریانی کی خصوصیت صرف اُن کے "دگمبر" جو گیوں تک محدود ہے، اور وہ بھی محض کھانے کے اوقات میں۔ جینیوں کا دوسرا فرقہ "سوئتامبر" سفید کپڑے پہنتا ہے۔ ان کے ہاں کسی جانور کی قربانی نہیں ہوتی اور اخلاقی پابندیاں سختی سے برتی جاتی ہیں۔ ان کے بہت سے عقائد ہندو اور

www.taemeernews.com

بدھ مذہب کے عقیدوں سے ملتے جلتے ہیں، مثلاً یہ عقیدہ کہ سابق زندگی کے اعمال کے مطابق اسی دنیا میں دوبارہ جنم لینا پڑتا ہے[1]

جین مذہب کی کتابیں

جین مذہب کی جو کتابیں اردو میں مجھے مل سکیں اُن کی فہرست حسب ذیل ہے۔ اُن کے اقتباسات سے اس مذہب کے عقائد اور اصول پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) جین مت سار:۔ مولفہ لالہ سمیر چند جین۔ شائع کردہ جین متر منڈل، دہلی مطبوعہ گیتا پریس ٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۳۵ء ص ۳۹۲۔

اس کتاب کی تمہید میں لالہ سمیر چند نے اردو کی عام مقبولیت کا اعتراف جن واضح الفاظ میں کیا ہے وہ قابل ملاحظہ ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ جین مذہب ہندوستان کا ایک قدیم مذہب ہے، مگر اس کے عقائد و مسائل کا حال عام لوگوں پر اچھی طرح روشن نہیں ہے۔ عام لوگ تو رہے درکنار، خود بہت سے جینی بھی اپنے آبائی دھرم سے ناواقف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے مستند شاستر پراکرت و سنسکرت زبان میں ہیں جن کا آج کل رواج نہیں رہا۔ اس کمی کو پورا کرنے کی غرض سے اٹھارہویں صدی بکرمی میں جین مت کے مشہور پنڈتوں، ٹوڈرمل جی سداسکھ جی، دولت رام جی وغیرہ نے بہت سے گرنتھوں کا ہماری زبان میں ترجمہ کیا جن کو پڑھ کر بہت سے بھائیوں نے فائدہ اٹھایا اور اب تک اٹھا رہے ہیں۔ مگر آج کل وہ بھاشا لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے اس وقت سلسلۂ مذہب کو جاری رکھنے کے واسطے یہ نہایت ضروری ہے کہ اپنے مذہبی اصول و تواریخ کو واقفیت عام کے لئے مروجہ

---

[1] "ہندوستان کے بڑے مذاہب"، ص ۲۴۲۔ مطبوعہ لندن، ۱۸۹۳ء

www.taemeernews.com

زبان میں لکھا جائے۔ اسی خیال سے میں نے ۱۹۱۲ء میں ایک کتاب جین پرکاش، ۱۹۰۶ء میں شاہراہ نجات اور ۱۹۱۱ء میں دھرم کے دس لکشن وخلاصہ مذہب تام کے دو ٹریکٹ اردو زبان میں لکھے تھے۔ اسی سلسلے میں اب یہ کتاب جین مت سار ہے۔ اس میں جو کچھ درج ہے وہ مستند جین شاستروں سے اخذ کیا گیا ہے۔۔۔۔ ۔۔۔۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب زمانہ حال کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرے گی اور اردو خوان جین بھائیوں اور دیگر حق پسندوں کے واسطے ایک بڑی کارآمد چیز ہوگی۔" (ص ۵)

اس کے بعد جین مذہب کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں:-

جین مت دو لفظوں جن، اور مت سے مرکب ہے۔ ایسا شخص جس نے راگ دویش کو جیت لیا، یا یوں کہو، جس کی نہ کسی سے دوستی ہے نہ دشمنی، جو نہ کسی مرغوب طبع دنیاوی شے کے حاصل کرنے کی رغبت رکھتا ہے اور نہ ناگوار طبع شے کو دور کرنے کی خواہش۔ ایسے شخص کے لئے دنیا میں کوئی شے مرغوب یا غیر مرغوب نہیں ہے۔ وہ ہر شے کو اس کی اصلیت کے لحاظ سے دیکھتا اور جانتا ہے۔ اور جن کہلاتا ہے۔ راگ (یعنی محبت)، دویش (یعنی نفرت)، اگیان (یعنی جہالت) سے پیدا ہوتے ہیں۔ کرودھ (غصہ)، مان (غرور)، مایا (فریب)، لوبھ (طمع)، ہنسا، جھوٹ، چوری، زنا، پریگرہ (بوالہوسی) جذبات حیوانی وخواہشات نفسانی ہیں۔ لہٰذا جن مت کے معنی ہیں ایسے شخص کی رائے جس میں نہ تو اگیان ہے اور نہ وہ کسی سے دوستی ودشمنی کے جذبات سے مرعوب ہے۔ پھر ایسا شخص جو کچھ کہے گا وہ بات بلا رد

www.taemeernews.com

درعایت اور بالکل صحیح ہوگی، کیونکہ نہ تو جھوٹ بول کر اسے کسی سے کچھ لینا ہے اور نہ سچ بولنے سے اس کو کسی کا ڈر ہے۔ نہ اس کو کسی کی رعایت منظور ہے اور نہ اسے کسی سے تکرار ہے۔

جن مت کو ہی عام گفتگو میں جین مت بھی کہتے ہیں۔ لفظ "جین" کے معنی "جن" میں اعتقاد رکھنے والے شخص کے ہیں۔ لہٰذا جین مت کے معنی یہ دنیا گیا ہے، کس طرح بنی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ سوالات کی نسبت بلا رو درعایت کہنے والے شخص کی رائے کے ہوئے۔ ایسا شخص ایک ہی نہیں ہوا، بلکہ دنیا میں قدیم سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا جین مت بھی قدیمی مذہب ہے۔ موجودہ کلپ میں یہ مت رشبھ دیوجی نے چلایا ہے۔ (نوٹ :۔ یہاں یہ تبلا دینا ضروری ہے کہ عوام کا یہ خیال کہ جین مذہب کے بانی شری مہابیر سوامی یا بھگوان پارس ناتھ جی تھے غلط ہے۔ یہ ہر دو بزرگ ہستیاں جین دھرم کے چوبیسویں و تیئسویں ریفارمر تھے) یہ رشبھ دیوجی کون تھے۔ ان کی بابت میں اس وقت صرف اتنا تبلاتا ہوں کہ یہ وہی مہاپرش ہیں جن کو ہندو برھما، وشنو، مہیش کے نام سے پکارتے ہیں، اور مسلمان وعیسائی بابا آدم تبلاتے ہیں۔ انھوں نے جو اُپدیش دیا وہی جین مت کے نام سے موسوم ہے۔ جین مت شے کے ہر پہلو پر غور کرنے کی وجہ سے ایکانت مت کہلاتا ہے۔ دیگر تمام مذاہب کے خیالات اس میں مشتمل ہیں اس لئے یہی مذہب یونیورسل مذہب ہو سکتا ہے" (ص ۶-۷)

(۲) سناتن جین درشن پرکاش :۔ مولفہ لالہ سوہن لال جینی۔ مطبع نرنکاری ۱۹۰۲ء۔ ص ۵۳۶۔

www.taemeernews.com

لالہ سمیر چند جین کی طرح لالہ سوہن لال جینی بھی اردو کے مقبول عام ہونے کی شہادت اپنی کتاب کے دیباچے میں دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اردو کے مقابلے میں دیوناگری جاننے والوں کی قلت تعداد کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں :۔

"کئی برسوں سے میرے متر (دوست) ودیگر احباب نے مجھ کو برانگیختہ کیا کہ جین دھرم کو کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ سمجھتا ہے۔ اگر اس بارے میں تم ایک کتاب بنا دو تو بہت اچھا ہوگا، کیونکہ سجن جن تو گن کے گراہی اور ست کے متلاشی ہوتے ہیں۔ سو وہ تو ضرور ہی اس ست دھرم کو پاکر نیک نیتی اور نیک اعمال سے اپنے جنم کو سپھل کریں گے.....

.....مگر آج کل اردو کی زیادہ تر پرورتی ہو رہی ہے۔ دیوناگری سے تو بہت تھوڑے واقف ہیں، زیادہ نہیں۔ اس لئے کتاب اردو ہی میں تحریر ہو تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک پڑھ سکے گا....."

اس کتاب میں جین مذہب کی تعلیمات سوال وجواب میں بیان کی گئی ہیں۔ شروع میں شلوک درج کر کے اُن کا اردو ترجمہ اور شرح لکھی ہے۔ عبارت میں سنسکرت اور بھاشا کی مصطلحات کے ساتھ عربی اور فارسی کے الفاظ بے تکلف استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) جین کرم فلاسفی :۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی، ۱۹۲۴ء ص ۳۲۔

اس مختصر رسالے کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں سنسکرت کی فلسفیانہ اصطلاحات کثرت سے لائی گئی ہیں۔ لیکن مولف نے ساتھ ساتھ ان کا اردو ترجمہ بھی قوسین میں لکھ دیا ہے۔

(۴) جین دھرم دپرماتما :۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ مطبوعہ ہندوستانی پرنٹنگ ورکس، دہلی، ۱۹۲۳ء۔ ص ۴۸

www.taemeernews.com

یہ بابو رکھب داس جین کا دوسرا رسالہ ہے جس میں انھوں نے اس الزام کو دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ جین مذہب میں خدا کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا۔ البتہ ان کے نزدیک "پرماتما میں کرتا ہرتا کی صفت کا نہ ہونا بہ دلائل ثابت" ہے۔

(۵) جین رتن مالا :۔ مولفہ لالہ کیوڑا مل۔ شائع کردہ جین دھرم پرچارک سبھا، راولپنڈی۔ مطبع چودھویں صدی، راولپنڈی بسنہ ۱۹۰۳ء۔ ص ۹۲۔

اس کتاب میں جین مت کے اصول اور تعلیمات سوال وجواب کے طریقے سے بیان کی گئی ہیں۔ مولف نے سوال کے لئے پرشن اور جواب کے لئے اُتر کے سنسکرت الفاظ استعمال کئے ہیں، لیکن عبارت میں عربی اور فارسی کے الفاظ خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ پانچویں باب کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے :۔

"پرشن ۔ جین دھرم میں ایشور کی نسبت کیا خیال ہے۔

اُتر۔ ہم نجات شدہ کو ایشور مانتے ہیں۔

پرشن ۔ اگر مانتے ہو تو ایشور کو کس روپ سے مانتے ہو۔

اُتر۔ کیا نجات شدہ کا بھی کوئی روپ ہے۔ کوئی نہیں۔ مگر ہاں اگر آپ کا یہی اشارہ کرتا کی طرف ہو تو ہم ایشور کو کرتا نہیں مانتے۔

پرشن ۔ جین دھرم میں آتما اور پرماتما کا کیا فرق ہے۔

اُتر۔ آتما کہتے ہیں کرم سہت جیو کو۔ پرماتما کہتے ہیں کرم رہت جیو (یعنی نجات شدہ) کو۔

پرشن ۔ آتما کا جسم کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

اُتر۔ جس طرح آپ کا تعلق اپنی خاص جگہ یا مکان سے ہے، اسی طرح ہے" (ص ۶۷)

(۶) گیان سورج اُدے :۔ حصہ دوم۔ مصنفہ بابو سورج بھان صاحب وکیل، پرکاشک

www.taemeernews.com

جین متر منڈل، دہلی۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس ۱۹۲۵ء۔ ص ۴۴۔ جین متر منڈل ٹریکٹ عـ۳۰۔

اس کتاب کا پہلا حصہ مصنف نے ۳۵ سال قبل شائع کیا تھا۔

"اس میں دلائل عقلی سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ خدا یا ایشور دنیا کا پیدا کرنے والا یا انتظام کرنے والا نہیں ہے بلکہ سب کام خاصیت اشیاء سے ہی ہو رہا ہے....."

حصہ دوم میں کرم اور کرموں کے پھل پر عقلی دلائل سے بحث کی گئی ہے۔

(۷) لطف روحانی عرف آتمک آنند۔ مولفہ ماسٹر بشمبر داس۔ مطبوعہ بیتاب پرنٹنگ ورکس ۱۹۲۳ء۔ ص ۵۲۔

اس رسالے میں روحانی زندگی حاصل کرنے کے طریقے آسان اور سلجھی ہوئی عبارت میں بیان کئے گئے ہیں، اور کہیں کہیں مطلب کی تشریح کے لئے تمثیلی حکایتیں نقل کی گئی ہیں۔

(۸) انمول رتنوں کی کنجی، حصہ اول، "یعنی چار ترجین سناتن سادھو منی راج اور شراوک سمپادک" مولفہ اجودھیا پرشاد۔ امپریل ٹیٹلو پریس، دہلی ۱۹۱۷ء ص ۷۲

"باعث تحریر" کے زیر عنوان بابو اجودھیا پرشاد لکھتے ہیں:-

"ناظرین، چونکہ عرصے سے جین سادھو مہاراج کے چار تر اردو زبان میں لکھنے کی ضرورت میں خود میرے دوست اس وجہ سے محسوس کر رہے تھے کہ بہت سے مقامات پر مثلاً لکھنؤ و کان پور و الہ آباد وغیرہ وغیرہ مقامات پر چند وجوہات سے ایسے مہاتما نہیں بہار کرتے اور وہاں کی عام زبان اردو ہے۔ علاوہ ازیں پنجاب و یو، پی وغیرہ کے ملکوں میں بھی بہت سے ناواقف بھائی تم قسم کے اتہام، شکوک و بدگمانیاں

www.taemeernews.com

کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ گھوری ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آرام طلب دکھانے پینے کے لوبھی ہیں۔ غرض کوئی کچھ کہتا ہے۔ اور کوئی کچھ۔ اب میں نے ان دقتوں کو مدنظر رکھ کر سوال وجواب کے طریقے میں حصہ اول لکھا ہے جس سے اُمید ہے کہ منصف مزاج دوست مہاتماؤں کے درشن و دیکھیاں سے میرے بیان کی آزمائش کرتے ہوئے حصہ دوم وسوم لکھنے میں میری حوصلہ افزائی کریں گے۔ اور اگر کوئی بات خلاف سدھانت یا غلط معلوم ہو تو معافی دیتے ہوئے اس سے مطلع کریں گے۔ ع۔ از خردان خطا بزرگاں عطا۔"

(۹) انمول رتنوں کی کنجی۔ حصہ دوم۔ مولفہ جودھیا پرشاد۔ امپیریل بک ڈپو پریس دہلی ۱۹۱۸ء۔ ص ۴۶۔

اس حصے میں مختلف اشخاص کے مضامین اور نظمیں ہیں۔ چنانچہ دھرم پر مہاتما گاندھی کے ایک لکچر کا اقتباس، اور جانوروں کی قربانی پر گاندھی جی اور مالوی جی کے خیالات بھی نقل کئے گئے ہیں۔

(۱۰) شاہ راہ مکتی (ٹریکٹ نمبر ۳) جس کو شری مہاویر جین برادر ہڈ، گوجرانوالہ، نے جین قوم کے فائدے کے لئے شائع کیا۔" مطبوعہ لال اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۰ء۔ ص ۸۲۔

یہ ۳۶ بھجنوں کا مجموعہ ہے۔ جو اردو رسم الخط میں شائع کیا گیا ہے۔ تاکہ جین مذہب کے "عام بھائی" پڑھ سکیں۔ دیباچہ نگار لکھتا ہے:۔

"یہ سبھا ہر طرح سے جین قوم کی ترقی میں کوشش کر رہی ہے، جس کی طرف سے پیشتر بھی دو ٹریکٹ بنام پارس و شری نیم نکل چکے ہیں۔ اب سبھا نے یہ وچار کر کے کہ ہماری قوم میں زیادہ تر بھجن ہندی بھاشا ہی میں شائع ہوئے ہیں جس کو کہ عام بھائی نہیں پڑھ سکتے اور اردو

www.taemeernews.com

بھجنوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، اس وجہ سے ہم نے یہ ٹریکٹ ۳۲
اردو بھجنوں میں شائع کیا ہے ....."

(۱۱) جین دھرم کی قدامت وصداقت پر یورپین مورخین کی مدلل رائے :۔ مرتبہ لالہ متھرا داس جینی۔ مطبوعہ پرکاش اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۹۱۰ء ص ۱۳۔

اس مختصر رسالے میں بعض یورپین مصنفین کی رایوں کے اقتباسات اردو ترجمے کے ساتھ دئے گئے ہیں۔

(۱۲) جین تتو درپن۔ مولفہ شری سوامی رتن چند جی۔ مطبوعہ بلالی اسٹیم پریس، سادھورہ ضلع انبالہ۔ ۱۹۱۷ء۔ ص ۵۰۸۔

اس کتاب میں جین مذہب کے تتو یعنی اصول وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں عبارت میں عربی اور فارسی کے الفاظ سنسکرت اور ہندی کے لفظوں کے ساتھ ملے جلے ہیں۔ دیباچے کے مندرجہ ذیل اقتباس سے جینیوں میں اردو کی مقبولیت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔

"یہ کتاب ایسے اردو داں اصحاب کے لئے جو پراکرت بھاشا میں دسترس نہیں رکھتے اور جین دھرم کے تتو کو جاننے کی دلی خواہش رکھتے ہیں۔ بڑی محنت اور کوشش سے تیار کروائی گئی ہے..... اس کتاب میں جین دھرم کا تتو گیان نہایت سلیس اردو زبان میں اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کرکے دکھایا ہے، گو کہیں کہیں مناسب اردو الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے کچھ دقت بھی پیش آئی تاہم وہاں بھی سلیس بھاشا کے الفاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

(۱۳) نوتت یعنی جین فلاسفی، مولفہ لالہ نتھورام۔ شائع کردہ جین ٹریکٹ سوسائٹی انبالہ شہر۔ ۱۹۲۱ء۔ ص ۹۲۔

www.taemeernews.com

کتاب کے شروع میں "جین دھرم کے اصول" بارہ دفعات میں بیان کئے گئے ہیں۔ پھر انھیں اصولوں کی شرح ہے۔ عبارت میں سنسکرت اور ہندی کی جو مصطلحات آئی ہیں ان میں سے اکثر کا اردو ترجمہ بھی مولف نے لکھ دیا ہے۔

(۱۴) شری آدشک سوتر اردو حصہ اول۔ مولفہ آتما رام جی، مترجمہ بابو نور آتما رام جینی۔ مطبوعہ کشن مشین پریس، جالندھر ۱۹۱۷ء۔ ص ۶۸۔

اس کتاب میں جین مذہب کے پیروؤں کے لئے عبادت کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱۵) ویراگ پرکاش۔ مترجمہ لالہ جمنا داس۔ مطبوعہ دیال اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۳ء ص ۴۰۔

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں ویراگ کے تین قصے درج ہیں، دو نثر میں اور تیسرا نظم میں۔

(۱۶) آئینہ ہمدردی۔ مولفہ پارس داس۔ مطبوعہ لکشمی پریس، دہلی ۱۹۱۶ء۔ تین حصوں میں حصہ اول ص ۱۲۸ + ضمیمہ ص ۹۵۔ حصہ دوم ص ۸۴۔ حصہ سوم ص ۱۰۰ + ضمیمہ ص ۳

"اس رسالے کو خاکسار مولف نے تین حصوں پر منقسم کیا ہے۔

۱۔ ہمدردی، رحم دلی، گوشت خوری، دل آزاری اور ایذا رسانی کے متعلق بانیان مذاہب، شعراء، فضلا اور حکما وغیرہ کے خیالات مع ایک ضخیم ضمیمہ کے۔

۲۔ پچاس کے قریب مشہور مشہور ہندو اور جین شاستروں کے تقریباً سوا تین سو چیدہ چیدہ اشلوکوں کا ترجمہ۔

۳۔ گوشت خوری کے متعلق ڈاکٹروں کے خیالات و دیگر براہین عقلی مع ایک ضمیمہ۔"

www.taemeernews.com

(۱۷) جین کتھارتن مالا :" جس میں چار کتھا جین دھرم کے متعلق بطور اُپدیش درج ہیں۔ جن کے پڑھنے سے یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں کہ یہ سنسار مثل خواب ہے اور اس کا آرام نقش برآب ہے۔ انسان کو موجودہ وقت غنیمت سمجھ کر دھرم میں ادوم کرنا چاہئے۔ یہ جیو کا پرہت میں سہائی ہوگا۔ سب سری بندی اپنی اغراض و مطالب کے ساتھی ہیں۔ سوائے دھرم کے اور کوئی جیو کے دکھ نوارن کرنے والا نہیں۔" مولفہ جنا داس۔ دیال اسٹیم پریس لاہور۔ ص ۱۲۸۔

(۱۸) جین مذہب کے بتیس سوتروں کا خلاصہ :" جس کو لالہ سمیر چند جین، اکاؤنٹنٹ محکمہ ورکس، پنجاب، نے واسطے افادہ اردو خواں جینی بھائیوں کے بتیس سوتروں کو دیکھ کر انبالہ سے شائع کیا۔"

مطبوعہ کاشی ناتھ الکڑک پریس، انبالہ چھاؤنی ۱۹۲۷ء۔ ص ۹۰۔

(۱۹) راز حقیقت۔ حصہ اول۔ مولفہ سوامی درگا داس جی۔ مطبوعہ ۱۹۳۳ء۔ ص ۱۶۸

اس میں جین مذہب کی تعلیمات سوال و جواب کے پیرائے میں بیان کی گئی ہیں۔

(۲۰) جیون چرتر مہان ستی ۱۰۰۸ شری دروپتا جی مہاراج مع اصول و قواعد جین دھرم مولفہ امرناتھ شرما۔ مطبوعہ پریم پریس، جموں ۱۹۹۳ بکرمی۔ ص ۲۲۱۔

(۲۱) سوانح عمری شری شری بال برہمچاری شری امولک جی مہاراج۔ مرتبہ ماسٹر بشمبر داس۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۳۵ء۔ ص ۱۳۶۔

(۲۲) رپورٹ جالندھر اجلاس سری جین سنگھ، پنجاب۔ مطبوعہ پبلک اسٹیم پریس، سیالکوٹ ۱۹۲۵ء ص ۲۸ ۳۔

(۲۳) جین رتن پرکاش :۔ مصنفہ سوامی جین منی رتن جی۔ مطبوعہ آرمی نیوز پریس، لودھیانہ ۱۹۶۹ بکرمی۔ ص ۳۲۔

اس رسالے میں ۷۳ بھجن ہیں جن کی زبان میں سنسکرت آمیز ہندی کا غلبہ ہے

www.taemeernews.com

گورسم الخط فارسی ہے۔

(۲۴) گوشت مت کھاؤ :۔ مطبوعہ تہکاری اسٹیم پریس ۱۹۲۲ء۔ ص ۸۔

(۲۵) نرگرنتھ پروچن۔ مولفہ پنڈت چوتھ مل جی۔ رفاہ عام پریس، آگرہ ۱۹۹۳ بکرمی ص ۲۵۵۔

یہ کتاب مذہبی اور اخلاقی مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں ہندی عبارت کے ساتھ اردو ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۲۶) حسن اول :۔ جلد اول۔ مولفہ پنڈت جنیشور پرشاد مائل دہلوی شائع کردہ "دی سنٹرل جین پبلشنگ ہاؤس، آرہ"، مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد۔ ص ۲۵۸۔

اس کتاب کا ذکر پیش نظر مقالے کے پہلے باب میں آچکا ہے مولف موصوف جین مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں کیونکہ یہ کتاب ایک جین دارالاشاعت کی طرف سے شائع ہوئی ہے، گو اس میں جین مت کے علاوہ بدھ مت اور ہندو دھرم کے مذہبی فلسفیانہ اور اخلاقی مضامین کا خلاصہ بھی درج ہے۔ اس کے پہلے باب کا ایک اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے جو "وقت" کے عنوان سے ہے۔ یہ عبارت اس شخص کے قلم کی ہے جو مسلمان نہیں ہے، لیکن اردو کو اپنی "مادری زبان" کہتا ہے اور "اس کی ترقی اور بہبودی کی کوشش کرنا ایک سعادت مند اولاد کی طرح"، اپنا "فرض" سمجھتا ہے۔

"وقت"

"غرض اس تغیرات کے سمندر میں کیا جاندار، کیا بیجان، ایک صورت پر کسی کو بھی قرار نہیں ہے۔ وقت ایک پرندہ ہے کہ برابر اڑا چلا جاتا ہے اور اس سرعت سے اڑتا ہے کہ نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں، کان اس کے پروں کی سنسناہٹ سن نہیں سکتے۔ ہاں اس کی گردن میں ایک گھنٹی بندھی ہے جس کی آواز سے اپنی رفتار کا امتیاز اہل دنیا کو کراتا

www.taemeernews.com

جاتا ہے، اور سامان دنیا کو نئے سے پُرانا اور پُرانے سے نیا بناتا جاتا ہے۔ اس کے پنجوں سے اَن گنت دھاگے الجھے ہوئے ہیں۔ یہ جانداروں کے رشتہ حیات ہیں جو پرواز کے ساتھ کھنچتے چلے جاتے ہیں۔ اس میں جس کی حد آجاتی ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی کو موت کہتے ہیں جس پر کسی کو اختیار نہیں ؎

رو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

یہ بھی ایک قسم کی تبدیلی ہے، اور لفظ انتقال کے معنی بھی نقل و حرکت کرنا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ دنیا ایک پُرشور سمندر ہے جس میں ہوا کے زور سے کہیں مینڈھا اچھل رہا ہے، کہیں بھنور پڑ رہا ہے، کہیں پانی پہاڑوں سے ٹکرا آتا ہے، اور کہیں یک رُخا بہا چلا جاتا ہے۔ کسی جگہ فطری دل چسپیوں نے منظر کو حد سے زیادہ دل آویز بنا دیا ہے، اور کسی جگہ ناگہانی حادثوں نے وہ ڈراؤنا اور ہولناک سین دکھایا ہے کہ جی دہلا جاتا ہے۔ دم بھر میں قطرے سے بھاپ، بھاپ سے بادل، بادل سے پانی، اور پانی سے دریا بن جاتا ہے۔ کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں، چمن شاداب ہوتے ہیں، سبزے لہکتے ہیں، پھول کھلتے ہیں جو نگاہوں کو مسرور اور دلوں کو تازہ کرتے ہیں۔ یہی نیچر کی دلچسپیاں ہیں۔ جو ایک آن واحد میں اپنے اپنے حسن کے جلوے دکھا کر اُسی عالم میں محو ہو جاتی ہیں، یعنی چشم زدن میں ان کی ہئیت بدل جاتی ہے۔"

www.taemeernews.com

سکھ مذہب

سکھ مت کے بانی گرونانک، لاہور کے قریب تلوندی نام ایک موضع میں جو دریائے راوی کے کنارے واقع ہے ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ان کی تعلیم زیادہ تر ان کے پیش رو مصلحوں کی تعلیمات پر مبنی تھی، خصوصاً کبیر کی جن کا حوالہ وہ برابر دیتے تھے۔ وہ دراصل ایک گرو یا معلّم تھے اور ان کے چیلے سکھ یا شاگرد۔ لیکن وہ ایک مصلح بھی تھے، اور ان کا مقصد دوسرے ہندو مصلحوں کی طرح جو اُن سے پہلے گزر چکے تھے یہ تھا کہ ہندو مذہب، بالخصوص شمالی ہند کے ویشنو فرقے سے ذات پات کی تفریق، توہمات اور بت پرستی کو دور کریں۔ تاہم یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انھوں نے براہ راست ذات پات کی تفریق کو مٹانے کی کوشش کی انھوں نے صرف یہ کیا کہ ہر طبقے کے آدمیوں کو اپنے اتباع کی دعوت دی اور بتایا کہ خدا ذاتوں کا لحاظ نہیں کرتا۔

گرونانک ہندوستان کے اس حصے میں پیدا ہوئے تھے جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ وہ اگرچہ اصلاً ہندو تھے تاہم مسلمانوں کا اثر اس حد تک قبول کر لیا تھا کہ بت پرستی کو بُرا کہتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ توحید سے زیادہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ خدا پرمیشور یعنی سب کا مالک ہے۔ اُسے برھما یا دوسرے ناموں مثلاً

www.taemeernews.com

گووند وغیرہ سے پکار سکتے ہیں، لیکن اُس کا خاص نام ہری (وشنو) ہے۔ یہ حاکم مطلق کائنات کو عدم سے نہیں پیدا کرتا، بلکہ خود اپنی ذات سے نکال کر وجود میں لاتا ہے۔ یہ اسی کے جوہر کی ایک طرح کی توسیع ہے جو اس کے "کھیل" کے لئے واقع ہوتی ہے۔

گرونانک کی وفات ۲۲ اکتوبر ۱۵۳۹ء کو ہوئی۔ مرتے وقت انھوں نے اپنا جانشین، لڑکے کے بجائے، اپنے ایک شاگرد لہنا کو بنایا جس کا نام اس کی خدمت کے صلے میں انگد رکھ دیا گیا تھا، کیونکہ اس نے اپنے انگ، (جسم) کو آقا کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ گرو انگد بالکل ناخواندہ تھے، گو کہا یہ جاتا ہے کہ انھیں نے گورمکھی خط ایجاد کیا جس میں سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ لکھی گئی۔ انگد نے گرو کی گدی پر اپنا جانشین امرداس کو بنایا، اور اسی طرح یکے بعد دیگرے سات گرو اور نامزد کئے گئے۔ یہی دس سکھ مت کے خاص گرو ہیں۔ بقیہ سات کے نام یہ ہیں:۔ رام داس، ارجن، ہرگوبند ہررائے، کرشن، تیغ بہادر اور گوبند سنگھ۔

سکھوں میں سیاسی اتحاد کا جذبہ سب سے پہلے رام داس نے پیدا کیا جو چوتھے گرو تھے۔ وہ خود ایک سیدھے سادے آدمی تھے۔ لیکن دولت کی قدر اور تنظیم کے فائدے کو سمجھتے تھے۔ ان کی خوش اخلاقی سے اکثر لوگ ان سے وابستہ ہوتے گئے اور ان کو نذریں دینے لگے۔ اس آمدنی سے انھوں نے امرت سر کا تالاب خرید لیا اور اس کا مشہور مندر تعمیر کرایا جو بعد میں تمام سکھ قوم کا مرکز اتحاد بن گیا۔ رام داس اپنے پیرووں کو جو احکام دیتے تھے وہ نظم میں ہوا کرتے تھے۔ ان میں بہت سے احکام کو سابق گروؤں خصوصاً گرونانک کے اقوال کے ساتھ جمع کر کے ان کے لڑکے گرو ارجن نے جو ۱۵۸۱ء میں رام داس کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے تھے۔ ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر دیا۔ اُسی وقت سے گرو کی گدی باپ سے بیٹے کو ملنے لگی، اور پچھلے پانچ گروؤں کی حیثیت معلم سے زیادہ فرمانروا کی ہو گئی۔

www.taemeernews.com

گرو ارجن نے سکھوں کو متحد رکھنے کے لئے ایک کتاب اور کسی قسم کی منظم حکومت کو ضروری سمجھا۔ چنانچہ گرنتھ کی تدوین انھیں سے منسوب کی جاتی ہے۔ انھوں نے مختلف مقامات کے سکھوں سے ٹیکس وصول کرنے کا ایک باقاعدہ نظام بھی قائم کیا۔ انھیں کی سرکردگی میں امرت سر کا تالاب اور مندر سکھوں کا مقدس مرکز بن گیا۔ وہ پہلے سکھ گرو تھے جنھوں نے دنیوی اقتدار اور مذہبی پیشوائی دونوں کو اپنا نصب العین قرار دیا۔

چھٹے، ساتویں اور آٹھویں گرو کی زندگی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ نویں گرو تیغ بہادر کی سرگرمیوں نے اورنگ زیب کو اپنی طرف متوجہ کیا، اور اُس نے تیغ بہادر کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ تیغ بہادر جب قید کی زندگی سے عاجز آ گئے اور رہائی کی امید باقی نہ رہی تو انھوں نے ایک ساتھی قیدی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ان کا کام تمام کر دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ مگر اس واقعے سے سکھوں کی سیاسی تحریک بجائے دبنے کے اور ترقی کرنے لگی۔ تیغ بہادر کی موت نے سکھوں کی تاریخ کا ایک نیا باب کھول دیا۔ اب سکھ ایک جنگجو قوم بن گئے۔

تیغ بہادر کے لڑکے گوونند سنگھ جو دسویں گرو کی حیثیت سے گدی پر بیٹھے اپنے باپ کی موت کا انتقام لینے کے لئے بیچین تھے۔ انھوں نے مغل سلطنت کو مٹا کر اس کی جگہ ایک مستقل سکھ حکومت قائم کرنے کا منصوبہ سوچا۔ ان کی ولادت اور تربیت پٹنہ میں ہوئی تھی، اور وہ ہندو مذہب کے توہمات سے بہت زیادہ متاثر تھے چنانچہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اپنے پیشروؤں کے اصول سے انحراف کر کے درگا دیوی کو منانے کی بھی کوشش کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ برہمنوں نے اُن سے کہا تھا کہ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب اپنے بیٹے کی بھینٹ چڑھائی جائے۔ گوونند سنگھ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے، لیکن لڑکے کی ماں کسی طرح راضی نہ ہوئی۔ مجبوراً اس کے بجائے ایک دوسرے سکھ کو درگا دیوی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

www.taemeernews.com

واقعہ یہ ہے کہ گوونند سنگھ ہی نے سکھوں کو ایک جنگجو قوم بنایا۔ اگر پہلے گرو نانک سکھ مت کے بانی تھے تو دسویں گرو، گوونند سنگھ، سکھ قومیت کی بنیاد ڈالنے والے تھے۔ ان سے پہلے دوسرے مصلحوں نے بھی مذہبی حیثیت سے ذات پات کی تفریق مٹانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن گوونند سنگھ نے اس تفریق کی خرابیوں کو خالص سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھا۔ انِ کے خیال میں ہندوؤں پر مسلمانوں اور دوسرے فاتحوں کا غلبہ زیادہ تر اسی تفریق کی پیدا کی ہوئی نا اتفاقی کا نتیجہ تھا۔ اسی لئے انھوں نے اس باب میں ہندوؤں کے شدید تعصبات کے باوجود سکھ فرقے کے تمام افراد میں کامل معاشرتی مساوات کا اعلان کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے اور تدبیریں بھی اپنے پیروؤں کو ایک علیحدہ قوم بنانے کی غرض سے اختیار کیں۔ مثلاً سکھوں کو اپنے نام میں "سنگھ" کے لفظ کا اضافہ کرنے کا حکم دیا جس کے معنی شیر کے ہیں، اور سر پر لمبے بال رکھنا، ہمیشہ تلوار باندھے رہنا، تمباکو سے پرہیز کرنا، اور بجائے دھوتی کے جانگھیا پہننا ان کے لئے ضروری قرار دیا۔ ان کا نام خالصہ رکھا، یعنی گرو کی مخصوص ملکیت، اور سکھ مت میں داخل ہونے کے لئے بپتسمے کی قسم کی ایک رسم مقرر کی جس کو "پاہل" کہتے ہیں۔ اس رسم کی ادائیگی کے وقت سکھ یعنی چیلے کو حلف لینا پڑتا تھا کہ وہ ان لوگوں سے جو مذہبی حقوق سے محروم کر دئے گئے ہیں میل جول نہ رکھے گا، بت پرستی سے پرہیز کرے گا، گرو کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائے گا اور کبھی دشمن کو پیٹھ نہ دکھائے گا۔

گوونند سنگھ نے ایک دوسرا گرنتھ بھی تصنیف کیا جسے دسویں گرو کا گرنتھ کہتے ہیں، اور جو پہلے گرنتھ کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کر دیا گیا۔ گرو نانک اور ان کے جانشینوں کے اقوال و احکام جو گرداجن نے مرتب کئے تھے۔ زیادہ تر حلم و انکسار اور امن و صلح کی تلقینات پر مشتمل تھے۔ گرو گوونند نے اپنے ضمیمے میں آدی گرنتھ کی مذہبی تعلیمات کی تو پیروی کی، لیکن ان کے علاوہ ایسے اقوال اور احکام بھی شامل کر دئے جن کا مقصد سکھوں

www.taemeernews.com

میں جنگ جوئی کا جوش پیدا کرنا تھا۔ انھوں نے عملاً صلح کے بجائے جنگ کو ایک مذہبی فریضہ قرار دیا۔

گوبند سنگھ مذہبی پیشوا سے بڑھ کر ایک فوجی سردار تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ لڑائیوں میں گزرا۔ لیکن اورنگ زیب کے مقابلے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ مجبور ہو کر وہ مالوہ چلے گئے اور وہاں اپنے لئے ایک عالی شان عمارت تعمیر کرائی جس کو 'دمدمہ' کہتے ہیں۔ یہ مقام بھی سکھ قوم کا مرجع بن گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب کی وفات پر گوبند سنگھ نے اس کے جانشین بہادر شاہ کی عنایت حاصل کر لی تھی۔ اور دکن میں ایک فوجی دستے کی سرداری بھی انھیں بادشاہ کی طرف سے مل گئی تھی۔ مگر وہاں کسی پٹھان نے جس سے ان کی ذاتی نزاع تھی۔ انھیں قتل کرنے کی کوشش میں بُری طرح زخمی کر دیا، اور چند روز کے بعد انہی زخموں کے صدمے سے نادیر کے مقام پر ۱۷۰۸ء میں ان کی وفات ہو گئی

گرو گوبند سنگھ نے اپنا جانشین مقرر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ سکھ مت کو ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے قائم رکھنے کے لئے اقتدار کی ایک موجود علامت ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے گرنتھ کو ایک طرح کا مستقل مذہبی گرو قرار دیا، اور اسے ایک شخصیت دے کر "گرنتھ صاحب" کے نام سے موسوم کیا۔ انھوں نے ہدایت کی کہ "میرے بعد تم لوگ ہر جگہ گرنتھ صاحب کو اپنا گرو سمجھو۔ جو کچھ بھی تم پوچھو گے اس کا جواب وہ دیں گے۔"

گرنتھ کے دو حصے ہیں۔ 'آدی گرنتھ' یا پہلی کتاب، جس کا احترام عام طور پر کیا جاتا ہے اور دسویں گرو کا گرنتھ، جو سکھوں کے متشدد طبقے میں زیادہ مقبول ہے۔ آدی گرنتھ میں کم از کم پینتیس مختلف اشخاص کے منظوم اقوال اور مقولات درج ہیں۔ ان میں پہلے چھ گرو یعنی گرو نانک، گرو انگد، گرو امرداس، گرو رام داس، گرو ارجن، اور گرو تیغ بہادر بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ چودہ بھگت ہیں، مثلاً رامانند، کبیر، پیپا، روی داس، دھنا، نام دیو،

www.taemeernews.com

سورداس وغیرہ، اور پندرہ بھاٹ یا بھٹ درمدح خواں ہیں۔ یہ بھاٹ گرؤں کی مدح میں قصیدے لکھنے پر مامور تھے۔ اور ان کے یہ قصیدے بھی گرنتھ میں شامل کر دیے گئے ہیں۔

گرنتھ کی زبان قدیم پنجابی سے زیادہ قدیم ہندی سے ملتی جلتی ہے۔ سکھ گروؤں نے اس زبان کو غالباً اس وجہ سے اختیار کیا تھا کہ اس کے ذریعے سے وہ تمام ہندوستان کو اپنا پیام پہنچا سکیں گے۔ گرنتھ کا رسم الخط گرمکھی ہے۔

سکھ مت کی بنیاد ایک زبردست مذہبی اصلاح پر قائم کی گئی تھی۔ لیکن فی الحقیقت یہ اصلاحی تحریک ویشنویت یا برہمنیت سے بہت کم مختلف تھی۔ گرنتھ خدا کی وحدانیت کا اعلان کرتی ہے۔ مگر اس کے اندرونی عقائد کی تہہ تک پہونچنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ وحدت ہمہ اوستی خیالات پر مبنی ہے۔ خدا ایک ہی ہے، لیکن وہ اپنے کو ہر جگہ اور ہر چیز میں ظاہر کرتا ہے۔ گرنتھ کے مختلف مقامات سے واضح ہوتا ہے کہ سکھوں نے قادر مطلق کے لیے ویشنو، ہری، کرشن، رام، اور گووند کے نام قبول کر لئے ہیں، اور ان مختلف بزرگ شخصیتوں کو جو ان ناموں کی مسمّی ہیں خدائے واحد کے مظاہر ماننے کے لیے تیار ہیں۔ وہ بت پرستی کو ممنوع قرار دینے پر فخر کرتے ہیں، مگر انھوں نے خود اپنی مذہبی کتاب (گرنتھ) کو ایک بت کی حیثیت دے رکھی ہے۔ اس کی پرستش حقیقۃً وہ اسی طرح کرتے ہیں۔ جیسے ہندو اپنے بتوں کی۔ اسے لباس پہناتے ہیں، آراستہ کرتے ہیں، پنکھا جھلتے ہیں، رات کو بستر پر سلاتے ہیں، اور اس کے ساتھ بہت کچھ ویسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ جیسا کرشن کے بتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

سکھ مت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جنگ مذہب کا ایک ضروری جزو بنا دی گئی ہے۔ اس مذہبی اصول سے عقیدت ظاہر کرنے کے لئے سکھ اپنے گروؤں کے اسلحے کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ مذہباً ہندوؤں سے مختلف ہونے کے باوجود وہ ہندو رسم و رواج کے بھی پابند ہیں، بلکہ اوہام پرستی میں وہ عام ہندوؤں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

www.taemeernews.com

مثلاً گائے میں تقدیس الٰہی کے وجود کے قائل ہیں۔ گائے کو مار ڈالنا ان کے نزدیک قبیح ترین جرم ہے، اور اس کی سزا موت سے کم نہیں۔ یہ عقیدت گرنتھ کے کسی حکم کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کے ذبیحۂ گاؤ کی مخالفت ہے۔ علاوہ بریں وہ ہندوؤں کے آواگون کے عقیدے کو بھی پوری طرح تسلیم کرتے ہیں، اور ان کا اعتقاد ہے کہ وجود کی ۸۴ لاکھ شکلیں ہیں جن سے تمام روحوں کو اپنے اصلی سرچشمے تک پہونچنے سے پہلے گزرنا پڑتا ہے۔

ایک اور خاص خصوصیت اس مذہب کی یہ ہے کہ اس میں گرو کی شخصیت کو غیر معمولی برگزیدگی حاصل ہے۔ ہر معاملے میں، خواہ اس کا تعلق خدا سے ہو خواہ انسان سے گرو کا قول قانون کا حکم رکھتا ہے۔ سکھ یا چیلا بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ گرو ایک قسم کے شربت سے جسے وہ دودھارے خنجر سے ہلا کر متبرک بناتا ہے اس کو بپتسمہ دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ چیلے کو ہری کے نام کی تلقین ایک مخصوص عبارت میں کرتا ہے، اور اس تلقین کا اثر صرف گرو کی زبان سے ادا ہونے پر موقوف سمجھا جاتا ہے۔ وہ چیلے کو حکم دیتا ہے کہ ہری کے نام کا ورد ہمیشہ جاری رکھے، ہری کی صفات حسنہ سے کبھی غافل نہ ہو، اور اس وقت تک چین نہ لے جب تک اپنی ہستی کو ہری کی ہستی میں فنا نہ کر دے[1]۔

ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ (DR. ERNEST TRUMPP) نے اپنے انگریزی ترجمہ گرنتھ میں جو فاضلانہ تمہیدی مقالات لکھے ہیں ان میں سے تیسرے مقالہ "سکھوں کے مذہب کا خاکہ" کے بعض حصوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

گرو نانک خود کوئی مستقل مفکر نہ تھے، اور نہ انھوں نے علمی اصولوں پر کوئی نظام فلسفہ ترتیب دیا۔ وہ اپنے خیالات غیر مرتب طور پر پیش کرتے تھے۔ جو گرنتھ میں جا بجا بکھرے

---

[1] سکھ مذہب سے متعلق یہ تمام معلومات پروفیسر مونیر ولیمس کی کتاب "ہندوستان کی مذہبی فکر اور زندگی"، صفحہ ۱۶۲ الی آخر صفحہ ۱۷۳ سے ماخوذ ہیں۔

www.taemeernews.com

ہوئے ملتے ہیں۔ تمام بنیادی اُمور میں وہ اس زمانے کے عام ہندو فلسفے کی پیروی کرتے تھے، خصوصاً اپنے پیش رو کبیر کی۔ چنانچہ کبیر کے دوہوں کی ایک بڑی تعداد گرنتھ میں شامل کرلی گئی ہے۔ کبیر کے علاوہ دوسرے مشہور بھگتوں کا کلام بھی گرنتھ میں شامل ہے۔ جو اصول و عقائد گرونانک نے بیان کردئے تھے، بعد کے گروؤں نے اُنہی کو بغیر کسی انحراف یا تجاوز کے قبول کرلیا، اور گرداراجن نے جب گرنتھ کو مرتب کردیا تو ان اصول وعقائد پر کبھی شک شبہ نہیں کیا گیا اور گرنتھ ایک مقدس الہامی کتاب سمجھی جانے لگی۔ دسویں گرو گوونند سنگھ نے بہت سی باتوں میں پھر ہندو دھرم کی طرف رجوع کیا، کیونکہ وہ درگا کے خاص پرستار تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ قادر مطلق کی وحدت کے بھی ہمیشہ قائل رہے، اور جو بدعتیں انھوں نے جاری کیں ان کا تعلق عقائد سے اتنا نہ تھا جتنا عملی زندگی سے تھا۔

گرونانک کے عقیدے کی خاص چیز ہستی اعلیٰ کی وحدت تھی، گو ان سے بہت پہلے ہندوؤں کے اکثر فلسفیانہ نظاموں میں یہ تخیل پیش کیا جاچکا تھا اور اسے بھگتوں خصوصاً کبیر نے مقبول عام بنادیا تھا۔ اُس ہستی اعلیٰ کے مختلف نام ہیں۔ (جو سب کے سب ویشنو فرقے کے نظام تسمیہ کے مطابق ہیں) مثلاً برھم، پرمیشور، ہری، رام، گووند وجود فی الحقیقت اسی ہستی کا ہے۔ یہ غیر مخلوق ہے۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ یہ ابدی ہے، اس میں تمام صفات موجود ہیں۔ باوجود اس کے یہ صفات سے معرا بھی ہے۔ اسی وجہ سے اس تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ یہ ہستی غیر مرئی ہے۔ دیوتاؤں کیلئے بھی ناقابل فہم اور ناقابل بیان ہے۔ یہ تمام چیزوں کی اصل اور بنیاد ہے۔ یہ وہ سرچشمہ ہے جس سے سب جاری ہوئے ہیں۔ یہ علت العلل ہے۔ اس معنی میں اس کو خالق کہتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس نام سے غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے یہ مراد نہیں کہ کوئی شے عدم سے وجود میں لائی گئی ہے۔ جب اس ہستی مطلق کو خالق کہا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہی توسیع کے ذریعے کثرت اشکال میں ظاہر ہوتی ہے اسی لئے

www.taemeernews.com

گرنتھ میں بعض مقامات پر تخلیق کو صاف لفظوں میں توسیع کہا گیا ہے۔ گرو ارجن کہتے ہیں:۔ "وہ خود ہی ایک ہے اور خود ہی متعدد ہے" پھر کہتے ہیں:۔ "اسی مالک سے تمام چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ چاہتا ہے تو توسیع کر دیتا ہے اور چاہتا ہے تو ایک ہی شکل میں رہتا ہے" ہر جگہ اور ہر شے میں وہ ایک جاری و ساری ہے۔ یہ تو مایا ہے جسے اس قادر مطلق نے تمام کائنات میں پھیلا رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوقات اپنے آپ کو انفرادی ہستیاں خیال کرتی ہیں۔ دنیا حقیقت میں اس ہستی مطلق کے کھیل سے زیادہ نہیں جو اپنے کو حسب خواہش کشادہ یا تنگ کرتی رہتی ہے۔ ہری قائم کرتا ہے اور منہدم کرتا ہے زندہ کرتا ہے اور فنا کرتا ہے۔ اس نے دنیاؤں کی ایک غیر محدود تعداد پیدا کی ہے جو کھلونے کی طرح ظاہر اور غائب ہوتی رہتی ہیں۔

ہستی مطلق کی یہ تعریف تمامتر وحدت الوجودی ہے۔ گرنتھ میں وحدت الوجود کی دو قسمیں ملتی ہیں، ایک لطیف اور دوسری غیر لطیف۔ غیر لطیف قسم کی وحدت الوجود کے لحاظ سے ہستی مطلق اور کائنات کی تمام اشیا ایک ہی وجود رکھتی ہیں۔ یہ کائنات اپنی مختلف شکلوں میں اسی ایک کی توسیع ہے۔ برخلاف اس کے لطیف قسم کی وحدت الوجود ہستی مطلق اور غیر مطلق اشیاء کے درمیان امتیاز قائم کرتی ہے اور اس کی سرحد خدا پرستی کے عقیدے سے مل جاتی ہے۔ گو خدا اپنی ہی ذات سے تمام اشیا کو پیدا کرتا رہتا ہے۔ تاہم اس کا وجود مخلوقات سے علیحدہ اور جداگانہ رہتا ہے اور وہ مایا سے آلودہ نہیں ہوتا جس طرح کنول کا پھول تالاب میں رہنے کے باوجود پانی سے ممیز رہتا ہے۔

ہر روح کے متعلق سکھوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جسم انسانی میں داخل ہونے سے پہلے وجود کی چوراسی لاکھ قسموں سے وہ گزر چکی ہوتی ہے۔ اسی لئے انسانی وجود اتنا قیمتی خیال کیا جاتا ہے۔ آخری نجات اسی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ تناسخ اور روح

www.taemeernews.com

ہندوؤں کی طرح سکھوں کے نزدیک بھی سب سے بڑی برائی ہے، اور اہم ترین مسئلہ یہی ہے کہ اس سے نجات کیونکر حاصل کی جائے۔ ہندو یا سکھ کا نصب العین جنت نہیں ہے، کیونکہ وہاں وہ ہمیشہ نہیں رہنے پائے گا۔ اس کا نصب العین جیسا کہ بھگتوں اور ان کے پیرو سکھ گروؤں نے سمجھایا ہے، یہ ہے کہ روح سرچشمہ نور میں تحلیل اور انفرادی وجود مکمل طور پر فنا ہو جائے۔

ہستی اعلیٰ کے متعلق سکھ گروؤں کے ہمہ اوستی عقائد میں اگر کوئی شبہ ممکن ہے تو وہ ان کے عقیدۂ زوال سے زائل ہو جائے گا۔ جب کسی شخص کا خدا کا عقیدہ نہیں ہے تو انسان اس سے شخصی رفاقت کا حوصلہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا مقصود صرف یہ ہو سکتا ہے کہ اس جوہر مطلق میں تحلیل ہو کر غائب ہو جائے۔ اسی لئے ہم گرنتھ میں کسی آئندہ زندگی کی مسرتوں کا ذکر نہیں پاتے۔ کیونکہ جنت کا وجود گو تسلیم کیا جاتا ہے، تاہم اسے کوئی پسندیدہ شے نہیں سمجھا جاتا۔ روح کے غیر فانی ہونے کی تعلیم صرف اسی حد تک دی جاتی ہے جس حد تک عقیدہ تناسخ کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ لیکن روح جب اپنے اعلیٰ ترین مقصد کو حاصل کر لیتی ہے تو پھر اس کا ذکر نہیں آتا کیونکہ اب وہ بہ حیثیت ایک انفرادی روح کے باقی نہیں رہتی۔

دنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کر دینا، پانی کے مقدس گھاٹوں پر غسل کرنا خیرات دینا، یہ سب باتیں نیک کاموں میں شمار کی جاتی ہیں، مگر کامل نجات کے لئے کسی طرح کافی نہیں، کیونکہ ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ انانیت کو دور کر سکیں یہ مقصد صرف ہری کے نام سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو معجزانہ طور پر گناہ کی تمام آلائشوں کو دھو دیتا ہے، آواگون سے نجات دلاتا ہے، اور ہری سے پھر ملا دیتا ہے۔ ہری کا نام بنوع انسانی کے درد کی ایک عالمگیر دوا ہے۔ جو اس نام کا ورود رکھتا ہے وہ ایک لمحے میں نجات حاصل کر لیتا ہے۔

www.taemeernews.com

ہری کے نام کا ورد چونکہ نجات حاصل کرنے کا بظاہر ایک نہایت آسان ذریعہ ہے اس لئے سکھ گروؤں نے اس خیال سے کہ وہ خود غیر ضروری نہ سمجھ لئے جائیں. یہ قید لگا دی کہ یہ نام صرف گرو کی تلقین سے حاصل کیا جا سکتا ہے، اور جو شخص بغیر گرو کی تلقین کے اس کا ورد شروع کر دے گا وہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ ہری کا نام صرف سچے گرو سے حاصل کیا جا سکتا ہے، اور گرو اس نام کی تلقین صرف انھیں لوگوں کو کرتا ہے جن کی پیشانی پر ابتدا ہی سے یہ سعادت لکھی ہوئی ہے. چنانچہ نجات عالم گیر نہیں بلکہ محض منتخب اشخاص تک محدود ہے. ان کا انتخاب نیک کاموں کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ ہری کی مرضی پر ہوتا ہے، جس کے اہم اصولوں کا اشارہ گرنتھ میں کہیں نہیں کیا گیا ہے. نتیجہ یہ ہے کہ منتخب لوگوں کی نجات بھی "کھیل" کی مد میں آجاتی ہے. کہیں کہیں یہ چیز بہت صاف لفظوں میں ظاہر کر دی گئی ہے. گرو ارجن کہتے ہیں: "اگر مالک کی مرضی ہو تو آدمی نجات حاصل کر سکتا ہے. اگر مالک چاہتا ہے تو پتھر کو صلیب بنا دیتا ہے. اگر مالک کی مرضی ہو تو وہ گنہگار کو رہائی دے دیتا ہے. وہی خود عمل کرتا ہے. وہی خود باعث ہوتا ہے. اندرونی حاکم کھیل تماشے کرتا رہتا ہے اور وسعت دیتا رہتا ہے جو کام اس کو پسند ہوتا ہے اسے کرا دیتا ہے"

گرنتھ گرو کی تعریف و توصیف سے پُر ہے. گرو ہی کامل نجات کے لئے واحد اور بے خطار رہنما ہے. وہ ہری اور نوع انسانی کے درمیان ایک شفیع کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر خدا کے دربار میں کوئی بھی مقبول نہیں ہو سکتا. اس لئے چیلے کو بے چون و چرا گرو کے احکام کی تعمیل کرنی چاہئے اور اپنے جسم و روح کو اس کا مطیع و فرمانبردار بنا دینا چاہئے، کیونکہ اس کی نجات تمامتر گرو کے رحم و کرم پر موقوف ہے. جو کچھ بھی گرو کہتا ہے۔ ہری اس کی تصدیق و توثیق کرتا ہے. جسے گرو ملا دے وہی ہری سے ملا رہتا ہے. گرو نجات دلانے کی اتنی وسیع قدرت رکھتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ بڑے بڑے

www.taemeernews.com

گنہگاروں کو وہ خود پاک وصاف کر دیتا ہے بلکہ اس کے چیلے بھی اپنے خاندان والوں کی نجات کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہستی اعلیٰ سے دعا و مناجات کا ذکر گرنتھ میں مشکل سے کہیں ملتا ہے لیکن گرو سے دعا اور مناجات کی تاکید اکثر پائی جاتی ہے۔

سکھ گرو جس بلند مرتبے کے مدعی تھے اس کا نتیجہ قدرتاً یہ ہوا کہ انھیں خدائی کا رتبہ دے دیا گیا۔ گرو نانک تو اپنا ذکر بہت انکسار کے ساتھ کرتے تھے۔ اور اپنے تئیں جاہل اور تمام گنہگاروں سے ادنیٰ ہونے کا اقرار کرتے تھے، لیکن ان کے جانشینوں نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اپنے پیروؤں کی ذلیل خوشامد سے گرو کی ہستی اور ہستی اعلیٰ کو ایک قرار دینا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کو خدائی کا وہ منصب دے دیا گیا جو شاید ہی کہیں سنا بھی گیا ہو۔ جان و مال اور عزت و آبرو گرو پر اس طرح قربان کر دی گئی کہ اس سے ہمارے اخلاقی احساس کو سخت صدمہ پہونچتا ہے۔ سکھ قوم کی اخلاقی ترقی کے لئے یہ بڑی خوش نصیبی کی بات تھی کہ دسویں گرو گوونڈ سنگھ کے بعد گرو کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔[1]

سکھوں کی مذہبی کتابیں

سکھوں نے اپنی مذہبی کتابیں جو اردو میں ترجمہ یا تالیف کی ہیں ان کی زبان بھی وہی ہے جسے آج صرف مسلمانوں کی زبان کہا جاتا ہے۔ سکھ مذہب کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب ہے۔ اس کا پورا ترجمہ تو اردو میں اب تک نہیں ہوا ہے، لیکن اس کے اہم حصوں کے متعدد اردو ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ کتب خانوں میں جو ترجمے مجھے مل سکے وہ حسب ذیل

---

[1] ترجمہ آدی گرنتھ (انگریزی) از ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ۔ مطبوعہ لندن، ۱۸۷۷ء تمہیدی مقالہ ۳ ص ۹۷ - ۱۱۱۔

www.taemeernews.com

ہیں :-

(۱) " سری آدگرنتھ " کا ترجمہ اردو زبان میں اس ترتیب سے کہ اول اصل شلوک فارسی خط میں اور پھر اس کی شرح اردو زبان میں" از منشی برج لعل مطبوعہ گیان پریس گوجرانوالہ۔ ص ۴۴۴ سنہ درج نہیں۔ نسخہ قدیم۔

یہ گرنتھ کے ابتدائی حصے کا ترجمہ ہے۔ ممکن ہے اس سلسلے کی دوسری جلدیں بھی چھپی ہوں مگر وہ دستیاب نہیں ہوئیں۔ اس میں جپ جی، کا جو گرو نانک کی تصنیف ہے، ترجمہ اس طرح کیا ہے :-

" ایک اونکار نام کرتار پورکھ نربھو نربیر اکال مورت اجونی سے پھن

گور پرشاد

واحد مطلق یا مظہر صفات ثلاثہ یا محض حق یا فاعل کل وہی ذات پاک ہے جو خوف اور عداوت اور موت اور حدوث سے پاک اور جنم اور مرن یعنی تناسخ اور آواگون سے آزاد اور مظہر رحمت مرشدی ہے۔

جپ

آد سچ جوگ آد سچ ہے بھی

سچ نانک ہوسی بھی سچ

ورد کر کہ ازل میں بھی حق تھا اور عالم سفلی سے پہلے بھی حق تھا اور اب بھی وہی حق ہے اور اے نانک آئندہ بھی وہی حق ہوگا۔"

(۲) عطر روحانی :- ترجمہ جپ جی صاحب۔ از سردار عطر سنگھ۔ مطبوعہ گیان پریس گوجرانوالہ۔ سنہ ۱۹۲۶ء۔ ص ۴۰۔ دیباچے کا ایک اقتباس جس سے کتاب پر روشنی پڑتی ہے حسب ذیل ہے :-

" جپ لفظ ہندی ہے کہ جس کے معنی یاد کرنا پرمیشر کا ہے جپ لفظ

www.taemeernews.com

کے آخیر جی لفظ واسطے تعظیم بزرگ عبارت کے لگایا گیا ہے، اور اکثر سکھ لوگ تصنیفات گرو صاحب کے سبب سے جپ جی صاحب کہتے ہیں۔ یہ جپ جی تصنیف گرو نانک صاحب کی ہے جو پہلے وقتوں میں ان کی تصنیف ہوئی ہے۔ اور پوڑی نام ایک منزل کا ہے جس کا وزن ایک علیحدہ طور پر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان پوڑیوں کے پڑھنے سے آدمی پرمیشر کی درگاہ میں پہونچ سکتا ہے۔ یعنی یہ درگاہ باری تعالیٰ کی سیڑھی ہے۔ اس میں عبارت نظم پوڑی نام سے ہے۔ زبان پرانی ہندی ہے اور عربی و سنسکرت رلی ملی ہے، اور بہت سے لفظ مختلف اپنے ڈھنگ پر مصنف نے تحریر کئے ہیں۔ اکثر ایسی عبارتوں کا پرانے زاہدوں میں صرف ونحو کے قاعدے پر کچھ خیال نہیں کیا جاتا تھا، یہ سبب اس کے کہ ذات پاک میں ہر وقت محو رہتے تھے۔ جس وقت گرو نانک صاحب چاہتے تھے تصنیف کر لیتے تھے۔ جیسا کہ مختلف وقتوں میں سوال کرنے سے جواب دیتے تھے اس کو گرو صاحب کے چیلے لکھ چھوڑتے تھے۔ گرو انگد جو جانشین گرو صاحب کا تھا۔ اس نے گرو صاحب موصوف کی تصنیفوں سے منتخب کر کے انتالیس پوڑیں ایک جگہ لکھیں اور بعدہ چالیسواں ایک شلوک اس میں درج کیا۔ سوال و جواب سدھوں کا (فقیروں میں کراماتی ہیں کہ جن کو آئندہ کا کچھ حال واضح ہوتا ہے اور جو وہ چاہتے ہیں سو کر سکتے ہیں) سلسلہ وار بنا کر پوڑیوں میں قائم کیا، اور ان پوڑیوں کو مردانہ زبانی گاتا تھا اور بجاتا تھا اور ان میں مطلب خدا کو واحد جاننا اور مالک جاننا اور بے انت جاننا ہے اور ان کا مدعا گمراہ دنیا کو عبادت کا سیدھا راستہ بتلانے کا تھا... (ص ۳)

www.taemeernews.com

ترجمے اور شرح کا نمونہ یہ ہے :-

" پوڑی ۱ - قیاس سے وہ عقل میں نہیں آسکتا اگرچہ لاکھ بار ہی قیاس کیا جائے ، اور خاموشی سے اس کی اصلیت کو نہیں پہچانا جاتا. اگرچہ آنکھ موند کر چپ ہو کر برابر بیٹھ رہیں جس طرح خواہش مند کی خواہش نہیں مٹتی اگرچہ ساتوں پوڑیوں کی حشمت کی بہار باندھیں ، ہزار ہا دانائیاں بلکہ لاکھ ہا بھی ہوں مگر پرمیشر کی شناخت میں ایک بھی مدد نہیں کر سکتی. پھر خدا کی تحقیق میں ہم کیسے سچے ہو سکتے ہیں اور کس طرح دروغ یعنی گیان کی دیوار کو توڑ سکتے ہیں - اس لئے ہم یہی کہتے ہیں کہ جو اس کے حکم ہیں اور اس کی مرضی ہے اس میں ہم کو چلنا چاہئے." (ص ۵)

(۳) چپ پر مارتھ :- مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ. مترجم کا نام اور سنہ طباعت درج نہیں. نسخہ بہت پرانا معلوم ہوتا ہے. ص ۳۲ . متن کی ہر سطر کے نیچے اردو ترجمہ لکھا گیا ہے.

(۴) چپ جی صاحب مشرح :- سرورق اور آخری ورق غائب. اس لئے مترجم کا نام، مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا. البتہ " مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات " کے آخری اور " نعت سری گرو نانک جی " کے پہلے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم و شارح کا تخلص مشرقی ہے. مناجات کے خاتمے پر کہتا ہے ؎

مرا انجام ہو باخیر و خوبی　　دعا ہر دم یہی ہے مشرقی کی

مترجم کو نظم و نثر دونوں پر قدرت حاصل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے:-

" در نعت سری گورو نانک جی نرنکاری، مقبول بارگاہ باری

پس از حمد دارائے لوح و قلم　　کرائے مشرقی نعت نانک رقم

ضلالت پہ جب منجنے باندھی کمر　　لگے پوجنے لوگ شمس و قمر

www.taemeernews.com

زیادہ ہوا کذب، کم راستی　　لگی پھیلنے گمرہی اور کجی

کیا ترک جب دھرم سنسار نے　　تو نانک کو بھیجا نرنکار نے
مہاراج حامی شرع متین　　شہنشاہ ملت شہنشاہ دیں
امام الرسل، قدوۃ الانبیا　　شفیع الامم، زبدۃ الاصفیا
سرسروراں، سرور مقبلاں　　شہ عارفاں، مرشد کاملاں (ص ۱۱۰)

"پوڑی دو از دہم

"طالب حق نے سوال کیا کہ جس پاک نام کے سننے میں اس قدر فوائد ہیں تو اس کے ماننے یعنی اس پر یقین کرنے کے فوائد تو بے شمار ہی ہوں گے۔ اس کے جواب میں گورو جی فرماتے ہیں ؎

منے کی گت کہی نہ جائے ـــــ جس کو میں نے دل میں مانا ہے
اس کی قدرت بیان نہیں ہو سکتی۔

شرح :۔ یعنی خداوند پاک کی قدرت اور ماہیت بیان نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ لا انتہا ہے اور بیان کرنے والا محدود۔ ؎

نہ بر اوج ذاتش پرد مرغ وہم　　نہ در ذیل وصفش رسد دست فہم
نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد　　نہ فکرت بغور صفاتش رسد
دریں ورطہ کشتی فرد شد ہزار　　کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

یا اس طرح معنی ہو سکتے ہیں کہ سروں کی کیفیت تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی، منن کی کیفیت اس سے بڑھ کر ہے کہ جس کا پورا پورا حال بیان ہونا محال ہے۔ یعنی اس میں سروں سے بڑھ کر فوائد ہیں۔

جے کو کہئے پچھے پچھائے ـــــ اگر کوئی اس کو بیان کرے تو آخر

www.taemeernews.com

پشیمان ہو۔

شرح ۔ یعنی جو شخص خداوند کی قدرت کا حال بیان کرے گا۔ آخر عاجز ہو کر پشیمان ہوگا، یا ان کے من کی کیفیت کے بیان کرنے سے قاصر رہ کر نادم ہوگا۔ سہ

کہ ناداں دریں رہ فرس راندہ اند بہ لا احصی از تک فرو ماندہ اند

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن"

(ص ۹۱۰۹)

(۵) جپ جی صاحب سٹیک :۔ از منی سنگھ ۔ سرورق غائب

شرح کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے۔

"جب سری گورو نانک دیو جی کا گ بھنڈ سے بحث مباحثہ کر کے سمیر پہاڑ پر گورکو ناتھ کے مکان تشریف لائے تو اس جگہ سدھان نے کہا کہ آپ کون ہیں اور اس جگہ کس طرح آئے ہیں، تو گورو نانک دیو جی نے فرمایا۔

ایک اونکار ..... نانک ہوسی بھی سچ

ارتھ یعنی ترجمہ

ایک اونکار جس کو برہم کہتے ہیں، جب اس نے چاہا کہ میں ایک سے انیک یعنی بہت ہو جاؤں تو اس وقت مایا پیدا ہوئی۔ اس مایا سے تین دیوتے پیدا ہوئے تو پھر سدھوں نے کہا۔

سوال سدھاں :۔ اس اکال پورکھ کا نام کیا ہے ؟

جواب گورو صاحب :۔ ست نام یعنی اس کا نام سچ ہے۔ کرتار پورکھ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ نربھو، اس کو کسی کا ڈر نہیں نرویر،

www.taemeernews.com

یعنی کوئی اس کا دشمن نہیں۔ اکال مورت، یعنی ہمیشہ زندہ، تہلے ہے
اجونی سے بھوگ، یعنی جنم مرن سے رہت ہے۔" (ص ۴-۵)

(۶) پوتھی پنچ گرنتھی :۔ ترجمہ و شرح از بھائی دیارام عاکف، مترجم جنم ساکھی اردو۔ پریس کا نام اور سنہ طباعت درج نہیں۔ ص ۴۶۴۔

اس مجموعے میں گرنتھ صاحب کے مندرجہ ذیل حصے شامل ہیں:۔

(۱) جپ جی۔ (۲) رہ راس۔ (۳) اونکار۔ (۴) سدھ گوسٹ۔ (۵) آنند۔ (۶) یاون اکھری (۷) سکھ منی (۸) آسادی وار۔

نمونے کے طور پر اونکار اور آسادی وار کا ایک ایک ٹکڑا یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے ترجمے کی زبان اور کتاب کی شرح کا اندازہ ہو جائے گا۔

اونکار:" ارتھ۔ نام حق کو۔ ایک جوہر بے بہا ہے۔ اس کا جپ کرنا خلاصۂ کلام ہے اور یہی نفع ہے۔ حرص و ہوا اور غرور برا ہے۔ مدح اور مذمت کرنا بے اعتباری ہے۔ نفس امارہ کا گرفتار جو منکھ ہے۔ وہ دل کا اندھا بیوقوف اور گنوار ہے۔ آدمی دنیا میں نفع کمانے کے لئے آیا ہے لیکن افسوس کہ وہ مزدور ہو کر ٹھگوں سے ٹھگ لیا گیا ہے۔ یقین سرمایہ ہے۔ اور نام الٰہی کا ورد نفع ہے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ سچے پات شاہ کے حضور سچی عزت اسی طریقے سے حاصل ہو سکتی ہے"

(ص ۹۹-۱۰۰)

آسادی وار:" (آسا ایک راگ ہے جو صبح کے وقت گایا جاتا ہے۔ یہ کلام اس راگ میں گایا جاتا ہے)"

محلہ ۱

"ارتھ۔ برہمن پستک (پوتھیاں) پڑھتے ہیں، سندھیا کرتے

www.taemeernews.com

ہیں، اور بحث مباحثہ میں وقت رائگاں کھوتے ہیں، تیھر پوجتے ہیں، بگلا کی طرح سمادھ لگاتے ہیں، منھ سے ایسا جھوٹ بولتے ہیں کہ لوہے کو زیور کی طرح ثابت کر دیتے ہیں۔ گایتری منتر کو تین وقت (صبح، دوپہر شام) بچار کرتے اور پڑھتے ہیں۔ گلے میں موٹے دانوں کی مالا پہنتے ہیں اور ماتھے پر تلک لگاتے ہیں۔ دو دھوتیاں رکھتے ہیں اور پوجا کے وقت پیشانی پر کپڑا ڈالتے ہیں۔ لیکن جو فی الاصل برہمن کے فرائض کو جانتا ہے۔ اس کے نزدیک بالیقین یہ حرکات وافعال سب بے فائدہ محض ہیں۔ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ ٹھیک عمل تو یہ ہے کہ دلی یقین سے نام الٰہی کا ورد کرے۔ لیکن سوائے ہادی برحق کے راستہ نہیں پاسکتا۔" (ص ۴۴۰)

پوتھی جپ جی سٹیک اور پوتھی سکھ منی سٹیک مترجمہ بھائی دیارام عاکف علیحدہ جلدوں میں بھی ہندوستان پریس، لاہور، اور نول کشور پریس، لاہور سے شائع ہوئی ہیں۔

(۷) شری جپ جی صاحب سٹیک :۔ ٹیکا سوامی مترسین جی رام مترہندوستان پریس لاہور۔ بارچہارم ۱۹۲۳ء (کاتب نے سنہ کا ایک ہندسہ سہواً چھوڑ دیا ہے) ص ۱۱۹۔

اس شرح کی زبان میں ہندی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً پوڑی ۱۳ کی شرح یوں لکھی ہے :۔

"من کرنے سے من اور بدھی سرت یا گیان والی ہو جاوے۔ یعنی من اور بدھی میں روشنی اور پرکاش آجاتا ہے۔ من سے سب جگت اپنی سدھ یا اپنے گیان میں آجاتا ہے۔ مطلب یہ کہ پھر اپنے میں مور کھتا یا بیخبری

www.taemeernews.com

نہیں رہتی، بلکہ ایک طرح پر سربس گیان روپ ہو جاتا ہے۔ ایسا لفظ منھ سے پھر نہیں نکلتا کہ میں نہیں جانتا۔ مانو اس میں بس جاننا ہی ہو جاتا ہے۔ اور من سے منھ پر چوٹیں نہیں کھاتا اور کسی کی طرف سے شرمندہ نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں کسی طرح کی خواہش یا ترشنا باقی نہیں رہتی جو انسان کو نیچا دکھانے والی ہوتی ہے اور اس کو سب طرف سے کمی میں رکھتی ہے ....." (ص ۲۰-۲۱)

(۸) پوتھی سکھ متی صاحب :۔ ترجمہ و شرح از سوامی مترسین جی۔ مطبوعہ پریم بلاس پریس، گوجرانوالہ سنہ درج نہیں۔ ص ۲۰۰۔ سرورق پر یہ عبارت درج ہے :۔

"یہ ٹیکا ماہواری رسالہ پریم بلاس میں کئی سال سے مسلسل مضمون کے طور پر شائع ہوتا تھا۔"

عبارت کا طرز وہی ہے جو مترجم کی شرح جپ جی کا ہے۔

(۹) آسادی وار :۔ ترجمہ و شرح از سوامی مترسین جی۔ گردھرا سٹیم پریس لاہور، سنہ ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۵۸۔

یہ رسالہ پریم بلاس بابت نومبر سنہ ۱۹۲۳ء لغایت ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء کے نمبروں کا مجموعہ ہے جس میں آسادی وار کی شرح چھپی ہے۔

(۱۰) پوتھی اونکار :۔ ترجمہ و شرح از سوامی مترسین جی۔ کرشنا اسٹیم پریس، گوجرانوالہ۔ سنہ ۱۹۲۶ء ص ۱۱۸۔

(۱۱) پوتھی رہ راس :۔ ترجمہ و شرح از سوامی مترسین جی۔ گردھرا سٹیم پریس لاہور۔ سنہ ۱۹۲۳ء۔ ص ۱۲۸۔

(۱۲) مضامین خالصہ دھرم پر۔ مصنفہ بھائی دیا سنگھ۔ سنہ ۱۸۸۹ء مطبع کا نام درج نہیں۔ ص ۱۵۸۔

www.taemeernews.com

اس کتاب میں سکھ مت کی تعلیمات پر مختصر مضامین ہیں. مثلاً :۔

"انسان کی پوجا و سمرن"

"جیسا کہ خالصہ دھرم میں پیغمبروں اور اوتاروں کی پوجا بالکل نہیں ہے بلکہ ایک ہی مالک حقیقی کی پرستش جائز ہے ۔ ایسا ہی کسی انسان کی پوجا بھی واجب نہیں ہے. چنانچہ گورو ارجن جی مہاراج فرماتے ہیں (عبارت گورمکھی) جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے پرماتما کا جس کا کبھی ناش نہیں ہوتا ہے اور جو غیر فانی ہے ، دل میں دھارن کرنا چاہئے۔ آدمی کے فانی پاؤں کو نہیں پوجنا چاہئے ، یا اس کا سمرن نہیں کرنا چاہئے اور سب سے بڑھ کر پریم بھی اسی پرش کے ساتھ کرنا چاہئے جو ہمیشہ اٹل ہے اور ایک رس ہے ۔" (ص ۱۹)

(۱۳) سکھ مت کی تعلیم کا سلسلہ :۔ از کنور دلجیت سنگھ سرور ق غائب ص ۳۱ "اخلاق" کے عنوان سے لکھتے ہیں :۔

"زہر کی مانند چیزوں میں) کیوں لگ رہا ہے۔ ذرا بھی (ان سے) اداس نہیں ہوتا. سری گرو صاحب فرماتے ہیں۔ اے من ہری کو بھج (تا کہ) جم کی پھانسی نہ پڑے ۔

سری گرو صاحب دنیاوی عیش ، نفسانی بھوگ ، اور دنیا کی ترقی وغیرہ کو انسان کے لئے زہر کی مانند خیال کرتے ہیں۔ ان باتوں کا شروع میں کبھی خیال بھی نہیں آتا۔ قاعدہ ہے کہ جب انسان جوانی کے عیش بھوگ لیتا ہے ، دنیاوی ترقی کے لئے جد وجہد کر لیتا ہے ، جوش جوانی میں ہر قسم کے گناہ و ثواب کر لیتا ہے ، کبھی اس کے بعد کسی صدمے کے گزرنے اور بوڑھاپے کے قریب آجانے سے اسے آخرت کی فکر

www.taemeernews.com

ہوتی ہے۔ اس کی طبیعت جو پہلے عیش کی طرف جاتی تھی، اب عاقبت کے خیال میں محو رہتی ہے۔ جہاں آگے کوئی گناہ کرتا اور اپنے ضمیر کا خون کر دینا معمولی بات تھی، اب اُسے اس سے ڈر آنے لگتا ہے۔ جہاں آگے رات دن عیش و عشرت اور بے فکری میں گزرتا تھا، اب موت کا سامنا رہنے لگا..... گویا زندگی کی رفتار کا رخ پلٹ جاتا ہے"

(ص ۳۷، ۳۸)

(۱۴) دھرم بچار :۔ از جواہر سنگھ کپور۔ مطبع اسلامی، لاہور۔ ۱۸۸۹ء۔ ص ۱۱۸۔
یہ سکھ مذہب کی تعلیمات پر ایک لکچر ہے۔ جو بھائی جواہر سنگھ کپور نے سری گورو سنگھ سبھا، فیروز پور، کے سالانہ اجلاس منعقدہ اپریل ۱۸۸۹ء میں پڑھا تھا۔

(۱۵) پوتھی شبد ناویں محل :۔ از سوامی تیجا سنگھ۔ مطبوعہ ہندوستان پریس لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۴۔
عبارت میں ہندی کے الفاظ زیادہ ہیں۔ گو ساتھ ساتھ عربی فارسی کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔

(۱۶) پھول پٹاری اردو :۔ مصنفہ بابا برج لبّب سنگھ بیدی مفید عام پریس لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۸۰۔
یہ مختصر کتاب عارفانہ مضامین پر مشتمل ہے جو نظم و نثر دونوں میں بیان کئے گئے ہیں نظم کا حصہ زیادہ ہے "وحدت اور کثرت" کے زیرِ عنوان بیدی صاحب لکھتے ہیں :۔

"پروانہ ذات کا عاشق ہے، صفات کا نہیں ہے، کیونکہ نور ذات ہے، صفات نہیں۔ صفت گرمی اور سردی ہے اور نور میں یہ دونوں طاقتیں ہیں۔ مگر نور دونوں میں نور ہے، خواہ سورج میں گرم ہے اور چاند میں ٹھنڈا۔

www.taemeernews.com

میں تری ذات کو دیکھتا ہوں جو نور ہے اور گنہگاروں کو ظلمت کدہ سے نکالنے والا ہے۔ پروانہ نے اس لذت کو جل کر پایا۔ مجھے تیرے حسن کی ضیا بتا رہی ہے کہ میری جائے تسکین اگر کوئی ہے تو تو ہے۔

وحدت کا مزہ تب آتا ہے جب دل کثرت کے راز سے آگاہ ہو۔ میری نگاہ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کا نظارہ دیکھ رہی ہے اور یہ سرور ہے کہ عالموں کو ورثہ میں نہیں آتا۔

میں صرف الفت کے حقیقی معنی جاننے کا طالب ہوں جس کا سرچشمہ تو ہے۔ تو مجھے اپنی الفت عنایت کر۔ اپنی بندگی دے کہ میرا دل ہمیشہ تیرے سجدہ میں پڑا رہے۔"

(۱۷) جنم ساکھی، بھائی بالا والی۔ مترجمہ بھائی دیا رام عاکف۔ آزاد ہند پریس، لاہور۔ بار سوئم ۱۹۹۲ء بکرمی۔ ص ۷۶۷

یہ گرو نانک کی ضخیم سوانح عمری ہے جسے ان کے جانشین گرو انگد نے گرو نانک کے ایک رفیق بھائی بالا سے معلومات حاصل کر کے قلم بند کرایا تھا۔ سکھوں میں یہ کتاب نہایت مقبول ہے۔ لیکن اس میں جس قسم کی روایتیں درج ہیں۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔

"کابل کی مسجد"

"کابل کی مسجد میں جا بیٹھے۔ ملاں نے کہا تم ہندو نظر آتے ہو اور یہ مسجد قاضی صاحب کی ہے۔

گورو صاحب:۔ تو پھر کیا ہوا۔ ہم تو اسی میں بیٹھیں گے۔

وہ ملاں عناد اور تعصب سے گورو صاحب کو اٹھانا چاہتا تھا، لیکن آپ نہ اٹھتے تھے۔ آخر کار گورو صاحب نے فرمایا۔ ملاں جی، اس قدر

www.taemeernews.com

غرور کیوں کرتے ہو۔ کیا مسجد کو قابو میں رکھ سکو گے ؟

ملّا صاحب :۔ میری مسجد کون اٹھالے جائے گا ؟

گورو صاحب واہگور کا نام لیکر مسجد پر سوار ہو گئے اور اس کو شہر کابل کی چاروں طرف دوڑایا۔ یہ تماشا دیکھ کر سب لوگ حیران ہو گئے۔ اتنے میں قاضی صاحب بھی آگئے۔ دیکھا کہ مسجد دوڑ رہی ہے۔ قاضی صاحب نے اپنے دل میں کہا۔ یا خدا، یہ تو کوئی بڑا ولی ہے، یا کوئی اہل کرامات پیر ہے یا اس زمانہ کا پیغمبر ہے۔ پھر تو سب لوگوں کو ساتھ لیکر قاضی صاحب نے دست بستہ عرض کی۔ اے اللہ کے ولی، اُس خدا کے لئے جس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ مسجد کو کھڑا کر دو۔ گورو صاحب نے مسجد کو چلنے سے ٹھہرایا۔ ہندو اور مسلمان سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے۔

گورو صاحب نے مسلمانوں کو بایاں پاؤں اور ہندوؤں کو دایاں پاؤں پوجنے کی ہدایت کی۔ ہندو اور مسلمان دونوں مل کر گورو صاحب کی پوجا کرنے لگے ....." (ص ۸۵-۵۸۴)

تقریباً ساری کتاب اسی طرح کی راتیوں سے پُر ہے۔

(۱۸) گورو نانک درشن :۔ از پنڈی داس قمر۔ مطبوعہ لکشمی آرٹ اسٹیم پریس راولپنڈی ۱۹۲۴ء۔ ص ۱۱۲۔

یہ گرو نانک کی منظوم سوانح عمری ہے۔ شاعرانہ نکتہ سنجی کے لئے اشعار ذیل ملاحظہ ہوں

گورو نانک درشن

گاں سے گلزار وحدت کا گل کھلتا ہے تو — داد سے وحدت پرستی کے لئے آیا ہے تو

رے سے رہبر گمرہوں کا اے گورو بابا ہے تو — داد سے وصل خدا کا راستہ سیدھا ہے تو

www.taemeernews.com

شکر ہم ایسے محسن کا ادا کیوں کر کریں　　جاں کو صدقے، دل کو قرباں، سر کو ہم بے سر کریں
نون سے ہے نور پھیلا اک جہاں میں چار سو　　ہے الف سے اس احد کا ذکر جاری کو بہ کو
نون سے ہے نامرادوں کی برآئی آرزو　　کاف سے کامل ہے ذات نیک طینت نیک خو

ہے بزرگی کا نشاں نانک کے اک اک حرف میں
دونوں عالم کی بڑائی بھر گئی اس ظرف میں　　(ص ۱۵)

(۱۹) نانک پرکاش :۔ مولفہ گورمکھ سنگھ۔ مطبع آفتاب پنجاب۔ لاہور سنہ ۱۸۸۴ء ص ۴۰۸۔ اس کتاب میں گرو نانک کی تعلیمات شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہیں

(۲۰) گورو ارجن مہاراج کی سوانح عمری" جسے ایک گورو کے سکھ نے بڑی بھگتی سے بنایا"، مطبوعہ نول کشور پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۳ء۔ ص ۷۸۔

(۲۱) سچا بلی دان :۔ شری گورو تیغ بہادر جی کی دھرم پر قربانی"، مرتبہ گوپال سنگھ آنند پرکاش پریس، امرت سر۔ سنہ ۱۸۹۵ء۔ ص ۳۶۔

(۲۲) گورو گوبند سنگھ جی کا جیون چرتر :۔ مرتبہ دولت رائے۔ رفاہ عام پریس لاہور، سنہ ۱۹۰۱ء ص ۲۹۶۔

(۲۳) سوانح عمری شری گورو گوبند سنگھ دہم بادشاہ :۔ مرتبہ مکھن سنگھ۔ پنجاب پریس، لاہور۔ ص ۷۵۔

(۲۴) سکھوں کا روحانی انقلاب :۔ مولفہ لابھ سنگھ۔ کیکی پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۳ء ص ۶۴
اس کتاب کا مقصد سکھوں میں مذہبی بیداری پیدا کرنا ہے۔ دیباچے میں لکھتے ہیں :۔

" دنیا کے مختلف ممالک میں آئے دن سیاسی انقلاب ہوتے رہتے ہیں اور کشت و خون کے دریا بہہ نکلتے ہیں۔ مگر آج ہم تاریخ ہند کے جس جدید روحانی انقلاب کا ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ خالص مذہبی انقلاب ہے۔

www.taemeernews.com

جس میں سیاسیات کو کوئی دخل نہیں۔ برسوں خواب غفلت میں سونے
والے سکھ آج ست گورو کے حکم سے بیدار ہو رہے ہیں، اور اپنی
دھارمک کمزوریوں کو ایک روحانی انقلاب کی صورت میں بسرعت
تمام بدل رہے ہیں۔"

(۲۵) تاریخ دربار صاحب امرت سر:۔ مرتبہ سردار اُدھم سنگھ۔ خادم التعلیم اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۲۰ء۔ ص ۱۱۸۔

" اس کتاب میں دربار صاحب کے مفصل تاریخی حالات، عمارت کی خوبی
مصالحہ کی تفصیل، طلائی اور نقرئی جوڑیاں، مندر کی گلکاری، اور قیمتی
پتھروں کے تاریخی حالات بڑی کوشش سے سردار ادھم سنگھ صاحب
نے لکھے ہیں۔"

www.taemeernews.com

عیسائی مذہب

عیسائی مذہب کے عقائد "صلوٰت الجماعت کی کتاب" (مطبوعہ چرچ مشن پریس، کلکتہ، ۱۸۲۵ء) میں تصریح کے ساتھ ۳۹ دفعات میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ عقائد کلیسائے انگلستان و آئرستان کے مطابق ہیں، جیسا کہ ان کی تمہید میں لکھا ہے:۔

"عقائد جس پر کہ دونوں جگہوں کے اساقفہ اور اسقف الاساقفہ اور سارے علمائے دین اس مجلس میں جو کہ ۱۵۶۲ء میں لندن میں جمع تھی متفق ہوئے کہ آراء کے اختلاف کو دور کریں اور دین صادق میں اتفاق پیدا کریں"

ان میں سے بعض عقائد حسب ذیل ہیں:۔

(۱)

"ایمان تثلیث مقدس کے بیان میں"

"ایک ہی حی و حق خدا ہے۔ وہ قدیم ہے، اور وہ بے جسم اور اجزا اور ہوا و حرص کے، ساتھ اقتدار و حکمت و نکوئی غیر متناہی کے ہے۔ وہ خالق اور حافظ سب مرئی اور غیر مرئی چیزوں کا ہے۔ اور اس وحدت الوہیت میں تین فرد ایک ہی ماہیت و قدرت و قدامت کے ہیں، یعنی باپ اور

www.taemeernews.com

بیٹا اور روح القدس۔"

(۲)

"بیان میں کلمہ یعنی خدا کے بیٹے کے جو کہ الحق انسان بنا"

"بیٹا جو کلمہ باپ کا ہے اور ازل سے باپ سے ظاہر ہوا بعینہ قدیم خدا ہی اور ایک ہی ماہیت باپ کی سے ہے۔ اس نے ماہیت بشری کو مشترک کنواری کے بطن میں اس کی ذات سے اپنے پر لیا۔ سو اب بالکل و مکمل دونوں ماہیت یعنی الوہیت اور انسانیت باہم ایک شخص میں ممزوج ہوئیں (جو کہ ہرگز علیحدہ نہ ہوں گی) کہ جن کا ایک مسیح ہوا، عین خدا اور عین انسان۔ فی الحقیقت اس نے رنج اٹھایا اور صلیب پر کھینچا گیا اور مر گیا اور مدفون ہوا تاکہ ہم کو باپ سے پھر ملائے، اور نہ فقط گناہ جبلّی کے لئے بلکہ آدمیوں کے اعمال کے گناہ کے لئے بھی قربان ہوا"

(۳)

"مسیح کے عالم ارواح میں جانے کے بیان میں"

"جیسے کہ مسیح ہمارے لئے موا اور مدفون ہوا۔ ایسے ہی اعتقاد فرض ہے کہ وہ عالم ارواح میں گیا"

(۴)

مسیح کے حشر کے بیان میں

"مسیح مرنے کے بعد صدتاً پھر اٹھا اور پھر اپنے قالب میں گوشت اور استخواں اور دوسری چیزوں کے ساتھ جو انسان کی عین ماہیت سے متعلق ہیں در آیا، اور اسی شکل پر اس نے عرش پر صعود کیا، اور

www.taemeernews.com

وہاں جب تک کہ روز آخر کو آدمیوں کے محاسبے کے لئے پھر آئے بیٹھا ہے"

(۵)

"روح القدس کے بیان میں"

"روح القدس باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے۔ ایک ہی ماہیت اور مرتبہ اور جلال باپ اور بیٹے کے ساتھ رکھتا ہے، اور حق اور قدیم خدا ہے۔"

مندرجہ بالا عقائد پروٹسٹنٹ چرچ کے ہیں۔ کیتھولک چرچ کی طرف سے دین مسیحی کے اصول مختصر طور پر یوں بیان کئے گئے ہیں:[1]

"مسیحی دین کے مختصر اصول"

دیباچہ

"رب الافواج تم سے کہتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی اور نوکر اپنے آقا کی تعظیم کرتا ہے۔ پر اگر میں باپ ہوں تو میری عزت کہاں؟ اور آقا ہوں تو میرا خوف کہاں؟" (ملاکی نبی کا قول)

"بے شک خدا ہمارا مالک ہے۔ مگر کیا ہم اُسے اپنا باپ بھی کہہ سکتے ہیں؟ کیا وہ ہم کو ایسی ہی شفقت اور محبت اور ہمدردی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جیسے باپ اپنے بیٹوں کو؟۔ البتہ۔ اس نے خود ایسا فرمایا ہے، بلکہ باپ کے نام سے اپنے لئے دعا مانگنی سکھائی یہ دعا جو خداوند مسیح کی زبانی سکھائی گئی۔ بائبل شریف (یعنی کتاب مقدس) میں پائی جاتی ہے۔ اور چونکہ خدا ہمارا مالک بھی ہے۔ اس لئے اسی کتاب میں اس کے دس احکام بھی پائے جاتے ہیں جو موسیٰؑ کے معرفت اُترے

---

[1] مسیحی دین کے مختصر اصول، مطبوعہ انوار ہند پریس، لاہور، یہ چار صفحوں کا ایک مختصر رسالہ ہے۔

www.taemeernews.com

ان حکموں کی رو سے جب ہم انھیں پورے طور پر سمجھیں تو تمام بنی آدم خدا کے قصوروار ٹھیرتے ہیں۔ مگر بائبل میں بھی ذکر ہے کہ آدمیوں کو گناہ سے چھڑانے کے لئے ہمارے خدا نے اپنے عزیز بیٹے یسوع مسیح کو بھیجا اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کو پاک بنانے کے لئے خدا اپنی پاک روح بھی بھیجتا ہے۔ ان باتوں (یعنی انجیل کی تعلیم) کا خلاصہ مسیحی کلیسیا (یا جماعت) کے عقیدے میں مندرج ہے۔ پس یہ عقیدہ اور دس حکم یہاں چھاپ گئے ہیں تاکہ محقق لوگ آسانی سے معلوم کر سکیں کہ مسیحی دین کا خلاصہ کیا ہے.....“

خدا کے دس حکم

(۱) میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو۔

(۲) تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا تو ان کے آگے اپنے تئیں مت جھکا اور نہ ان کی عبادت کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں، اور باپ دادوں کی بدکاریاں ان کی اولاد پر جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں تیسری اور چوتھی پشت تک پہونچاتا ہوں، اور ان میں سے ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور میرے حکموں کو مانتے ہیں رحم کرتا ہوں۔

(۳) تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے۔ کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند اُسے بے گناہ نہ ٹھیرائے گا۔

(۴) تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد رکھ۔ چھ دن تک تو محنت کر کے سارے کام کاج کر۔ لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں کچھ کام نہ کر، نہ تو نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی۔ نہ تیرے مواشی اور نہ تیرا مسافر جو تیرے

www.taemeernews.com

پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین، دریا اور سب کچھ جو اُن میں ہے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھیرایا۔

(۵) تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو۔

(۶) تو خون مت کر۔

(۷) تو زنا مت کر۔

(۸) تو چوری مت کر۔

(۹) تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔

(۱۰) تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔ تو اپنے پڑوسی کی جورو اور اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدہے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔"

"رسولوں کا عقیدہ"

"میں ایمان رکھتا ہوں خدا قادر مطلق باپ پر جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور یسوع مسیح پر جو اس کا اکلوتا بیٹا اور ہمارا خداوند ہے۔ وہ روح القدس کی قدرت سے پیٹ میں پڑا۔ کنواری مریم سے پیدا ہوا پنطیس پیلاطس کے عہد میں دکھ اٹھایا۔ مصلوب ہوا۔ مر گیا اور دفن ہوا۔ عالم ارواح میں اُتر گیا۔ تیسرے روز مردوں سے جی اُٹھا۔ آسمان پر چڑھ گیا، اور خدا قادر مطلق باپ کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔

میں ایمان رکھتا ہوں روح القدس پر، پاک کیتھلک کلیسیا پر مقدسوں کی شراکت، گناہوں کی معافی، بدن کی قیامت، اور ابدی زندگی پر۔ آمین"

www.taemeernews.com

توریت اور انجیل کے اردو ترجمے

غیر اسلامی مذاہب میں سے سب سے زیادہ مسیحی مبلغین نے اپنی کتابیں اردو میں ترجمہ اور تالیف کر کے شائع کی ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے وسط ہی سے انھوں نے توریت اور انجیل کے ترجمے شائع کرنا شروع کر دئے تھے۔ ان ابتدائی تراجم کی فہرست گریرسن (GRIERSON) نے اپنی مشہور کتاب "ہندوستان کا لسانی جائزہ" جلد نہم میں دی ہے[1]۔ اس فہرست میں ان تراجم کے علاوہ جو ہندوستانی زبان یعنی اردو میں کئے گئے ہیں۔ ہندی، ہندوی اور کیتھی زبانوں کے ترجمے بھی شامل ہیں۔ یہاں صرف ان کتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جو اردو میں ترجمہ ہوئی تھیں۔ انگریز اور یورپین مصنفین ہندوستانی زبان سے عموماً اردو زبان مراد لیتے تھے۔ ہندی ان کے نزدیک ایک مختلف زبان تھی۔ چنانچہ گریرسن کی اس فہرست سے بھی اس کی صراحت ہوتی ہے۔

(۱) کتاب پیدائش کے پہلے چار بابوں کا ترجمہ ہندوستانی میں۔ از بنجمن شولٹز۔ (BENJ. SCHULTZE) مطبوعہ ہال (HALLE) ۱۷۴۵-۴۶ء۔

(۲) ترجمہ کتاب دانیال:۔ از شولٹز۔ مطبوعہ ہال ۱۷۴۸ء۔

(۳) کتاب لوقا کا ترجمہ ہندوستانی زبان میں۔ از شولٹز ۱۷۴۹ء طبع ثانی ۱۷۵۳ء۔

(۴) بنجمن شولٹز نے کتاب مقدس کے مندرجہ ذیل حصوں کے ترجمے بھی ہندوستانی زبان میں کئے تھے جو ہال سے شائع ہوئے:۔

رسولوں کے اعمال ۱۷۴۹ء۔ یعقوب کا خط ۱۷۵۰ء مرقس کی انجیل ۱۷۵۳ء
یوحنا کی انجیل ۱۷۵۳ء۔ مکاشفہ یوحنا ۱۷۵۳ء۔ نیا عہدنامہ ۱۷۵۳ء

(۵) یسوع مسیح کے نئے عہدنامہ کا ترجمہ ہندوستانی زبان میں مرزا محمد فرحت اور

---

[1] LINGUISTIC SURVEY OF INDIA BY G.A.GRIERSON
VOL IX. CALCUTTA. PP. 40-41,

www.taemeernews.com

فورٹ ولیم کالج کے دوسرے ہندوستانی فاضلوں کا کیا ہوا۔ نظر ثانی از ولیم ہنٹر مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۸ء۔

(۶) سیرام پور کے مشنریوں کا ترجمہ انجیل ہندوستانی زبان میں۔ مطبوعہ سیرام پور۔ گریرسن لکھتا ہے کہ اس کی زبان زیادہ تر ہندی ہے۔

(۷) انجیل کا ترجمہ یونانی زبان سے ہندوستانی زبان میں۔ از ریورنڈ مارٹن (REV. H. MARTIN) مطبوعہ سیرام پور ۱۸۱۴ء۔ یہی ترجمہ لندن میں ۱۸۱۹ء میں چھپا۔

کتاب مقدس اور اس کے مختلف حصوں کے ترجمے جن کی فہرست گریرسن کی کتاب سے اخذ کر کے اوپر نقل کی گئی ہے مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔ جو تراجم مل سکے وہ حسب ذیل ہیں۔ ان میں سے اکثر کے اقتباسات بھی درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے مضمون کے علاوہ زبان پر بھی کافی روشنی پڑے گی۔

(۱) "کتاب مقدس کا آخری حصہ، یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل جو متی، مارک، لوک اور یوحنا سے لکھی گئی تھی اور رسولوں کے اعمال اور نصیحت و نبوت کے خطوط۔ یونانی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ کلکتہ انگریزی اور امریکے کی دینی مجلس کی مدد سے باپتسمت مشن چھاپا خانے میں چھاپا کیا گیا۔ ۱۸۳۹ء یسوعی)" ٹائپ نسخ۔ ص ۸۲۲۔

"رسولوں کے اعمال" کا ایک اقتباس مندرجہ ذیل ہے:۔

"اے تھیوفلے، میں پہلی کتاب میں بیان کر چکا ان سب کاموں اور نصیحتوں کو جو یسوع کرتا رہا اس وقت تک کہ وہ روح قدس سے اپنے برگزیدہ رسولوں کو حکم دے کے اوپر اٹھایا گیا، جن کے نزدیک اس نے بعد اپنے مرنے کے اپنے تئیں بہت سی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک انھیں دکھائی دے کے خدا کی بادشاہت کی باتیں کہتا رہا اور

www.taemeernews.com

انھیں اکٹھا کر کے یہ حکم کیا کہ یروشالم سے باہر نہ جاؤ بلکہ جو وعدہ باپ نے کیا جس کا ذکر تم مجھ سے سُن چکے ہو اس کا انتظار کرو کہ یحییٰ نے تو پانی میں غوطہ دلایا پر تم کو تھوڑے دنوں کے بعد روح قدس میں غوطہ دلائے جاؤ گے"۔ (ص ۳۷۰)

سنہ ۱۸۴۴ء میں اسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن باپتسمت مشن پریس کلکتہ میں چھپا۔

(۲) ہمارے خداوند یسوع مسیح کا نیا وثیقہ۔ مطبوعہ بائبل پریس، کلکتہ سنہ ۱۸۴۱ء ٹائپ نسخ۔ ص ۵۵۳۔

اس ترجمہ کی زبان بہ نسبت سابق ترجمہ کے جس کا اقتباس اوپر دیا گیا ہے۔ زیادہ صاف ہے۔

(۳) کتاب القدس۔ جلد اول۔ پیدائش سے آستر تک۔ مطبوعہ بائبل پریس کلکتہ۔ سنہ ۱۸۴۳ء۔ ٹائپ۔ نسخ۔ ص ۱۰۱۲۔ ترجمہ کا نمونہ یہ ہے:۔

"ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اور زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا۔ اور خدا کی روح پانی پر جنبش کرتی تھی۔ اور خدا نے کہا کہ اجالا ہو اور اجالا ہو گیا۔ اور خدا نے اجالے کو دیکھا کہ اچھا ہے۔ اور خدا نے اجالے کو اندھیرے سے جدا کیا۔ اور خدا نے اجالے کو دن کہا اور اندھیرے کو رات کہا۔ سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔" (ص ۱)

(۴) کتاب القدس:۔ جلد ثانی۔ ایوب سے ملاکی تک۔ مطبوعہ ایشیاٹک پریس کلکتہ۔ سنہ ۱۸۴۳ء ٹائپ۔ نسخ۔ ص ۴۴۷۔

(۵) کتاب مقدس۔ دو حصوں میں۔ پہلا حصہ پیدائش کی کتاب سے استثنا تک۔ ص ۳۰۶۔ دوسرا یوحنا کے بیٹے یشوع کی کتاب سے سلاطین کی دوسری کتاب

www.taemeernews.com

تک. ص ۷، ۲۵. ٹائپ نستعلیق۔

سرورق غائب اس لئے مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا۔

(۶) کتاب مقدس :۔ یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل جو متھی، مارک، لوک اور یوحنا سے لکھی گئی تھی اور رسولوں کے اعمال اردو زبان میں"۔ مطبوعہ باپتست مشن پریس کلکتہ ۱۸۴۹ء۔ ص ۴۱۳۔

یہ ترجمہ باپتست مشنریوں کا کیا ہوا ہے۔ سرورق کی انگریزی عبارت میں بجائے اردو کے "ہندوستانی" لکھا ہے:۔ (THE FOUR GOSPELS AND THE ACTS IN HINDUSTANI) اسی "ہندوستانی" کو ترجمہ کے ذیلی عنوان میں "اردو زبان" لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنے والے ہندوستانی اور اردو کو ایک ہی زبان سمجھتے تھے۔

(۷) مقدس کتاب کا احوال :۔ از ریورنڈ ٹی۔ ہورنلے۔ (REV. T. HOERNLE) مطبوعہ آرفن پریس، مرزاپور۔ ۱۸۵۹ء ص ۲۸۰۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر بارتھ (REV. DR. BARTH) کی کتاب (SCRIPTURE HISTORY) کے جرمن نسخے سے کیا گیا ہے۔ ایک اقتباس حسب ذیل ہے :۔

دنیا کی پیدائش

مسیح سے ۴۰۰۴ برس آگے

"خدا نے اپنے کلام سے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اُس کے پیدا کرنے سے پہلے خدا کے سوا کچھ نہ تھا۔ خدا ہی قدیم و قادر ہے۔ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ اس نے نہ چاہا کہ آسمان و زمین اور ان کی سب چیزیں ایک ہی بار دکھلائی دیں بلکہ رفتہ رفتہ ظاہر و تیار ہو دیں۔ کیونکہ اس نے پہلے ہی سب کا بندوبست

www.taemeernews.com

شمار اور پیمانے اور تول سے کر لیا۔ سو خدا نے آسمان و زمین کو چھ دن میں بنایا۔

دنیا خالی اور ویران تھی اور گہراؤں کے اُوپر اندھیرا تھا تب خدا نے کہا کہ اجالا ہووے اور اجالا ہو گیا۔ اور خدا نے اجالے کو اندھیرے سے جدا کر کے اجالے کو دن اور اندھیرے کو رات کہا۔ اسی طرح پہلی رات اور اور پہلا دن ہوا۔ دوسرے دن خدا نے وہ پھیلاؤ بنایا جو زمین کے چاروں طرف ہے، اور اس نے پانیوں میں ایسی جدائی کی کہ کچھ پانی پھیلاؤ کے اوپر اور کچھ نیچے رہ گیا۔ اور اس نے پھیلاؤ کو آسمان کہا۔ تیسرے دن خدا نے زمین کے اوپر پانیوں کو زمین سے جدا کیا، اور گھاس اور نباتات، اور پھل دار درخت زمین سے اُگائے۔ چوتھے دن خدا نے روشنی دینے والی چیزوں کو جن سے زمین پر نشانیاں، وقت، موسم، دن، مہینے اور برس ظاہر ہوویں بنایا۔ سو اس نے ایک بڑی روشنی دن کے لئے اور ایک چھوٹی روشنی رات کے لئے بنائی اور ستاروں کو بھی (سیارے) بنایا۔ پانچویں دن خدا نے مچھلیوں اور طرح طرح کے جانوروں کو جو پانی میں رہتے ہیں اور رنگ برنگ پرندوں کو جو ہوا میں اڑتے ہیں بنایا۔ اور ان کو برکت بخشی۔ چھٹے دن خدا نے ان سب جانوروں کو جو زمین پر چلتے ہیں نوع بنوع پیدا کیا، اور اسی دن اس نے آدمی کو بھی یہ کہہ کے بنایا کہ ہم اُسے اپنی صورت پر بنادیں کہ وہ دریائی مچھلیوں اور آسمانی پرندوں اور سب جانوروں اور ساری دنیا پر سرداری کرے۔ سو خدا نے آدمی کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور نر و مادہ بنایا، اور ان کو برکت دے کر کہا کہ بڑھو اور پھیل جاؤ اور دنیا کو آباد اور اپنا تابعدار کرو اور جب

www.taemeernews.com

خدا سب کچھ پیدا کر چکا تب اس نے اپنے سارے کاموں پر نظر کر کے
دیکھا کہ بہت اچھے ہیں۔
اسی طرح خدا چھ دن میں آسمان و زمین اور ان کی ساری آبادی کامل
کر کے ساتویں دن فارغ ہوا۔ اور اس نے اس دن کو مبارک اور مقدس
ٹھہرا کے آرام کے واسطے مقرر کیا، اس لئے کہ اس نے اپنے سب کاموں
سے جو کرنا تھا فراغت پائی۔" (ص ۱-۳)

(۸) کتاب عہد جدید۔" یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل۔ یونانی زبان سے
ہندوستانی زبان میں ترجمہ کی گئی۔ اور شہر لندن میں ولیم واٹس کے مطبع میں چھاپی
گئی سنہ ۱۸۲۰ء یسوعی"، ص ۵۱۱۔ ٹائپ نسخ۔
ترجمے کی "ہندوستانی زبان" وہی ہے جس کے نمونے اوپر گزرے۔

(۹) زبور کی کتاب:" اس کا ترجمہ عربی زبان سے زبان اردو میں ہوا۔ بریلی۔ امریکن
متھودست مشن پریس میں پادری واٹس صاحب کے اہتمام سے چھپی۔ سنہ ۱۸۴۳ء۔ ص ۱۷۵۔

"تیسری زبور"

" ان لوگوں کا امن و چین جن کی حفاظت خدا کرتا ہے۔
" اے خداوند۔ وے جو مجھے دکھ دیتے ہیں کیا ہی بڑھ گئے ہیں۔ وے بہت ہیں
کہ جو میری مخالفت پر اٹھتے ہیں۔ بہتیرے میری جان کی بابت کہتے ہیں کہ
خدا سے اب اس کی نجات نہیں۔ صلا۔ پر تو اے خداوند میرے لئے سپر
ہے۔ تو میری شوکت اور میرا سرفراز کرنے والا ہے۔ میں نے خداوند کی طرف
اپنی آواز بلند کی اور اس نے میری دعا اپنے کوہ مقدس پر سے سن لی۔
صلا۔ میں لیٹ گیا اور سو رہا۔ میں جاگ اٹھا۔ کیونکہ خداوند میرا حافظ ہے۔

www.taemeernews.com

اگر دس ہزار آدمی مجھے گھر لیویں میں ان سے نہیں ڈرنے کا. اُٹھ اے
خداوند، اے میرے خدا، مجھے بچا کہ تو نے میرے سارے دشمنوں کے
گالوں پر طمانچے مارے. تو نے شریروں کے دانت توڑے. خداوندہی
نجات دیتا ہے. تیری برکت تیرے بندوں پر ہے. صلا " (ص ۴)

(۱۰) **کتاب مقدس** :" یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ. پہلی جلد. جس میں سب کتابیں پیدائش سے لے کے زبور کی کتاب تک مندرج ہیں. نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کی طرف سے مرزاپور کے آرفن اسکول پریس میں ڈاکٹر میتھر صاحب کے اہتمام سے ۱۸۶۷ء میں چھاپی گئی." بڑی تقطیع ص ۷۷۰. ٹائپ نسخ.

(۱۱) **انجیل مقدس** :" یعنی ہمارے خداوند اور نجات دینے والے یسوع مسیح کا نیا عہدنامہ. مدراس میں بیبل سوسیٹی کے حکم سے کرسٹن نالج سوسیٹی پریس کے چھاپے خانے میں چھاپی گئی. ۱۸۶۶ء " ٹائپ نسخ.

اس جلد میں ہر حصے کے صفحات کے نمبر علیحدہ ہیں.

(۱۲) **کتاب مقدس** :" یعنی پُرانا اور نیا عہدنامہ. اس کا ترجمہ عبرانی یونانی زبانوں سے زبان اردو میں ہوا. جسے تصحیح کر کے اب چوتھی بار چھپواتے ہیں. مرزاپور میں نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کی طرف سے آرفن اسکول پریس کے وسیلے ڈاکٹر میتھر صاحب کے اہتمام سے ۱۸۷۰ء میں چھاپی گئی." ٹائپ نسخ. پرانے عہدنامے کے صفحات کی تعداد (۱۱۲۳) ہے. نئے عہدنامے کے صرف (۴۴۳) صفحات اس نسخے میں ہیں. آخری صفحات غائب ہیں.

(۱۳) **انجیل مقدس** :" یعنی ہمارے خداوند اور نجات دینے والے یسوع مسیح کا نیا عہدنامہ. اس کا ترجمہ یونانی زبان سے زبان اردو میں بنارس ٹرانسلیشن کمیٹی سے کیا گیا. بمطبع امریکن مشن لودیانہ واسطے امریکن بیبل سوسائٹی کے باہتمام پادری

www.taemeernews.com

دیری صاحب چھاپی گئی۔ ۱۸۷۳ء۔" ص ۵۴۹۔

مرقس، باب دہم، کا ایک اقتباس حسب ذیل ہے :-

"پھر وہاں سے اٹھ کر یردن کے پار یہودیہ کی سرحدوں میں آیا، اور لوگ اُس پاس پھر جمع ہوئے، اور وہ اپنے دستور کے موافق پھر انھیں تعلیم کرنے لگا۔ اور فریسیوں نے اُس پاس آکے امتحان کی راہ سے اس سے پوچھا۔ کیا روا ہے کہ مرد جورو کو طلاق دے۔ اُس نے انھیں جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تمھیں کیا حکم دیا ہے۔ وے بولے موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کے طلاق دیں۔ تب یسوع نے جواب دیا اور انھیں کہا۔ اس نے تمھاری سخت دلی کے سبب سے تمھارے لئے یہ حکم لکھا۔ لیکن خلقت کی ابتدا سے تو خدا نے انھیں ایک نر اور ایک مادہ بنایا۔ اس سبب سے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنی جورو سے ملا رہے گا، اور وے دونوں ایک تن ہوں گے۔ سو وے اب دو تن نہیں بلکہ ایک تن ہیں۔ پس جسے خدا نے جوڑا ہے آدمی جدا نہ کرے۔ اور گھر میں ہو کے اس کے شاگردوں نے اس سے اس بات کی بابت پوچھا۔ اس نے انھیں کہا جو کوئی جورو کو چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے تو اس کی نسبت زنا کرتا ہے۔ اور اگر جورو اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہی جائے تو وہ بھی زنا کرتی ہے،، (ص ۹۷)

(۱۴) کتاب مقدس :- پرانا عہد نامہ۔ جلد اول۔ یعنی جس میں سب کتابیں پیدائش سے لیکر آستر تک مندرج ہیں۔ بمطبع امریکن مشن، لودیانہ، واسطے نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کے باہتمام پادری ویری صاحب چھاپی گئی ۱۸۷۳ء۔"

(۱۵) کتاب مقدس :- پرانا عہد نامہ۔ جلد دوم۔ یعنی جس میں سب کتابیں ایوب سے

www.taemeernews.com

ملاکی تک مندرج ہیں۔ بمطبع امریکن مشن لودیانہ، واسطے نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی کے باہتمام پادری ویری صاحب چھاپی گئی ۱۸۷۴ء"

(۱۶) توریت مقدس :۔ سرورق غائب۔ طباعت قدیم۔ لیتھو۔ ص ۳۰۶۔

اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ دنیا کی پیدائش کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرا بنی اسرائیل کے یسوع کے ساتھ کنعان میں داخل ہونے کے بیان سے۔ اور تیسرا یہوداہ کے بادشاہ حزقیاہ کے عمل سے شروع ہوکر یہودیوں کی اسیری کے باقی احوال پر ختم ہوتا ہے۔

(۱۷) متی کی انجیل :۔ شائع کردہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی، لاہور۔ ص ۶۲۔ پریس کا نام اور سنہ طباعت درج نہیں۔ مندرجہ ذیل اقتباس مضمون اور عبارت دونوں کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔

"یسوع شریعت کو پورا کرنے اور کرانے والا۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہوجائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمھاری راست بازی فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔" (ص ۸)

www.taemeernews.com

(۱۸) زبور:۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ باردوم ۱۹۰۴ء ص ۱۲۹۔

(۱۹) پُرانا عہدنامہ:۔ یہ نسخہ ناقص ہے۔ زبور کی کتاب سے شروع ہوکر آخر تک چلا جاتا ہے۔ شروع کے (۲۸۴) صفحے اس جلد میں نہیں ہیں۔ آخری صفحے کا نمبر (۱۱۲۳) ہے۔ ٹائپ۔ مطبع وسنہ طباعت لامعلوم۔

(۲۰) بیبل کی تعلیں:۔ مترجمہ ریورنڈ جے۔ ایف۔ اُلمان (REV. J. F ULMANN) شائع کردہ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاوس لکھنو۔ طبع اول ۱۸۸۶ء۔ ص ۳۸۷۔

"مسیح ایک جنم کے اندھے کو بینائی دیتا ہے"

"پھر اس نے جاتے ہوئے ایک شخص کو جو جنم کا اندھا تھا دیکھا اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ اے ربّی گناہ کس نے کیا، اس شخص نے یا اس کے ماں باپ نے کہ یہ اندھا پیدا ہوا۔ عیسیٰ نے جواب دیا۔ نہ تو اس شخص نے گناہ کیا اور نہ اس کے ماں باپ نے لیکن یوں ہوا تا کہ خدا کے کام اس میں ظاہر ہوں۔ یہ کہہ کے اس نے زمین پر تھوکا اور تھوک سے مٹی گوندھی اور وہ مٹی اس اندھے کی آنکھوں پر لیپ کی، اور اس سے کہا کہ جا اور سلوآم کے حوض میں (جس کا ترجمہ بھیجا ہوا ہے) نہا۔ تب وہ جا کے نہایا اور بینا ہو کے آیا۔" (ص ۱۷۳)

(۲۱) توریت، انجیل، اور ان کے بعض حصوں کے یہ بیس ترجمے وہ ہیں جو مجھے مختلف کتب خانوں میں مل سکے۔ ان کے علاوہ ایک ترجمے کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے خطبات میں کیا ہے۔ یہ پادری ماتھر کا ترجمہ انجیل ہے جو رومن رسم الخط میں ہے۔

www.taemeernews.com

اور جس کے حاشیے پر اصل انجیل بھی درج ہے۔ یہ ترجمہ لندن میں چھپا تھا۔ اس کی نسبت دتاسی اپنے گیارہویں خطبہ مورخہ ۲؍دسمبر ۱۹۶۱ء میں لکھتا ہے :۔

"برطانیہ اور ممالک غیر کی انجمن انجیل نے انجیل کا جو دل پذیر ترجمہ گزشتہ سال شائع کیا اسے یقیناً اردو زبان کی چوٹی کی کتابوں میں سمجھنا چاہیئے یہ ترجمہ اس لئے اور بھی عمدہ اور معتبر ہے کہ ایک مشہور ہندستانی فاضل نے اس کام میں ہاتھ بٹایا ہے۔"[1]

بائبل اور اسکے مختلف حصوں کی تفسیریں

مسیحی مبلغین نے بائبل اور اس کے مختلف حصوں کے ترجموں کے علاوہ ان کی تفسیریں بھی اردو زبان میں کثرت سے لکھی ہیں۔ ان میں سے انیس[۱۹] تفسیریں جن کو دیکھنے کا مجھے موقع ملا حسب ذیل ہیں :۔

(۱) "ترجمہ مزامیر باشرح و تفسیر" تالیف پادری یوسف آون۔ نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی کی مدد سے مرزا پور کے یتیموں کے چھاپہ خانہ میں ۱۸۷۱ء میں چھپائی گئی۔ ص ۵۲۴ رسم الخط اردو۔

(۲) "تفسیر انجیل یوحنا ملقب بہ منتہی الافکار"۔ "اس کتاب کو عام فائدہ کے لئے پادری رابرٹ کلارک، ایم۔ اے، سکریٹری چرچ مشن سوسائٹی پنجاب و سندھ نے اور پادری مولوی عماد الدین لاہز، ڈی، ڈی نے امرت سر میں مل کے تصنیف کیا، اور کرسچین نالج سوسائٹی کے لئے امریکن مشن پریس، لودیانہ، میں پادری سی۔ بی۔ نیوٹن صاحب کے اہتمام سے چھپی ۱۸۸۸ء۔ دفعہ اول۔"۔ ص ۵۰۴۔

تفسیر کا نمونہ حسب ذیل ہے :۔

"(۱)۔ ابتدا میں کلمہ تھا، اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا، اور کلمہ خدا تھا۔

---

[1] خطبات گارساں دتاسی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن ۱۹۳۵ء ص ۳۱۳

www.taemeernews.com

(اسے ۸ انک) کلمہ کے مجسم ہونے کا بیان ہے۔ اس آیت کا مضمون بہت ہی گہرا ہے۔ اگسطین صاحب کہتے ہیں کہ یوحنا جس کا لقب رعد کا فرزند ہے (مرقس ۳-۱۸) اپنی انجیل گرج کے ساتھ شروع کرتا ہے۔

اس آیت میں تین جملے ہیں۔ پہلا جملہ (ابتدا میں کلمہ تھا) لفظ "تھا" تینوں جملوں میں ہے اور اس پر زور ہے۔ اور یہ زور آیت ۳ کے لفظ ہوئیں کے مقابلے میں ہے۔ یعنی کلمہ موجود تھا۔ ازل سے اور سب چیزیں معدوم تھیں، لیکن کلمہ نے ان کو معدوم سے موجود کر دیا (۸-۵۸)۔ کلمہ کہتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ ابراہیم ہوں میں ہوں (ابتدا)۔ یہ موجودات کی ابتدا کا ذکر ہے۔ کیونکہ وجود ازلی کے لئے ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ رسول کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا خلقت کے پرلی طرف یعنی موجودگی زمانہ سے پرے کلمہ تھا جو خالق کل کائنات کا ہے۔

(ف ۱) خدا کے لئے نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ اور ہر چیز کے لئے جو اللہ کے سوا ہے ابتدا ہے۔ جن لوگوں نے وہ زندگی پائی ہے جو اللہ میں ہے وہ ابد تک اس کے ساتھ زندہ رہیں گے، اور یہی حیات ابدی ہے جو یسوع آدمیوں کو بخشتا ہے ....." (ص ۵)

(۳) تفسیر انجیل :- سرورق غائب۔ ص ۳۴۶

اس کتاب کے پہلے چار صفحوں میں "عدم تحریف کلام الٰہی" کی متعدد دلیلیں دی ہیں اس کے بعد متی کی انجیل سے تفسیر شروع کی ہے۔

(۴) "تفسیر کتاب یوحنا عارف کا مکاشفہ" مولفہ پادری، ای۔ ایچ۔ ایم۔ وائرصاحب شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی، انارکلی لاہور، ۱۹۱۴ء۔ ص ۱۲۴۔

(۵) تفسیر کتاب رسولوں کے اعمال" مولفہ پادری ٹی۔ واکر صاحب، ایم۔ اے شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی، انارکلی، لاہور۔ مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۷۲۰۔

www.taemeernews.com

تیسرا باب

"اعمال ۳: ۱-۱۰۔ لنگڑے آدمی کا شفا پانا

"۱۔ پطرس اور یوحنا دعا کے وقت یعنی تیسرے پہر ہیکل کو جا رہے تھے۔ پطرس اور یوحنا۔ رسولوں میں یہ سرکردہ اشخاص تھے۔ اپنی سرگرمی اور محبت کے باعث مشہور تھے۔ وہ گہرے دوست اور ہم خدمت رہے تھے۔ لوقا ۲۲: ۸+۱۰: ۳ و ۴۔ یوحنا ۲۰: ۳ و ۴۔ اس کے علاوہ ان کا اکٹھا ذکر ۴: ۱۳+۸: ۱۴ میں آتا ہے۔

دعا کے وقت :۔ یہودیوں میں تین اوقات کی نماز کا دستور تھا جس کی بنیاد غالباً زبور ۵۵: ۱۷، اور دانیال ۶: ۱۰ پر تھی۔ یہ اوقات تھے تیسرا گھنٹہ (۲: ۱۵)۔ چھٹا گھنٹہ (۱۰: ۹) اور نواں گھنٹہ۔ یہ ہمارے لئے کیسا اچھا نمونہ ہے کہ فضل کے مقررہ وسائل کو بڑی سرگرمی اور پابندی سے استعمال کریں۔ اہل مشرق ان مقررہ اوقات نماز سے بخوبی واقف ہیں۔ اہل زردشت کی طرح اہل اسلام ہر روز پانچ مقررہ اوقات پر نماز ادا کرتے ہیں، اور اہل ہنود طلوع اور غروب آفتاب کے وقت اپنی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

تیسرے پہر :۔ یا نواں گھنٹہ آج کل کے تین بجے دن کے قریب تھا (۲: ۱۵ کی تشریح دیکھو) دوپہر اور غروب آفتاب کے مابین کبھی شرایدن کی روشنی کے گھٹنے بڑھنے کے مطابق، آگے پیچھے ہوگا۔ یہ تیسرا پہر ہیکل میں شام کی قربانی چڑھانے کا وقت تھا۔ نئے عہدنامہ میں اس نویں گھنٹے یا تیسرے پہر کی طرف کئی اشارے پائے جاتے ہیں۔ ....." (ص ۱۴۴)

www.taemeernews.com

(۶) "اعمال کی تفسیر"، سرورق غائب۔ نسخہ قدیم۔ بڑی تقطیع۔ ص ۶۳۳۔

(۷) "احبار کی کتاب کی تفسیر"، بطور سوال وجواب۔ مصنفہ پادری جے۔ جے۔ ولکس مطبوعہ مفید عام پریس، لاہور۔ ۱۹۲۶ء۔ ص ۱۸۷۔

دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

"بہتیرے مسیحی احبار کی کتاب پڑھنے سے کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ جن قربانیوں کا بیان اس میں پایا جاتا ہے ان کے معنی وہ نہیں سمجھتے اگر وہ ایک ایک قربانی سے مسیح کی تصویر کھینچ سکتے تو پڑھنے سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا۔ یہ ساری قربانیاں مسیح کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ وہ اس کی پیش نشانیاں ہیں۔ وہ آئندہ کی اچھی چیزوں کی پرچھائیاں ہیں۔ وہ آسمانی چیزوں کی تمثیلیں ہیں....."

تفسیر کا ایک ٹکڑا حسب ذیل ہے۔

"سوال ۸۔ لفظ قربانی کے معنی بتاؤ۔

جواب۔ یہ عبرانی لفظ ہے۔ قربان، جو کچھ خدا کے قریب لایا جاتا ہے، اور اس قریب لائے جانے کے فعل کو قربانی کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ حکم تھا کہ کوئی خدا کے حضور خالی ہاتھ نہ آئے (خروج ۲۳: ۱۵)، اور نیز جس چیز کے ذریعے سے گنہگار انسان خدا کے قریب سلامتی سے پہونچے وہ بھی قربانی کہلاتی ہے۔ اور اس کتاب میں ان چیزوں کا بیان پایا جاتا ہے جن کے وسیلے سے بنی اسرائیل خدا کے خیمے کے اندر جانے پاتے تھے اور جن چیزوں کے ذریعے سے خدا کے قریب پہونچتے تھے۔

سوال ۹۔ مسیح کیوں حقیقی قربانی گنا جاتا ہے؟

جواب ۹۔ اس لئے کہ وہ جسم ہو کے ہم سبھوں کے قریب آیا۔

www.taemeernews.com

ب ۔ اس لئے کہ وہ ہم کو خدا کے قریب پہونچاتا ہے ۔ اُس کی قربانی سے ہم کو خدا کی نزدیکی اور قربت حاصل ہوتی ہے ۔

ج ۔ اس لئے کہ وہ ازل سے خدا کے قریب تھا ۔

د ۔ اس لئے کہ وہ کل بنی آدم کے لئے قربان ہوا " (ص ۳)

(۸) " پیدائش کی کتاب کی تفسیر " :- از پادری کینن سیل ۔ مترجمہ مسٹر ای ۔ جوزف ۔ شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی ، پنجاب ۔ سنہ طباعت درج نہیں ۔ مطبوعہ ورکٹوریہ پریس ، ٹبالہ ۔ ص ۱۹۴ ۔

(۹) " تفسیر مرقس " مصنفہ پادری جے ۔ علی بخش ۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس ، لاہور ۔ سنہ ۱۹۲۸ء ۔ ص ۳۵۶ ۔

(۱۰) " تفسیر متی " ۔ مصنفہ پادری ڈاکٹر یو ۔ اسٹینٹن صاحب ، پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب ۔ شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی ، انارکلی ، لاہور ، پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس ، لاہور ۔ سنہ ۱۹۳۵ء ۔ ص ۸۰۰ ۔

(۱۱) " تفسیر زبور " ۔ از پادری جے ۔ علی بخش صاحب ۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس ، لاہور ۔ سنہ درج نہیں ۔ ص ۵۵۲ ۔

اقتباس از دیباچہ :-

" زبور کی کتاب نظم میں لکھی گئی ۔ یہ نظم اس قسم کی ہے جو باجے پر گائی اور بجائی جاتی تھی ۔ جس میں دل کے گہرے جذبات کا اظہار ہوتا تھا ، جیسے داسوخت ریختہ و غزل وغیرہ میں ہوتا ہے ۔ اور اس قسم کی نظم قدیم زمانہ سے مروج ہے ، اور عبرانی نظم عموماً اسی قسم کی ہے ۔ قدیم اسرائیل میں شاہنامہ یا ناٹک کی طرز کی نظم کا رواج نہ تھا ۔ چونکہ عہد عتیق بنی اسرائیل کی دینی تاریخ ہے ، اسی طرح زبور کی کتاب دینی نظم کی کتاب ہے ۔ اس میں ایسی

www.taemeernews.com

نظموں کا ایک مجموعہ پایا جاتا ہے۔ عہد عتیق کی باقی کتابوں میں خدا انسان سے متکلم ہے۔ لیکن زبور کی کتاب میں انسان خدا سے متکلم ہے، اور اپنے دلی خیالات وجذبات کو خدا کے سامنے ظاہر کرتا ہے۔ زبور کی کتاب میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ اخلاقی شرع انسانی رفتار و گفتار کی رہنما ہے اس لئے عبادت کی ریت ورسوم کو اس نے خیر مقدم کہا اور ہیکل میں خدا کے حضور میں حاضر ہونے پر خوشی کا اظہار کیا۔۔۔۔۔" (ص ۳)

(۱۲) "عبرانیوں کے نام کے خطوط کی تفسیر بطور سوال وجواب"۔ مصنفہ پادری جے۔ جے لوکس صاحب۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۳۱ء ص ۶۸۷۔

(۱۳) "کرنتھیوں کے نام مقدس پولوس کے دوسرے خط کی تفسیر"، مصنفہ پادری آرتھر کرالیسٹو ویٹ صاحب۔ مترجمہ مسٹر بہاری لال ریا رام۔ شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی لاہور۔ مطبوعہ مسیحی پریس۔ لاہور۔ ۱۹۲۶ء۔ ص ۳۰۱۔

(۱۴) "تفسیر نامہ رسول پولوس بنام فلپیان"۔ از پادری ٹی۔ واکر صاحب۔ کرسچین نالج سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۳۴ء۔ ص ۲۷۲۔

(۱۵) "تھسلنیکیوں کو پولوس رسول کے پہلے خط کی تفسیر"۔ از پادری جے۔ جے لوکس صاحب۔ مطبوعہ مشن پریس، الہ آباد۔ ۱۹۲۸ء۔ ص ۲۰۷۔

(۱۶) "تھسلنیکیوں کے دوسرے خط کی تفسیر" از پادری جے جے لوکس صاحب مطبوعہ مشن پریس، الہ آباد۔ ۱۹۲۷ء ص ۱۷۸۔

(۱۷) "یعقوب رسول کے خط عام کی تفسیر"۔ از پادری جے۔ ایچ۔ آرلسن صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ ڈی۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس لاہور۔ ۱۹۳۳ء ص ۱۲۰۔

(۱۸) "پولوس رسول کے خط بنام افسیوں کی تفسیر"۔ مصنفہ ڈاکٹر ایچ۔ ارلسن صاحب ایم۔ اے، ایم۔ ڈی۔ مطبوعہ شری بال مکند اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۹۲۶ء۔ ص ۱۴۴۔

www.taemeernews.com

(۱۹) "خروج کی کتاب کے مضامین کا مجموعہ بطور سوال وجواب"۔ مصنفہ پادری جے جے۔ لوکس صاحب۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۸ء۔ ص ۱۵۷۔

پادری لوکس صاحب نے اپنے عام طرزِ تفسیر کے مطابق اس کتاب کے دیباچے میں بھی سوال وجواب کا التزام رکھا ہے۔

متفرق کتابیں

(۱) مسیحی مطبوعات میں سب سے قدیم کتاب جو میری نظر سے گزری وہ "صلوٰۃ الجماعت کی کتاب" ہے۔ یہ ۱۸۲۶ء میں چرچ مشن پریس کلکتہ میں ۴، ۵، ۹ صفحات پر چھپی تھی۔ اس کے چند اقتباسات "عقائد دین" کے ذیل میں اس باب کے شروع میں دئے جا چکے ہیں جن سے زبان کا انداز معلوم ہوتا ہے۔ سرورق کے ذیلی عنوان میں انگریزی فقرہ (TRANSLATED INTO HINDUSTANI) کا ترجمہ "زبان اردو میں مترجم ہوئی" کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مترجم کے نزدیک ہندوستانی اور اردو ایک ہی زبان کے دو نام ہیں۔ اس کتاب میں عقائد کے علاوہ کلیسا کے رسوم و دستور، صبح و شام کی نماز کے احکام اور مختلف اوقات کی دعائیں درج ہیں۔

(۲) **کتاب طریق الحیات**:۔ مطبوعہ امریکن پریسبیٹرین مشن پریس، لودیانہ۔ ۱۸۴۷ء ص ۳۱۴۔ ٹائپ نستعلیق۔ اس میں حضرت مسیحؑ کی تعلیمات اور ان کی زندگی کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ ضمناً دوسرے مذاہب سے مقابلہ کر کے عیسائی مذہب کی برتری ثابت کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے مولف کا نام درج نہیں۔ نمونہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

> "عیسیٰ مسیح کی نجات ایک دنا ہے کہ رحیم و کریم خدا نے اپنی بے انتہا رحمت کے دواخانہ سے عنایت فرمائی ہے تاکہ وے لوگ جو باطنی بیماری میں پھنسے ہیں۔ اپنے دلی دکھ درد سے صحت و شفا پاویں، اور آب حیات کا چشمہ اور ہمیشہ کی زندگی کا ایک ایسا درخت ہے کہ اگر ہلاکی کے جنگل کے

www.taemeernews.com

پیاسے اسے پیویں تو باطنی پیاس اور دلی بھوکھ کو دفع کرکے ابدی حیات،
اور حقیقی نیک بختی کے مالک ہوجاویں مگر وہ شخص جو اپنی دلی بیماری سے
سے غافل اور باطنی بھوکھ پیاس سے بے خبر ہو کر بیہودگی میں اوقات
صرف اور خواب غفلت میں عمر ضائع کرتا ہے سو ہرگز نجات وحیات کی
دوا کا متلاشی اور روحانی غذا کا طالب نہیں ہے، اور ایسے آدمی سے وہ
آب حیات پوشیدہ اور آسمان کے دروازوں کی کنجیاں ناپیدہیں..."
(ص ۴۳-۲۴۲)

(۳) سحرگاہ در انگلستان :- مطبوعہ مشن پریس، لودیانہ. ۱۸۷۰ء. مصنف کا نام درج نہیں جیسی تقطیع۔ ص ۸۰۔ رومن رسم الخط۔

اس مختصر کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ انگلستان میں مسیحیت کا آغاز کیونکر ہوا۔ اس کی عبارت بہت سلیس اور مقفیٰ ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:-

"جس جگہ اب انگلستان کے عالی شان شہر نظر آتے ہیں اور وہاں قسم قسم کے غلے اور میوے پائے جاتے ہیں۔ سترہ سو برس ہوا ہے کہ وہاں بجز جنگل اور کانٹوں کے کچھ نشان نہ تھا۔ اور سوا گھاس کی جھونپڑیوں کے کوئی مکان نہ تھا۔ اور جہاں اب صوبہ کنٹ ہے وہاں بھی ایک ویرانہ تھا۔ اس میں بڑے بڑے پتھروں کا بنا ہوا ایک بُت خانہ تھا۔ اور ایک بڑا بت جو لکڑی کا گھڑا ہوا تھا وہ اس بت خانہ میں کھڑا ہوا تھا قریب اس کے ایک قبرستان تھا۔ اس میں ایک تازی قبر کا نشان تھا۔ وہاں امو جن نام ایک لڑکی، بھیڑ کے چمڑے کا لباس، بال کندھے پر بکھرے ہوئے، اداس، ایک سنہری بازو بند بازو سے بندھا ہوا، اور ڈھال کو سر کے نیچے دھرا ہوا، دور سے دریافت ہوتا تھا۔

www.taemeernews.com

کہ وہ سوتی ہے، پر نزدیک سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ روتی ہے ....." (ص ۲۰۱)

(۴) تذکرۃ المومنین :- حصہ اول مصنفہ ڈاکٹر نینڈر صاحب۔ مترجمہ پادری تاراچند صاحب۔ مشن پریس لودیانہ۔ بار اول، ۱۸۷۶ء۔ ص ۱۴۲۔

اس کتاب میں پہلے تین صدیوں کے مسیحیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

(۵) تذکرۃ المومنین :- حصہ دوم مصنفہ ڈاکٹر نینڈر صاحب۔ مترجمہ پادری تاراچند صاحب۔ مشن پریس، لودیانہ۔ بار اول، ۱۸۸۱ء۔ ص ۲۰۱۔

(۶) مسیحی کی خوشوقت زندگی کا بھید:- مصنفہ ہنا اسمتھ۔ مترجمہ بابو یونس سنگھ مشن پریس، الہ آباد، ۱۸۸۹ء ص ۲۰۷۔ رومن رسم الخط۔

"مسیح کے ساتھ یکتائی حاصل کرنے کا بیان"

"ایمانداروں کی روح کے ساتھ خدا کے جتنے سلوک ہیں ان کا یہی مطلب ہے کہ اس کو اپنے ساتھ ایک کرلے تاکہ ہمارے خداوند کی وہ دعا پوری ہو کہ "وہ سب ایک ہوں جیسا کہ تو اے باپ مجھ میں ہے، اور میں تجھ میں ہوں، کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ایک ہوں"..... ....." میں ان میں اور تو مجھ میں تاکہ وہ ایک میں کامل ہوں اور تاکہ دنیا جانے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور انھیں پیار کیا ہے جیسا کہ تو نے مجھے پیار کیا ہے"۔

خدا نے دنیا کے پہلے ہی یہ جلالی ارادہ کیا کہ ایمانداروں کی روحوں کو اپنے ساتھ ایک کرلے۔ یہ وہ بھید ہے جو زمانہ در زمانہ در پشت در پشت بنی آدم کی نظر سے چھپا ہوا تھا اور مسیح کے مجسم ہونے ہونے کے باعث سے پورا ہو گیا۔ یہ کلام میں کھول دیا گیا ہے۔ اور

www.taemeernews.com

اس کی سچائی کا یقین بہتیرے ایمانداروں نے اپنے تجربہ سے حاصل کیا ہے ....." (ص ۱۷۳)

(۷) آئینہ دل :۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ مطبوعہ مشن پریس لودیانہ سنہ ۱۸۹۹ء۔ ص ۶۰۔ یہ ایک مصور کتاب ہے جس میں انسان کی تصویر بنا کر اس کے اندر مختلف جانوروں کی شکلیں دکھائی ہیں اور انسان کے مختلف جذبات کو ایک ایک جانور سے تشبیہہ دے کر ان کی تشریح کی ہے۔ مثلاً :۔

"دل کے داہنے بازو کے اوپر کی طرف پہلا جانور خوش رنگ مور ہے جو اپنے چمکتے ہوئے پر و بال کو اٹھائے ہوئے غرور سے اکڑتا اور اتراتا ہوا دوسرے جانوروں کو خود پسندی اور گھمنڈ سے دیکھ رہا اور نفرت کرتا ہے۔ یہ پرندہ انسانی غرور کا ایک نشان ہے ..... مور کے نیچے لومڑی ہے۔ جب کہ اس کا کام اپنے زور سے نہیں ہو سکتا تو طرح بطرح مکر و فریب کے پھندے لگاتی اور حیلہ سازی کے دام بچھاتی ہے، کس واسطے کہ یہ دوسرے جانوروں کی نسبت دغابازی میں بڑی استاد اور فریبیوں کی پیشوا ہے ....." (ص ۶)

(۸) مسیح کا نمونہ :۔ مولانہ ڈاکٹر اسٹاکر صاحب۔ مفید عام پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۵ء ص ۱۸۰ اس کتاب میں حضرت مسیحؑ کی تعلیمات سے قطع نظر کر کے صرف آپکی عملی زندگی کا بیان ہے، اور اسی کو نمونے کے طور پر تقلید کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ مترجم کا نام درج نہیں

(۹) مسیح کی پیروی :۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور سنہ درج نہیں۔ ص ۴۴۴۔

یہ تامس اے کمپس کی مشہور کتاب (IMITATION OF CHRIST) کا ترجمہ ہے۔ مترجم کا نام نہیں لکھا۔

www.taemeernews.com

(۱۰) حل مشکلات :۔ یعنی خدا اور دنیا کی نسبت مسیحی مذہب کی رائے، حصہ اول۔ از ریورنڈ جیمس آر (JAMES ORR) مترجمہ پادری طالب الدین۔ نول کشور پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۰۰۔

(۱۱) یسوع مسیح کا احوال :۔ مولفہ ہنری کارٹیکر صاحب شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ سنہ ۱۸۹۵ء۔ ص ۱۹۸۔

"اس کتاب کا ہر ایک لفظ پاک نوشتوں سے لیا گیا ہے۔ مسیح کی زندگی اور موت کا احوال بھی بلا تغیر اور تبدل چاروں انجیلوں سے اقتباس کیا ہے۔ مختلف حوادث و تمثیلات وغیرہ جیسا کہ ہر ایک رسول نے بیان کی ہے۔ تاریخ وار جمع کی گئی ہے۔" (پیش لفظ)

(۱۲) یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت :۔ مولفہ ڈاکٹر جیمس اسٹاکر صاحب شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ مفید عام پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۰۵ء۔ ص ۳۰۸۔

(۱۳) زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ :۔ مصنفہ ڈاکٹر آر۔ ڈبلیو۔ ڈیل صاحب۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ سنہ ۱۹۰۴ء۔ ص ۲۳۲۔

اقتباس از دیباچہ مترجم :۔

"اس علم اور ایجاد کے زمانہ میں وہ لوگ جو مسیح کو نہیں جانتے تعجب کرتے ہیں کہ عیسائی باوجود سائنس کی روشنی کے اس بیسویں صدی میں بھی ان باتوں کو مانتے چلے آتے ہیں جو ان لوگوں کے زعم میں بازیچۂ طفلاں سے بڑھ کر نہیں۔ آر۔ ڈبلیو۔ ڈیل صاحب، ال، ال، ڈی نے اپنی کتاب "زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ" کے دیباچہ میں مختصر طور پر ان حملات کی کیفیت رقم کی ہے۔ جو موجودہ زمانہ میں مذہب عیسوی پر کئے گئے ہیں ان کے ملاحظہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مسیحیت کے مخالف کس نظر سے اس

www.taemeernews.com

کو دیکھ رہے ہیں۔ صاحب موصوف نے ان کی مخالفت کا خاکہ کھینچنے کے بعد مدلل اور عام فہم طور پر دکھایا ہے کہ مسیح کے پیرو کیوں اب بھی اس کے لئے جان دینے کو تیار ہیں۔" (ص۔ ۵)

(۱۴) **مسیح کے خاص دوست:۔** مصنفہ پادری جے آر، طر صاحب۔ مترجمہ پادری رلیا رام صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ مفید عام پریس، لاہور۔ ۱۹۰۶ء۔ ص ۱۴۴۔

(۱۵) **حیات و خطوط پولوس:۔** مولفہ پادری جے پیٹرسن اسمائتھ صاحب۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور ۱۹۳۹ء ص ۲۰۸

(۱۶) **صلیب دلانے والے۔** مولفہ پادری ڈبلیو۔ ایم۔ رابرٹسن صاحب ایم۔ اے مترجمہ عبدالمجید خاں بی۔ اے۔ مشعل پریس، کھڑک ضلع انبالہ ۱۹۴۵ء۔ ص ۸۲۔

(۱۷) **بارہ ضروری سوالات مسیح کے بارے میں:۔** مصنفہ پادری سی۔ ای بیکارٹنی صاحب۔ مترجمہ ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر صاحب۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ ۱۹۲۷ء۔ ص۔ ۲۴۔

یہ سوالات حسب ذیل ہیں۔ اُن کے جوابات تفصیل کے ساتھ ایک ایک باب میں دئے گئے ہیں:۔

(۱) کیا مسیح کنواری مریم سے پیدا ہوا۔ (۲) کیا مسیح نے نبوت کو پورا کیا (۳) کیا مسیح کی تعلیم اعلیٰ تھی۔ (۴) کیا مسیح نے معجزے دکھائے (۵) کیا مسیح ابن اللہ تھا (۶) کیا مسیح ہمارے گناہوں کے لئے مرگیا۔ (۷) کیا مسیح مردوں سے جی اٹھا۔ (۸) کیا مسیح آسمان پر صعود کرگیا (۹) کیا مسیح پھر آئے گا۔ (۱۰) کیا یسوع مسیح اور پولوس کی تعلیم میں اختلاف ہے۔ (۱۱) کیا کوئی دوسرا یسوع ہوسکتا ہے۔ (۱۲) کیا مسیح کے نئے مخالف پیدا ہوگئے ہیں۔

(۱۸) **دنیا کا سب سے بڑا ناٹک:۔** مصنفہ پادری۔ ای۔ سی۔ ڈیوک صاحب۔ مترجمہ نتھانیل نورماہی و عبدالمجید خاں۔ مشن پریس کھڑک، ضلع انبالہ۔ ۱۹۴۱ء ص ۷۲۔

www.taemeernews.com

اس کتاب میں انجیل کے واقعات ڈرامے کے طرز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی ترتیب انجیل مرقس کے مطابق ہے۔ ڈرامے میں مکالمہ نہیں ہے صرف نظارے دکھائے گئے ہیں مثلاً۔

"پہلا ایکٹ

"پُر امید آغاز

"کوئی بڑی بات واقع ہونے والی ہے

"مقدس مرقس مسیح کی پیدائش کا ذکر نہیں کرتا جو کہ مقدس لوقا اور متی کی انجیلوں میں درج ہے۔ مگر ابتدا میں اس کی انجیل کو پڑھنے والوں کی امیدوں میں بھی اس وجہ سے طوفان پیدا ہو جاتا ہے کہ کچھ واقع ہونے کو ہے جو اپنی نوع میں معمول کے واقعات سے بالکل نمایاں ہے۔

پہلا نظارہ یردن

نقیب اور کردار اعلیٰ

مقدس مرقس کی انجیل کی ابتدائی آیات میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ ایک شاہی جلوس گزر رہا ہے۔ اس جلوس کا مقدم شخص یوحنا بپتسمہ دینے والا پہلے گزر چکا ہے۔ پس اس سے یقین ہوتا ہے کہ ناٹک کا کردار اعلیٰ بہت دور پیچھے نہیں ہے۔ جلد ہی وہ سامنے آتا ہے اور یسوع کے نام سے اس کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ وہ از حد سادہ لباس میں ملبوس ہے اور اپنے ہی نقیب کا مطیع نظر آتا ہے۔ وہ اسے بپتسمہ دیتا ہے۔ مگر اس نظارہ کا اختتام یوں ہوتا ہے کہ آسمان سے غیر معمولی قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ایک الٰہی آواز سنائی دیتی ہے جو یسوع کے بارے میں اعلان کرتی ہے "یہ خدا کا بیٹا ہے" (ص ۸-۹)

(۱۹) ابن حور: "یا مسیح موعود کی داستان" تصنیف لیو ویلس صاحب۔ مترجمہ۔ ای۔

www.taemeernews.com

ایل۔ جرمی صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ اتحاد پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۴۳ء ص ۳۵۶۔

یہ افسانہ انجیل کی ایک کہانی پر مبنی ہے۔

(۲۰) قیامت مسیح :۔ نو لکھا ہار ۔ مولفہ پادری ٹھاکر داس ایم۔ اے۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۴۰ء۔ ص ۱۱۸۔

اس کتاب کا اصل موضوع یہ ہے کہ "خداوند مسیح کا مردوں سے جی اٹھنا اس کی الوہیت اور خدا کا بیٹا ہونے کا ثبوت ہے۔"

(۲۱) حقوق و فرائض نسواں :۔ مصنفہ پادری جے۔ ایچ۔ آرلسن صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۳۶ء۔ ص ۶۴۔

(۲۲) دعائیں اور مناجاتیں :۔ "خلوتی اور خانگی عبادت کے لئے"، مترجمہ پادری ولیم میچن صاحب۔ شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی، الہ آباد مشن پریس الہ آباد۔ سنہ ۱۹۳۵ء۔ ص ۱۰۴۔

اس کتاب میں سال کے ہر ہفتے کے لئے علیحدہ علیحدہ دعائیں اور مناجاتیں درج ہیں۔

(۲۳) بہترین مسیحی گھر :۔ مصنفہ مسز ایف۔ ڈی۔ وارث۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۴۳ء۔ ص ۹۲۔

(۲۴) مشنری پیشوا :۔ مترجمہ جے۔ آر جیمبر صاحب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد۔ سنہ ۱۹۳۴ء۔ ص ۲۴۸۔

اس میں قرون اولیٰ کے مسیحی مبلغین کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

(۲۵) مسیحی دین اور اخلاق :۔ مصنفہ پادری ہنری ولیس صاحب۔ مترجمہ پادری جے علی بخش صاحب۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ مفید عام پریس

www.taemeernews.com

لاہور۔ ۱۹۰۵ء۔ ص ۲۱۲۔

اقتباس از تمہید حصہ اول:۔

"مضامین کے اس سلسلے کا مقصد یہ ہے کہ مسیحی عقیدے کے بارے میں جو شہادت انسان کی اخلاقی ذات یا طبیعت سے ملتی ہے اس کو ظاہر کرے اور اس میں ایسے لوگوں کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے جو اخلاق کے اعلیٰ فرض کو تو مانتے ہیں۔ لیکن اس امر کا انکار کرتے ہیں کہ مسیحی دین سے کوئی خاص مدد اخلاقی امور میں مل سکتی ہے۔ اس لئے مصنف نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ ہم کو حق اور ناحق کی پہچان حاصل ہے، اور پھر یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ پہچان یا حق و ناحق کی تمیز جو ہمیں حاصل ہے اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روحانی جہان اور مشخص خدا کے ساتھ ہمارا رشتہ ہے اور ہم میں روحانی تقاضے پائے جاتے ہیں۔ مسیحیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ روحانی تقاضے سوائے مسیحی دین کے پورے نہیں ہو سکتے۔ ساتھ ہی مصنف ان غلطیوں کو دور کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے جو مسیحی تعلیم کے بارے میں پائی جاتی ہیں، اور وہ ظاہر کرتا ہے کہ مسیحی تعلیم انسانی تمیز اور تجربے کے مطابق ہے۔"

(۲۶) برمیاہ کی سوانح عمری اور تعلیم:۔ از پادری ڈبلیو۔ ایم۔ رائبرن۔ ایم۔ اے مترجمہ عبدالمجید خاں بی۔ اے۔ مطبوعہ مشعل پریس، کھرڑ۔ ۱۹۴۳ء۔ ص ۱۲۲۔

(۲۷) بائبل کو کس طرح پڑھنا چاہئے۔ مصنفہ پادری آر۔ اے ٹوری صاحب۔ مترجمہ پادری طالب الدین صاحب۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ فیض بخش اسٹیم پریس، فیروز پور شہر۔ ۱۹۰۵ء۔ ص ۱۲۸۔

(۲۸) عہد جدید کی کتابیں:۔ مصنف پادری۔ ایچ۔ جی۔ گریے صاحب و پادری۔

www.taemeernews.com

علی بخش صاحب۔ نول کشور پریس، لاہور۔ ۱۹۰۹ء۔ ص ۱۶۰۔

"عہد جدید کا بیان

"نئے عہد نامہ کا بیان کرنے میں ہم دو باتوں کو یاد رکھیں۔

(الف) اس جلد میں ایک ہی مصنف کی ایک ہی تصنیف نہیں بلکہ مختلف مصنفوں کی مختلف تصنیفات ہیں اور اس میں ایک ہی گواہ کی شہادت نہیں بلکہ بہت گواہوں کی، اور وہ الگ الگ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً چاروں اناجیل مسیح کی زندگی کے علیحدہ علیحدہ بیان ہیں۔ ان کا باہمی مقابلہ کرنے سے واقعات کی صحت ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح اگر اعمال کی کتاب کے بیانات کو پولوس رسول کے خطوں سے مقابلہ کریں تو ان کی پوری موافقت ظاہر ہو گی۔ یہ جلد نو مصنفوں کی تصنیفات کا مجموعہ ہے، لیکن تعلیمات کی بڑی بڑی باتوں میں وہ سب یکساں ہیں

(ب) الہام کا مسئلہ یہاں خاص طور پر زیر بحث نہیں۔ کیونکہ اگر بالفرض یہ کتابیں الہامی ثابت نہ ہوں، لیکن جن واقعات کا بیان ان میں قلم بند ہوا ہے وہ تواریخی طور پر ثابت ہو جائیں تو بھی مسیحی دین قابل اعتبار ٹھہرے گا۔ چنانچہ اگر مسیح کی زندگی ایسی ہی پاک گزری جیسا کہ چاروں انجیلوں میں مندرج ہے۔ اور وہ فی الواقعہ مردوں سے جی اٹھا تو اس کے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کافی طور پر ثابت ہے۔ اس امر کا ذکر اس لئے کیا جاتا ہے کہ مسیحی ہونے کے لئے ان واقعات پر ایمان لانا ضرور ہے نہ کہ کتابوں کے الہام پر، کیونکہ انسان کی نجات مسیح کی موت اور اس کے جی اٹھنے پر موقوف ہے نہ کہ کسی کتاب پر۔

www.taemeernews.com

اس رسالہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ اس امر کو جانچیں اور
تحقیقات کریں کہ جو بیان ان کتابوں میں مندرج ہے وہ تواریخی طور
پر قابل اعتبار ہے ..... " (ص ۱-۲)

(۲۹) تعلیم المسیح :- یعنی اناجیل اربعہ کے مطابق خداوند کی تعلیم کے خاص اصول"
مولفہ رائٹ ریورنڈ ڈاکٹر ڈارسی صاحب، لارڈ بشپ آف کلوہر۔ مترجمہ ڈاکٹر آئی۔ یو۔
ناصر صاحب۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور۔ ۱۹۰۶ء۔ ص ۱۴۸۔

"کفارہ کی نسبت ہمارے خداوند کی تعلیم کا خلاصہ

"ہمارے خداوند کی تعلیم میں کفارہ سے مراد اس نجات سے ہے جو انسان
مسیح کی موت کے ذریعہ گناہ سے حاصل کرتا ہے۔ یہ گناہوں کی معافی
جو مسیح کی موت اور خون بہانے سے ملتی ہے۔ یہ محبت کا اظہار ہے
کیونکہ محبت اپنے آپ کو اس قربانی سے بڑھ کر ظاہر نہیں کر سکتی
جس سے انسان اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے قربان کر دیتا ہے
یہ ہے جان کو کھونا تاکہ اس کو دوبارہ حاصل کیا جائے۔ یہ ہے
گیہوں کا دانہ جو مرنے کے بعد زمین میں گر جاتا ہے اور موت کے ذریعے
بہت سا پھل لاتا ہے (یوحنا ۱۲: ۲۴)۔ یہ مسیح کی زندگی کے بھاری
مدعا کی پوری تکمیل کے لئے ایک ضروری قدم ہے۔ وہ اس لئے ظاہر ہوا
کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے (یوحنا ۳: ۸) اور راست بازی اور
محبت کی بادشاہت ہمیشہ کے لئے قائم کرے، اور یہ مدعا فقط کفارہ
ہی کے ذریعے سے پورا ہو سکتا تھا۔" (ص ۱۲۴)

(۳۰) تحقیق بائبل :- یعنی بائبل کس طرح پیدا ہوئی اور اس کی خاصیت کیا ہے،
جو اسکاٹ لینڈ کے نامور پروفیسر ڈاڈز صاحب ڈی۔ ڈی کے ان مشہور لکچروں سے تیار

www.taemeernews.com

گی گئی ہے جو صاحب موصوف نے امریکہ کے طلبہ کو دئے تھے"، شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ نول کشور پریس، لاہور۔ ۱۹۱۱ء۔ ص ۱۵۵۔

(۳۱) حیات المسیح :۔ مولفہ پادری طالب الدین صاحب۔ مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۴ء ص ۲۴۱۔

(۳۲) مذہب کی نسبت ایک بحث :۔ از ڈبلیو۔ ایف۔ جانسن صاحب، ڈی، ڈی شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۳ء۔ ص ۳۱۔

اس مختصر رسالے میں مصنف نے عیسائی مذہب قبول کرنے کے فائدے بیان کئے ہیں۔ بحث ایک مسیحی واعظ اور ہندوستانی دیہاتی کے درمیان مکالمے کی صورت میں ہے۔

(۳۳) حقیقی دوست :۔ مولف کا نام درج نہیں۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ بار سوم، ۱۹۳۶ء۔ ص ۹۶۔

"اس چھوٹی سی کتاب میں مسیح یسوع ناصری کی زندگی کے خاص واقعات سیدھے سادہ الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب اناجیل میں سے بعض منتخب کردہ حصوں کا مجموعہ ہے" (از دیباچہ)

(۳۴) مسرف بیٹا (ڈرامہ)۔ از پادری بالا سنگھ چندر۔ مطبوعہ کوآپریٹیو کیپٹل پرنٹنگ پریس، لاہور۔ بار دوم، ۱۹۳۹ء۔ ص ۴۸۔

(۳۵) انجیل مقدس کے چیدہ چیدہ مضامین مع حوالجات۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ بار دوم، ۱۹۳۰ء۔ ص ۲۱۔

"اس رسالہ میں انجیل کے بارہ ضروری مضامین کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

www.taemeernews.com

(۱) خدا (۲) یسوع مسیح (۳) پاک روح (۴) گناہ (۵) نجات کی شرائط
(۶) نجات (۷) تقدیس۔ (۸) خدا کی یا آسمان کی بادشاہت (۹) دعا۔
(۱۰) دنیا۔ (۱۱) محبت (۱۲) آئندہ زندگی۔"

(۳۶) **انجیلی اخلاق کا معاشرتی اطلاق**:۔ مصنفہ پادری فریڈرک اسپنسر ایم۔اے مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۹۔

اس مختصر رسالے میں دکھایا ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی انجیل کی تعلیم معاشرت کی صحیح رہنمائی کر سکتی ہے۔

(۳۷) **چھوٹا منھ بڑی بات**:۔ "ہاتھ، کان، آنکھ اور زبان کا دلچسپ مناظرہ" مثالی کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ بار پنجم، ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۲۔

اس مناظرے میں ہر فریق اپنی برتری کے ثبوت میں انجیل کا کوئی قول پیش کرتا ہے۔

(۳۸) **اصلاح اخلاق**:۔ مصنفہ ڈاکٹر جان مرڈک صاحب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا۔ مشن اسٹیم پریس، لودیانہ۔ ۱۹۰۶ء۔ ص۔ ۶۔

اس کتاب میں ہندوستانیوں کی اصلاح کے لئے اخلاق کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے، مثلاً:۔

"اخلاقی ویری کیوٹکر حاصل ہوتی ہے۔

اپنی عادت ایسی بناؤ کہ دوسروں کے دست نگر نہ بنو بلکہ اپنے لئے خود فیصلہ کرو۔ ہر ایک عملی سوال کو خوب سوچ سمجھ کر طے کرو۔ اگر ممکن ہو تو عملی نتیجہ پر پہونچ کر عزم بالجزم کرلو جب کوئی آزمائش سامنے آئے تو پختہ ارادہ سے نہیں کہو۔ اور جب جاں نثاری کا فرض تمہارے سامنے آئے تو مستقل مزاجی سے ہاں کہو جس کام کے جواز کی پروانگی تمہارا

www.taemeernews.com

ضمیر اور رائے صائب دیدے اس کو فی الفور جاں فشانی اور مستعدی سے
انجام دو۔ پہلو تہی کرنے کی رغبت کو دل کے اندر داخل ہونے سے روکو۔"

" تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی عام اخلاقی کمزوری کی کیا وجہ ہے؟
اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں، اپنے آرام و آسائش
اور لوگوں کی واہ واہ کا زیادہ خیال کرتے ہیں۔ مگر وہ خدا کا ذرا بھی خیال
نہیں کرتے۔" (ص ۴۹-۵۰)

(۳۹) بائبل کے مجازی الفاظ:۔ مرتبہ ریو رنڈ قاضی خیر اللہ صاحب۔ گیلانی الیکٹرک
پریس، لاہور ۱۹۳۶ء۔ ص ۲۲۔

اس رسالے میں توریت اور انجیل کے مجازی الفاظ حروف تہجی کی ترتیب سے درج
کر کے ان کے مفہوم لکھے ہیں، مثلاً:۔

اژدہا:۔ (۱) خطرہ (مزمور ۹۱/۱۳) (۲) ابلیس (مکا ۷/۱۲)

اژدہا دریائی:۔ مصر۔ مصر کا بادشاہ (یسعیا ۲۷/۱)

چہرہ:۔ (۱) رضامندی (مزمور ۴۴/۳)۔ (۲) بیدینوں کی سخت دلی (دیر ۵/۳)

چھڑی:۔ حفاظت و ہدایت (مزمور ۲۳/۴)

شہر:۔ قوم۔ اُمت کلیسیا (متی ۱۸/۱۷)

صنوبر:۔ ممتاز شخص (یسعیا ۱۴/۸ و زکریا ۱۱/۲)

(۴۰) مذہب اور اخلاق:۔ از پروفیسر لطفی لیوونیان۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی
پریس، لاہور۔ ۱۹۳۶ء۔ ص ۲۱۔

پروفیسر لطفی لیوونیان بیروت کے ایک مشہور مسیحی عالم ہیں۔ ان کے سولہ چھوٹے
چھوٹے رسالے پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور، نے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کئے ہیں
ان میں سے گیارہ مجھے مل سکے جن کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ اقتباسات طوالت کے

www.taemeernews.com

خوف سے پیش نہیں کئے جاتے۔ صرف ایک رسالہ "مذہب اور اخلاق" کا آخری ٹکڑا یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

"خداوند یسوع مسیح نے ایمان اور اخلاق کے باہمی تعلق کو بڑی خوبی اور وضاحت کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ "جو کوئی میری یہ باتیں سنتا اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا، اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر پر ٹکریں لگیں، لیکن وہ نہ گرا، کیونکہ اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھی۔ اور جو کوئی میری یہ باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ اس بیوقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا، اور مینہ برسا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہونچا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا۔"

مسیح کے نزدیک ایمان بغیر عمل یا اخلاق کے بے معنی ہے، اور اعمال یا اخلاق بغیر ایمان کے ناممکن۔ لیکن سچ پوچھئے تو انسان کی سیرت گناہ کی وجہ سے جو "اس کے اندر بسا ہوا ہے" ایسی بگڑ چکی ہے کہ اس کے لئے نیک اخلاق ناممکن ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کے فرمان کے مطابق "بُرا درخت اچھا پھل نہیں لا سکتا"۔ لیکن جب ہم اس حقیقی انگور کے درخت میں جو مسیح خود ہے پیوند ہو جاتے ہیں اور اُس کی زندگی اور طبیعت ہم میں آجاتی ہے تو ہم اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے اہل بن جاتے ہیں اور انجیل کی اصطلاح کے مطابق ایک نئی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن یہ نئی زندگی صرف مسیح پر ایمان لانے سے مل سکتی ہے۔" (ص ۲۱)

www.taemeernews.com

پروفیسر موصوف کے دوسرے رسائل حسب ذیل ہیں۔

(۴۱) مذہب میں اختیار و اقتدار کا درجہ	ضخامت ص	۱۹
(۴۲) مذہب اور امن و صلح	〃 〃	۱۶
(۴۳) مذہب اور دعا	〃 〃	۱۱
(۴۴) مذہب میں عقل کا درجہ	〃 〃	۱۷
(۴۵) مذہب اور معاشرتی مسائل	〃 〃	۱۶
(۴۶) مذہب میں منبع قدرت	〃 〃	۱۷
(۴۷) مذہب و سائنس	〃 〃	۱۵
(۴۸) مذہب کا معیار	〃 〃	۲۲
(۴۹) خودداری	〃 〃	۱۸
(۵۰) حریت	〃 〃	۱۶

جو رسائل مجھے دستیاب نہیں ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔

"خدا کون ہے"، "مذہب کیا ہے"، "ابتدائے مذہب"، "گناہ کیا ہے"، "خدا پر ایمان رکھنا کیا ہے۔"

منظومات

(۱) نظم المزامیر:۔ زبور کا منظوم ترجمہ۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ مطبوعہ مشن اسٹیم پریس لودیانہ۔ ۱۹۱۵ء۔ ص ۳۰۴۔

زبور جیسی بلند پایہ کتاب کا یہ منظوم ترجمہ نہایت غیر شاعرانہ ہے۔ مترجم کا عجز بیان ایک ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) زمزمہ تبلیغ:۔ از منشی کیدار ناتھ منت۔ ۱۹۲۹ء۔ ص ۱۶۔

"یہ نظم اخوت اندراسیہ پنجاب کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور

www.taemeernews.com

میں پڑھی گئی۔"

(۳) ذکرِ مصلوب :۔ از منشی کیدار ناتھ منت۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور ۱۹۲۸ء ص ۵۰

اس مسدس کے دو بند یہاں نقل کئے جاتے ہیں:۔

جب کہ مصلوب اسے کرتے تھے جلاّد شقی　　مرد شاگرد تو موجود نہ تھے نام کو بھی
عورتیں آئی تھیں کچھ ہمت مردانہ جو تھی　　نالہ کرتی تھیں اور اشکوں سے بہاتی تھیں ندی

قبروں کے سوتے ہوئے چونک پڑے جاگ اُٹھے
شورِ محشر تھا بپا شہر کے رخ بھاگ اُٹھے

کر لیا کام جڑائی کا جو حدّادوں نے　　باقی شدت نہ کوئی رہنے دی شدّادوں نے
کر لی بیداد جو کر سکتے تھے بیدادوں نے　　پھر صلیب اس کی کھڑی گاڑ دی جلادوں نے

آؤ اب دیکھ لو تصویر مجسّم غم کی
سانپ نے کاٹ لی ایڑی پسرِ آدم کی　　(ص ۴۴)

(۴) حج کا فرض :۔ ایک اخلاقی قصہ منظومہ منشی کیدار ناتھ منت۔ واشنگٹن پرنٹنگ پریس، لاہور۔ ۱۹۲۹ء ص ۱۲۔

(۵) ستم ہامان :۔ "یعنی فریبِ شیطان" از منشی کیدار ناتھ منت۔ واشنگٹن پرنٹنگ پریس، لاہور۔ ۱۹۲۹ء۔ ص ۲۰۔

(۶) فریادِ منتظر :۔ "یعنی خداوند مسیح کی آمدِ ثانی پر ایک دل گداز نظم"، از مولوی صفدر علی صاحب صفدر۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور ۱۹۲۷ء۔ ص ۱۵۔

"آں خداوند کی آمدِ اول کی یادگار اور آمدِ ثانی کا انتظار"

جلد آ، ماہِ کرامت جلد آ　　جلد آ، مہرِ صداقت جلد آ
کالے کٹتی ہی نہیں فرقت کی رات　　جلد آ، اے صبحِ وصلت جلد آ

موت کے سایہ میں ہم بیٹھے ہیں سب
جلد آ، نورِ قیامت جلد آ

www.taemeernews.com

سید دوراں، امام المتقین　　مقتدائے اولین و آخرین
رہنمائے گمرہان راہ دین　　پیشوائے صالحین و صادقین
بادشاہ انبیا و مرسلیں
جلد آ، دُرج رسالت جلد آ

(۷) نیک سامری:۔ از پادری رحمت مسیح صاحب واعظ۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور ۱۹۳۸ء۔ ص ۱۵۔

(۸) قتل یوحنا:۔ از پادری رحمت مسیح صاحب واعظ۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۱۔

(۹) غریب الوطن شاہزادہ:۔ منظومہ پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور۔ ۱۹۳۶ء۔ جیبی تقطیع۔ ص ۲۳۔

جناب شاکر ایک مشہور اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ اس مسدس میں انھوں نے دکھایا ہے کہ دنیا پر جب گناہوں کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور نور ایمان کافور ہو جاتا ہے تو عالم بالا کا شاہزادہ (یسوع مسیح) اپنے وطن کے عیش و عشرت کو چھوڑ کر نزول اجلال فرماتا ہے اور اس ظلمت کدے کو پھر اپنے انوار تجلیات سے منور کر دیتا ہے۔ نمونۂ کلام کے لئے چند بند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

کہوں کیا آہ تجھ سے ایک دن کا واقعہ ہمدم　　کہ شیرازہ زمیں کا یک بیک ہونے لگا برہم
دلوں پر پوش عصیاں کا یکایک چھا گیا عالم　　اُجڑ کر بزم شادی بن گئی دم میں صف ماتم
زمیں پر چھا گئی ظلمت کچھ ایسا انقلاب آیا
فروغ نور ایماں کا گہن میں آفتاب آیا

گناہوں کا ہوا کچھ ایسا ہنگامہ بپا آخر　　سراسیمہ نظر آنے لگی خلق خدا آخر
سحاب معصیت میں مہر ایقاں چھپ گیا آخر　　زمیں کے دل سے تیناک نکلی اک صدا آخر

www.taemeernews.com

یکایک عالم بالا پہ آہ غم نشیں پہونچی
حضور شاہزادہ عرض حاجت کو زمیں پہونچی

یہ عالم دیکھ کر آنکھوں سے آنسو ہو گئے جاری
نہ پوچھو کچھ جو رقت قلب نازک پر ہوئی طاری

فرشتوں سے کہا مخلوق کی ہی شرط غم خواری
گناہوں کی نجاست سے ہوئی شہ ہی زمیں ساری

تباہی مجھ سے اب دیکھی نہیں جاتی ہے دنیا کی
ہوئی حالت دگرگوں غم سے قلب ناشکیبا کی (ص ۱۲-۱۳)

اُتر کر پھر فضائے عرش سے وہ آنے والا ہے
ہمیں خلد بریں کو ساتھ پھر لیجانے والا ہے

جمال پاک اپنا ہم کو پھر دکھلانے والا ہے
دلوں میں شعلہ نور ازل چمکانے والا ہے

حجاب شوق حائل گو ابھی شاکر ہے دوری سے
شرف پھر بخشنے والا ہے وہ ہم کو حضوری سے (ص ۲۳)

(۱۰) **سبد اور غزلیں** :- مولفہ پادری ای۔ پی۔ نیوٹن صاحب۔ شائع کردہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی۔ مشن اسٹیم پریس، لودیانہ۔ بار سوم، سنہ ۱۹۲۰ء۔ ص ۷۰۔

یہ اردو غزلوں اور پنجابی نظموں کا مجموعہ ہے جن میں مسیحی تعلیمات پیش کی گئی ہیں۔

(۱۱) **مجموعہ غزلیات** :- شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی الہ آباد۔ مطبوعہ مشن پریس، الہ آباد۔ اٹھارہواں ایڈیشن سنہ ۱۹۴۶ء۔ ص ۲۳۔

غزلوں کے اس مجموعے میں بھی مسیحیت کی تبلیغ کی گئی ہے۔

(۱۲) **بھجن سنگرہ** :- ہندی بھجنوں (بخط فارسی) اور اردو غزلوں کا مجموعہ۔ مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد۔ پندرہواں ایڈیشن سنہ ۱۹۳۰ء۔ ص ۳۲۔

غزل ۴۵

مجھے اے مسیحا تری جستجو ہے
ترا ذکر ہر دم تری گفتگو ہے

www.taemeernews.com

گناہوں کے داغوں کو دھوتا ہی ہر دم — ترا کیا مبارک مقدس لہو ہے
ازل سے رہا اور ابد تک رہے گا — میان دو عالم فقط تو ہی تو ہے
ہر اک شے میں ہے رنگ اعجاز پیدا — ہر اک جا ترے نخل قدرت کی بو ہے
گناہوں سے گو جامۂ دل ہے میلا — لہو تیرا کافی پے شست و شو ہے
کرم بندۂ زار پر کر مسیحا — مرا حال تجھ پر عیاں مو بمو ہے

(۱۳) سیالکوٹ کنونشن گیت کی کتاب:۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس لاہور۔ بار سوم، ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۷۶۔

اس میں اردو اور پنجابی دونوں زبانوں کی نظمیں شامل ہیں۔

(۱۴) راحت دل:۔ از پادری رحمت مسیح واعظ۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس لاہور۔ تیرا ہواں ایڈیشن ۱۹۳۹ء۔ ص ۲۱۴۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں پنجابی گیت اور غزلیں ہیں، دوسرے میں ہندوستانی گیت اور غزلیں۔

بچوں کی کتابیں

(۱) بائبل کے لڑکے:۔ شائع کردہ میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس۔ لکھنو۔ ۱۹۳۰ء۔ ص ۳۱۔

یہ چھوٹی تقطیع کی چھوٹی سی کتاب بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ مختلف نبیوں کے مختصر حالات ایک ایک صفحے میں لکھ کر سامنے کے صفحے پر اُس نبی کی تصویر بھی دے دی گئی ہے بچوں کی رعایت سے عبارت جلی خط میں ہے۔ چند ٹکڑے بطور نمونہ یہاں درج کئے جاتے ہیں

"میرے ماں باپ کے پاس اولاد نہ تھی۔ بہت عرصہ کے بعد جب میں پیدا ہوا میرے ماں باپ کو بہت خوشی ہوئی۔ وہ مجھے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دن خدا نے میرے باپ سے کہا کہ وہ مجھے قربان کرے۔

www.taemeernews.com

جب میرے باپ نے یہ بات سُنی تو وہ مجھے چپ چاپ سے قربانی چڑھانے کے لئے لے گیا۔ تو خدا کا فرشتہ آیا اور میں بچ گیا۔ بتاؤ میں کون ہوں ؟" (ص ۲)

" میرا باپ مشہور تھا۔ وہ مجھے بہت پیار کرتا تھا۔ میں اپنے اوپر فخر کرتا تھا کیوں کہ میں بہت خوبصورت تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میں اپنے باپ کی جگہ بادشاہ ہو جاؤں۔ جب لوگ میرے باپ کے پاس انصاف کے لئے آتے تھے تو میں ان کو اپنی طرف کر لیتا تھا۔ جس چیز پر میں فخر کرتا تھا اُسی سے میری موت ہوئی۔ بتاؤ میرا نام کیا تھا ؟" (ص ۱۶)

" میری پیدائش بیت اللحم میں ہوئی۔ گڈریے اور مجوسی مجھے دیکھنے آئے بعد میں ناصرہ میں رہتا تھا۔ وہاں کے پہاڑوں کے پھولوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ میں گنہگاروں اور لڑکوں کا دوست تھا۔ میرا دنیا میں پیدا ہونا بہت مبارک ہوا۔ بوجھو بتاؤ میں کون ہوں ؟" (ص ۳۰)

(۲) مَلِکُ المحبت :۔ مولفہ مس سی۔ ای۔ پیڈوک۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۶ء ص ۱۵۴۔

یہ کتاب ایک انگریز خاتون نے لکھی ہے جس کا ترجمہ ہندوستانی بچوں کے لئے اردو زبان میں کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ کی زندگی کے واقعات کہانیوں کے پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ خط جلی ہے اور زبان سلیس، مگر بچوں کے لئے پھر بھی کسی قدر مشکل ہے۔

(۳) واقعات بزرگان بائبل :۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور مسیحی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۲ء۔ ص ۲۳۔

(۴) یسوع مسیح کی زندگی :۔ مولفہ پادری جلال الدین صاحب۔ مشعل پریس،

www.taemeernews.com

کھڑڑ، ضلع انبالہ۔ ص ۱۱۲۔

" خداوند نے کیا کہا

" مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، کیونکہ آسمان کی بادشاہت انھیں کی ہے۔
مبارک ہیں وہ جو غم گین ہیں، کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔
مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں، کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔
مبارک ہیں وہ جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے
مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں، کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔
مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں، کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے
مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں، کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔" (ص ۷۹)

(۵) پولس کی زندگی :۔ مولفہ پادری جلال الدین صاحب۔ مشعل پریس، کھڑڑ ضلع انبالہ ۱۹۴۲ء۔ ص ۱۰۰۔

(۶) مرقس کی انجیل پر سوالات :۔ شائع کردہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی، مطبوعہ مشن اسٹیم پریس، لودیانہ۔ ۱۹۱۵ء۔ ص ۴۶۔

یہ کتاب سوالات کے پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ ان سوالوں کے جواب نہیں دئے گئے ہیں بلکہ ہر سوال کے بعد انجیل کی اُس آیت کا نمبر دے دیا گیا ہے۔ جس میں اس کا جواب مل سکتا ہے۔ مثلاً پہلے باب کے شروع کا ایک ٹکڑا حسب ذیل ہے :۔

" ۱۔ جب مسیح دنیا میں ظاہر ہوا تو اس سے کچھ دن پہلے کون پیغمبر آیا ؟ (۴)
۲۔ پچھلے پیغمبروں کی معرفت خدا نے یوحنا کے آنے کی کیا خبر دی تھی ؟ (۲و۳)
۳۔ یوحنا کہاں ظاہر ہوا ؟ (۴)
۴۔ بیاباں میں وہ کیا کہتا تھا ؟ (۴)
۵۔ کہاں کہاں کے لوگ اس کے پاس جمع ہوتے تھے ؟ (۵)"

---------- (ص-۱)

www.taemeernews.com

(۷) بائبل کے تدریجی سبقوں کی دوسری کتاب :۔ مصنفہ پادری [illegible] صاحب شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد، انڈین پریس، الہ آباد ۱۹۲۶ء ص ۳۷۲

" اس کتاب کے پانچ مقاصد

"۱۔ بچے کی یادداشت کو کہانیوں کے ذریعے سے تازہ کرنا۔

۲۔ کہانیوں کے ذریعہ سے بچے کو محسوس کرانا کہ خدا ہمارا آسمانی باپ ایک حقیقی اور شخصی خدا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کی حفاظت کرتا ہے اور ہر ایک کو پیار کرتا ہے۔

۳۔ بچوں کو اس امر کے معلوم کرنے میں معاونت کرنا کہ یسوع کس طرح نیکی کرتا رہا۔

۴۔ بچوں میں خواہش پیدا کرنا کہ چونکہ یسوع مسیح رحم دل اور مہربان ہے اس لئے ان پر فرض ہے کہ وہ اس کی تلاش اس کی شناسائی حاصل کرنے کی غرض سے کریں اور اس کی مبارک مرضی پر چلیں۔

۵۔ بچوں کو اس امر کے معلوم کرنے میں مدد دینا کہ خدا ہمارا آسمانی باپ یسوع مسیح کے وسیلہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم وہ راستہ جانیں جس پر وہ ہمیں چلانا چاہتا ہے، اور اس لئے ہم اس کے نقش پا پر چلیں"

(اقتباس از دیباچہ)

(۸) بائبل کے تدریجی سبقوں کی تیسری کتاب :۔ مصنفہ پادری اے۔ سی۔ کلیٹن صاحب کرسچین لٹریچر سوسائٹی الہ آباد مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد ۱۹۲۶ء۔ ص ۳۱۸۔

(۹) بائبل کے تدریجی سبقوں کی چوتھی کتاب :۔ مصنفہ پادری اے۔ سی کلیٹن صاحب کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد مطبوعہ مشن پریس، الہ آباد ۱۹۲۶ء۔ ص ۳۴۰۔

عیسائیوں نے درسی کتابوں کے ذریعے سے بھی جو اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھیں بچوں

www.taemeernews.com

کو مذہب و اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً اردو ریڈروں کا مندرجہ ذیل سلسلہ:۔

(۱۰) اردو کی پہلی کتاب:۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور، مطبوعہ مفیدعام پریس، لاہور۔ ص ۵۴۔

اس میں پہلے حروف تہجی دئے گئے ہیں پھر حرفوں کے ملانے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اس کے بعد چھوٹے چھوٹے جملے ہیں انہی میں موقع موقع سے مسیحی تعلیمات درج ہیں جیسے:۔

"سب کے ساتھ نرمی سے کلام کرو۔ ماں باپ کی خدمت کرو اور ان کے تابع رہو۔ غریب کا دل ہاتھ میں لانا لازم ہے..... بدی سے باز آ اور نیکی کا پیچھا کر۔ بدی کے عوض کسی سے بدی نہ کرو..... جو تھوڑا بوتا ہے وہ تھوڑا کاٹے گا۔ جو بہت بوتا ہے وہ بہت کاٹے گا۔" (ص ۳۴)

(۱۱) اردو کی دوسری کتاب:۔ مطبوعہ انڈین کرسچین پریس، الہ آباد ۱۹۰۵ء ص ۹۶۔

اس کتاب میں بہتر سبق ہیں جو اخلاقی نصائح، عام معلومات اور مسیحی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔

(۱۲) اردو کی تیسری کتاب:۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور، امریکن مشن پریس، لودیانہ۔ بار سوم، ۱۸۹۶ء جیبی تقطیع۔ ص ۲۴۰۔

اس میں بھی عام معلومات کے مضامین کے علاوہ مذہبی اور اخلاقی تعلیمات شامل ہیں۔ مثلاً ستائیسویں سبق میں "بت پرستی کا بیان" ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر کسی لڑکے کو بھوک لگے تو وہ روٹی مانگنے کو کس کے پاس جائے گا۔ اگر وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے پاس نہ جائے تو کیا اس کو روٹی ملے گی۔ یا اگر ان کے پاس جانے کے بدلے وہ کسی پتھر سے روٹی مانگے تو کیا روٹی پائے گا۔ کیا پتھر اس کو کچھ دے سکے گا۔ کیا وہ اس کی بات سن سکے گا۔ یا اس سے یہ کہہ سکے گا کہ فلاں جگہ روٹی رکھی

www.taemeernews.com

ہے وہاں سے جا کے نکال لو۔ یا کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ آ میں تجھ کو روٹی دوں
ہرگز نہیں۔ آج تک کسی نے نہ کبھی یہ دیکھا نہ کبھی یہ سنا ہے کہ پتھر کسی سے
بولا ہو یا کسی کو کچھ دیا ہو۔

بت پرستی بڑی بے جا بات ہے۔ عبادت اور پرستش صرف خدا کا حق
ہے۔ وہ ہر وقت ہماری دعا کو سنتا ہے اور ہماری ہر حال میں مدد کرتا ہے"
(ص ۶۲-۶۵)

(۱۳) خطوط بنام طفلان خرد:۔ "یعنی خطوط چھوٹے لڑکوں کے لئے ان کے باپ کی طرف سے جن کو جیمس بارنے بس نے واسطے فائدہ طلبا اسنڈے اسکول کے زبان انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔"
مطبوعہ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس۔ لکھنؤ ۱۸۸۶ء۔ ص ۶۷۔

(۱۴) ہدایت اطفال:۔ شائع کردہ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنو۔ دسواں ایڈیشن، ۱۹۰۱ء ص ۵۲
یہ نظم و نثر میں اخلاقی اور مذہبی مضامین کا ایک مختصر مجموعہ ہے۔

(۱۵) شکر کہانیاں:۔ حصہ اول۔ از پادری رحمت مسیح صاحب واعظ۔ مطبوعہ امرت الیکٹرک پریس، لاہور ۱۹۳۳ء۔ ص ۴۰۔ چھوٹی تقطیع۔
اس کتاب میں اخلاقی سبق کہانیوں کے پیرائے میں دیے گئے ہیں۔ یہ کہانیاں انجیل کی روائتوں پر مبنی ہیں۔

(۱۶) ہمارا خدا ہمارے ساتھ:۔ مطبوعہ مشعل پریس، کھڑک ضلع انبالہ بار دوم ۱۹۴۲ء۔ ص ۴۸۔
" یہ کتاب مس آر۔ ای۔ رابنسن صاحبہ کی انگریزی کتاب "دی چلڈرنز لائف آف کرائسٹ

www.taemeernews.com

سے چند ایک تبدیلیوں کے ساتھ اردو میں ترجمہ کی گئی ہے"

ایک اقتباس حسب ذیل ہے۔

"خدا یسو یسوع مسیح کی کچھ مثالیں۔

"بیج بونے والے کی مثال۔

"یسوع اکثر مثالیں سنایا کرتا تھا۔ مثالیں وہ کہانیاں ہوتی ہیں جن کا مطلب چھپا ہوتا ہے۔ اس نے بیج بونے کی ایک مثال دی اور کہا کہ ایک بیج بونے والا بیج بونے نکلا، اور بوتے وقت کچھ راہ کے کنارے گرا اور پاؤں کے نیچے روندا گیا اور ہوا کے پرندوں نے آکر اُسے چگ لیا اور کچھ پتھر والی زمین پر گرا اور اُگا، مگر گیلا نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ گیا۔ اور کچھ جھاڑیوں میں گرا، اور جھاڑیوں نے ساتھ ساتھ بڑھ کر اُسے دبا لیا۔ اور کچھ اچھی زمین پر گرا، اور اس نے اُگ کر سو گنا پھل دیا۔

اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ بیج خدا کا کلام ہے جو راہ کے کنارے گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ سنتے تو ہیں پر کام میں نہیں لاتے۔ اور جو پتھر والی زمین پر گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ تھوڑی دیر تک تو مان لیتے ہیں لیکن پھر جلد بھول جاتے ہیں۔ اور جو جھاڑیوں میں گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ مان لیتے ہیں۔ مگر دنیا کے فکر یا دولت کے سبب سے اس پر قائم نہیں رہتے اور جو اچھی زمین میں گرا وہ کلام ہے جس کو لوگ مان لیتے ہیں اور نیک دل میں سنبھالے رہتے اور صبر سے پھل لاتے ہیں۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.taemeernews.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

زندگی تمثیلی حکایات کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ بوذاسف، بدھ کی عربی شکل ہے اور بلوہر اس جوگی کا نام ہے جس کی عارفانہ تلقین سے بدھ نے شہزادگی کے عیش و آرام کو چھوڑ کر غربت اور مسکنت کی زندگی اختیار کی تھی۔" بوذاسف و بلوہر" کی عبارت جس میں بیج بونے والے کی مثال بیان ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل ہے :-

"بیج بونے اور اگنے کی مثال"

"بلوہر نے کہا کہ سب سے اچھا علم وہ ہے جو خدائے پاک کو پہچاننے اور اچھے کام کرنے کی راہ بتائے۔ اس لئے میں جو کچھ تجھ سے بیان کرتا ہوں اس کو سمجھ کسان عمدہ بیج لیکر بونے کے لئے نکلتا ہے اور مٹھی بھر بھر کر کھیت میں بکھیرتا ہے ان میں سے کچھ تو کھیت کی منڈوں پر گرتے ہیں جو بہت جلد چڑیوں کا رزق ہوتے ہیں اور کچھ ایسے پتھر پر گرتے ہیں جس پر تھوڑی سی مٹی اور کسی قدر نمی ہوتی ہے۔ یہ دانے اگتے تو ہیں مگر جب ان کی جڑیں پتھر تک پہنچتی ہیں تو سوکھ جاتے ہیں اور کچھ پر خار زمین پر گرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں بالیں نکلتی ہیں اور پھلنے کو آتی ہیں تو کانٹے ان کی گردنیں دبا کر سکھا ڈالتے اور ضائع کر دیتے ہیں۔ اور ان میں سے تھوڑے اچھی پاک و صاف زمین پر گرتے ہیں جو محفوظ رہ کر نشو و نما پاتے اور بخوبی پنپ اٹھتے ہیں اس کی تشریح یہ ہے کہ کسان تو حکمت جاننے والے ہیں اور عمدہ دانے ان کے پند و نصائح ہیں اور وہ دانے جو منڈوں پر گرتے اور جن کو چڑیاں چگ جاتی ہیں وہ نصیحتیں ہیں جو کانوں ہی تک پہونچ کر رہ جاتی اور دل تک نہیں پہنچتی ہیں اور جو دانے پتھر کی نمناک مٹی پر گر کر اگ گئے ہیں اور بعد میں ان کی جڑیں پتھر پر پہونچ کر سوکھ جاتی ہیں۔ وہ وہ باتیں ہیں جن کو کسی شخص نے جی لگا کر

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.taemeernews.com

(بقیہ حاشیہ سلسلہ گزشتہ)

سنا اور اچھا جانا اور اپنی سمجھ سے ان کو پہچانا ہو۔ مگر ان پر عمل کرنے کے ارادہ سے ان کو گرہ میں نہ باندھا اور نہ اس کی عقل نے ان کو اپنا بنا لیا ہو۔ اور جو بیج کو اگنے اور پھیلنے کو ہمیشہ مگر کانٹوں نے ان کو سر اٹھانے نہ دیا۔ وہ ایسی نصیحتیں ہیں جن کو سننے والے نے گرہ میں باندھ رکھا اور عقل نے ان کو سمجھا بھی، مگر جب ان پر عمل کرنے کا وقت آیا جو ان کا پھل ہے اس وقت نفسانی خواہشوں نے ان کو دبا کر ضائع کر دیا اور جو دانے پاک و صاف زمین میں پہونچے اور محفوظ رہ کر پھولے پھلے اور پروان چڑھے وہ ایسی نصیحتیں ہیں جن کو عقل و بینائی نے پسند اور کانوں نے قبول کیا اور دل نے محفوظ رکھا اور ارادہ نے ان کو تکمیل کو پہنچایا۔ یعنی نفسانی خواہشوں کو اکھاڑ پھینکنے اور نجس خیالات سے قلب کو پاک کرنے کا کام ان سے لیا"

"یوسف و بلوہر"۔ اردو مترجمہ مولوی سید عبدالغنی صاحب۔ مطبع شمسی، حیدرآباد۔ دکن۔ (ص ۳۴۰-۳۵)

---

www.taemeernews.com

بہائی مذہب

بہائی مذہب نے ایک مختصر رسالہ "نئے دن کا طلوع"[1] میں "خلاصہ امر بہائی" یوں بیان کیا گیا ہے:-

"سو برس سے زیادہ عرصہ گزرا جب کہ مشرق و مغرب مادیت کی تاریکی اور بے دینی سے نکلنے کے لئے یکساں جدوجہد کر رہے تھے، امر بہائی یوم جدید کے اٹل دعوے کے ساتھ اٹھا۔ ۲۲ مئی ۱۸۴۴ء کو سید علی محمد باب نامی (جو اہل اسلام میں قائم آل محمد و مہدی کہلاتے ہیں) ایک نورانی ایرانی نوجوان اپنے پیغام کی اشاعت کے لئے کھڑا ہوا، اور اس زبردست معلم آلہٰی کے آنے کی بشارت دی جو دلوں کو زندہ، دماغوں کو روشن، خیالات کو متحد، اور دنیاوی رسوم کو متحد کرے گا۔ مصائب کی بارش میں چھ سال تک بہادرانہ استقلال سے تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہنے کے بعد حضرت باب، مسلمانوں کے تعصب و استبداد کا شکار ہوئے۔ یعنی ۹ جولائی ۱۸۵۰ء کو تبریز میں عوام کے سامنے شہید کر دئے گئے۔ اس

---

[1] "نئے دن کا طلوع" شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی، دہلی مطبوعہ لکشمی پرنٹنگ ورکس کراچی۔

www.taemeernews.com

اساس پر امر مبارک کی بنیاد حضرت بہاء اللہ نے رکھی جنھوں نے تمام دنیا کے لئے انفرادی اور اجتماعی حیات جدید کے اصول و قوانین ایسے ظلم و ستم کے حالات میں نازل فرمائے جو کسی دین کی تاریخ میں نہیں پائے جاتے۔

حضرت بہاء اللہ نے مشرق و مغرب کو خوش خبری دی کہ روح القدس شجر انسانیت کو دوبارہ سخت ضرورت کے وقت تازگی بخشنے کے لئے پھر ظاہر ہوا ہے۔ بہائی بندی، اخوت، امن عامہ اور معرفت آلہٰی کا دور عظیم شروع ہو گیا ہے۔ انھوں نے ہر شخص کو ان خدائی تعلیمات میں حصہ لینے کے لئے دعوت دی جو ان پر نازل ہو رہی تھیں۔ تمام مخالف طاقتوں نے امر اللہ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ چنانچہ حضرت بہاء اللہ اور ان کے چند وفادار پیروؤں کو طہران میں قید کر لیا گیا، ان کی جائداد اور حقوق ضبط کر لئے گئے۔ اس کے بعد بغداد، قسطنطنیہ، اڈریانوپل جلاوطن کر کے بھیجا گیا اور آخر ۱۸۶۸ء میں عکہ کے مقام پر ایک اجڑے ہوئے جیل خانہ میں جو ترکی کے خونی اور سنگین قیدی رکھنے کی جگہ تھا اور کوہ کرمل کی وادی میں واقع ہے حبس دوام کی سزا دی گئی۔ حضرت بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند ارجمند حضرت عبدالبہاء بچپن ہی سے اپنے والد کے مصائب میں بہ رضا و رغبت شریک رہے اور قید خانہ عکہ میں چالیس سال قید رہے۔ اور بالآخر ۱۹۰۸ء میں ترکی انقلاب کے بعد نوجوان ترکوں نے جو اتحاد انسانی کے حامی تھے ان کو رہائی دلائی۔

حضرت بہاء اللہ نے ۱۸۹۲ء میں صعود فرمایا اور حضرت عبدالبہاء امر بہائی کے مقررہ رہنما اور مفسر ہوئے اور رہائی پانے کے بعد ۱۹۱۲ء یعنی اپنے زمانۂ صعود تک مفسر اور رہنما کی حیثیت سے خدمت ادا کرتے رہے۔ چنانچہ

www.taemeernews.com

آپ کی مسلسل مصروفیت، انتھک محنت و کوشش اور اعلیٰ حکمت کے ذریعہ سے ندائے الٰہی رفتہ رفتہ مگر مضبوط طور سے دنیا کے ہر حصہ میں پہونچ گئی موجودہ زمانہ میں ولی امر اللہ حضرت عبدالبہاء کے نواسے حضرت شوقی افندی کے ذریعہ سے اب اہل بہاء کا اتحاد اور حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات پرورش پا رہی ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی تعلیم وہ پاک روح ہے جو انسان کو حیات جدید بخشتی ہے" (ص ۶-۱۰)

اس کے بعد رسالہ مذکور میں "امر بہائی کی بارہ اصولی تعلیمات" درج ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

"یہ تعلیمات اب سے اسّی (۸۰) سال قبل حضرت بہاء اللہ نے پیش کیں اور آپ کی اس زمانہ کی شائع شدہ کتب مقدسہ میں موجود ہیں۔

(۱) وحدت عالم انسانی:۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ اے اہل عالم تم ایک درخت کے پتے اور ایک ہی باغ کے پھل ہو۔ یعنی دنیا ایک درخت کی مانند ہے۔ مختلف قومیں اور جماعتیں اس کی متعدد اور بہت سی شاخیں ہیں۔ پہلے ادیان میں دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ایک اہل کتاب یا "شجرہ طیبہ" دوسرے "شجرہ خبیثہ" یعنی دنیا کے نصف لوگ بے دین اور کافر سمجھے جاتے تھے۔ آدھے لوگ تو خدا کی رحمت کے حقدار سمجھے جاتے تھے اور آدھے خدا کے غضب کا شکار خیال کئے جاتے تھے۔ لیکن آج کوئی فرق نہیں ہے کسی کو ایک دوسرے کو کافر سمجھنے کا حق حاصل نہیں .....

(۲) تحری حقیقت بآزادی:۔ یعنی ہر شخص کو نہایت آزادی کے ساتھ مذہب کی تحقیقات کرنی چاہیئے۔ اپنے آباو اجداد کی اندھا دھند تقلید نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ اپنے کانوں سے سننا، آنکھوں سے دیکھنا، اور اپنے دماغ سے کام لیکر تلاش حق کرنا چاہیئے، کیونکہ آباو اجداد کے اعتقادات کی بنیاد تقلید ہی پر مبنی ہے۔

www.taemeernews.com

(۳) وحدت ادیان :۔ تمام مذاہب وادیان کے بنیادی اصول ایک ہیں حقیقت ایک ہے دین کی بنیاد سچائی پر ہے اور سچائی ایک ہی ہوتی ہے۔ اس لئے تمام مذاہب کی بنیاد بھی ایک ہی ہے .....

(۴) دین باعث اتحاد ہونا چاہئے :۔ ہر ایک دین ایک عظیم الشان اور مقدس تجلّی الٰہی کی مانند اہل عالم کے لئے حیات بخش ہوتا ہے۔ انسان کو حقیقی عزت دے کر نبی نوع انسان میں ہمیشہ کی زندگی پیدا کرتا ہے۔ مذہب دشمنی، منافرت، بے انصافی اور ظلم کے واسطے نہیں ہے اگر مذہب دشمنی اور کینہ کا سبب ہو تو اس سے یقیناً بے دینی بدرجہا بہتر ہے .....

(۵) مذہب سائنس کے مطابق ہونا چاہئے :۔ دین کو ہمیشہ معقول ہونا چاہئے اور سائنس سے بالکل متفق، تاکہ سائنس دین سے اور دین سائنس سے اتفاق کرے اور دونوں حقیقت میں ناقابل تفریق ہوں .....

(۶) مساوات مرد وزن :۔ دین بہائی میں یہ ایک خاص چیز ہے، کیونکہ پہلے مذاہب میں ہمیشہ مرد کا پلّہ عورت سے بھاری رہتا تھا۔ لیکن اب مکمل مساوات کا دور ہے لڑکا اور لڑکی ایک ہی قسم کی تعلیم پائیں، کیونکہ ایک ہی قسم کی تعلیم بنی آدم میں اتحاد پیدا کر سکتی ہے۔

(۷) ترک تعصبات :۔ یہ بات مسلم ہے کہ مظاہر الٰہی ہمیشہ انسانوں میں اتحاد پیدا کرنے آتے ہیں نہ کہ انھیں منتشر کرنے کے لئے ..... لہٰذا ہم کو چاہئے کہ ہر طرح کے تعصبات خواہ وہ قومی ہوں یا وطنی، مذہبی ہوں یا سیاسی، دور کر کے بنی نوع انسان میں اتحاد کا ذریعہ بن جائیں۔

(۸) صلح عمومی :۔ تمام انسانوں اور قوموں کو امن سے رہنا چاہئے حکومتوں، قوموں مذہبوں، اور ہر ایک دین کے ماننے والوں میں صلح عمومی کا ہونا لازمی ہے۔ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس وقت اس چیز کی سخت ضرورت ہے۔

(۹) تعلیم عمومی :۔ ہر ایک شخص کو تعلیم و تربیت میں حصہ لینا چاہئے، اور یہ شرکت

www.taemeernews.com

تعلیم مذہب کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے بچوں کو جبریہ تعلیم دی جائے۔ اگر ان کے والدین نہیں ہیں تو اہل جماعت ان کی خبر گیری کریں۔

(۱۰) حل اقتصادیات:۔ پہلے پیغمبروں کی کسی کتاب میں اقتصادی مسئلہ کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ لیکن حضرت بہاراللہ کی تعلیمات میں اس کا حل موجود ہے۔ کچھ احکام نازل کیے گئے ہیں جو تمام انسانوں کی بہتری اور بہبودی کے کفیل ہیں جس طرح دولت مند فارغ البالی کے ساتھ راحت و آرام سے رہتا ہے، غریب آدمی کو بھی رہنے کو گھر اور کھانے کو غذا ملنی چاہیئے وہ کبھی بھوک اور حاجت کا شکار نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(۱۱) عالمگیر زبان:۔ ایک بین الاقوامی معاون زبان اختیار کی جائے گی جو دنیا کے ہر حصے میں رائج ہوگی۔ تمام اقوام کی ایک کمیٹی ہونی چاہیئے جو کہ ایسی مناسب زبان تجویز کرے جو بین الاقوامی خیالات کے اظہار کا باعث ہو اور دنیا کے ہر اسکول میں پڑھائی جائے تاکہ ہر شخص کو صرف دو زبانوں کی ضرورت رہے، ایک مادری زبان، دوسری عالمگیر زبان۔

(۱۲) بیت العدل عمومی:۔ قدرت الٰہی کے زیر سایہ اور عام انسانوں کی نگرانی میں ایک بیت العدل عمومی قائم ہوگا۔ اس بیت العدل کے فیصلوں کو ہر شخص کو ماننا پڑے گا۔ اس طرح قوم کی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

www.taemeernews.com

ہے۔ اس کتاب میں باب، بہاء اللہ اور عبدالبہاء کے تاریخی حالات اور دین بہائی کی تعلیمات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ بعض مقامات جن سے بہائی مذہب کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں :۔

بشارت

"جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی لوگوں میں روحانی کمزوری کے آثار نمایاں ہوئے اور ان کے اخلاق بگڑ گئے تو وہ محیر العقول اور پراسرار ہستی یعنی پیغمبر ظاہر ہوتا ہے ..... ان بانیان ادیان کی نسبتی بزرگی کے بارہ میں ہمارے خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ ذرائع تربیت انسانی میں ایک نہایت طاقتور عنصر ہوتے ہیں۔ یہ سب انبیاء بیک آواز فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ ہمارے واسطہ سے خدائی وحی اور آسمانی پیغام ہے ہم صرف اس کے لانے والے ہیں۔ ان انبیاء کا جس قدر کلام اس وقت موجود ہے اس میں ایک معلم و مربی عالم کے ظاہر ہونے کے بے شمار وعدے اور اشارے پائے جاتے ہیں، کہ وقت کے پورا ہونے پر یہ تمام دنیا کا مربی ظاہر ہوگا اور ان کے کام کو پورا کرے گا اور اسے تکمیل تک پہونچائے گا۔ وہ دنیا میں امن و عدل کی کی سلطنت قائم کرے گا اور دنیا کے تمام مذہبوں اور قوموں اور نسلوں کو ایک خاندان بنا دے گا، تاکہ صرف ایک گلہ اور ایک ہی اس کا گلہ بان ہو، اور سب ادنیٰ و اعلیٰ خدا کی معرفت حاصل کریں۔

آخری ایام میں اس مربی عالم انسانی کی آمد یقیناً تاریخ کا ایک نہایت ہی اہم ترین واقعہ ہونا چاہئے۔ تحریک بہائی دنیا میں اس

www.taemeernews.com

بڑی خوشخبری کا اعلان کر رہی ہے کہ یہ مربی اعظم فی الواقع ظاہر ہو گیا ہے اور اس پر وحی آسمانی کا نزول ہوا جو کتاب کی صورت میں موجود ہے، جسے ہر طالب صادق پڑھ سکتا ہے ....." (ص ۱۲، ۱۴)

"حضرت بہاء اللہ نے بار بار صاف طور سے فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا کے لوگوں کے وہ معلم و مربی ہیں جس کی آمد کی دنیا ایک مدت سے منتظر تھی، اس فضل ایزدی کا ذریعہ ہیں جو پہلے کے سب فیوض سے بالا و برتر ہے، جس میں پہلے سب ادیان اسی طرح مل جائیں گے جس طرح دریا سمندر میں مل جاتے ہیں۔ آپ نے ایک ایسی بنیاد ڈالی ہے جو تمام دنیا میں اتحاد قائم کر دے گی اور زمین میں ایک شاندار امن اور لوگوں کے درمیان آشتی پیدا کرنے والی ہوگی، جس کے بارہ میں انبیاء نے پیشین گوئیاں کیں اور جسے شاعروں نے اپنے اشعار میں نظم کیا ہے" (ص ۱۸)

"حضرت باب مبشر"

"سید علی محمد جو بعد میں باب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء مطابق یکم محرم ۱۲۳۵ھ ہجری کو جنوبی ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ خاندان سادات میں سے تھے ..... جب پچیس سال کے ہوئے تو آپ نے خدا کے حکم کے مطابق اعلان کیا کہ بزرگ و برتر خدا نے اپنے کو باب کے مقام کے لئے برگزیدہ کیا ہے .....

ان ایام میں یہ عقیدہ کہ خدائی پیغمبر کا اچانک ہونے والا ظہور نزدیک ہے۔ اگرچہ عام طور پر پھیلا ہوا تھا مگر فرقہ شیخیہ میں خاص طور پر اس کا چرچا تھا۔ اسی فرقہ کے ایک نہایت مشہور عالم ملا حسین بشروئی

www.taemeernews.com

کے سامنے سب سے پہلے حضرت باب نے اپنے مشن کا اعلان کیا....
علمائے شیعہ نے نہایت شد و مد سے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور فارس (جنوبی ایران) کے متعصب اور ظالم حاکم حسین خاں کو اس نئی چیز کے دبانے پر آمادہ کیا۔ اس وقت سے حضرت باب کے لئے قید اور جلاوطنی، عدالتوں میں ذلیل جرح و قدح کا مقابلہ، تازیانوں کی سزائیں اور ایسے ہی دکھ اور مصائب کا سلسلہ شروع ہوا جو آخر کار ۱۸۵۰ء میں آپ کی شہادت پر ختم ہوا۔" (ص ۲۸-۳۱)

• حضرت باب کو یوحنا بپتسمہ دینے والے سے تشبیہہ دی گئی ہے مگر ان کا مقام صرف مبشر ہی کا نہیں وہ بذات خود ایک مظہر الٰہی بھی تھے، اور انھوں نے ایک مستقل شریعت عطا کی، اگرچہ اس کا دور چند سال ہی رہا اہل بہا کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ دونوں مل کر بہائی امر کے بانی تھے.....

حضرت باب کی تعالیم کا ایک اہم حصہ قیامت اور بہشت و دوزخ کی اصلیت و اصطلاحات کی تشریح ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت سے مراد آفتاب حقیقت کا تازہ ظہور ہے۔ مردوں کے زندہ کرنے کا مطلب قبور جہالت و غفلت و نفسانیت میں دبے ہوؤں کو روحانی زندگی عطا کرنا ہے۔ قیامت کا دن نئے ظہور کا دن ہے جس کے دین کے رد و قبول سے بھیڑیں، بکریوں سے علیحدہ کی جاتی ہیں، کیونکہ بھیڑیں اپنے اچھے گڈریئے کی آواز کو پہچانتی ہیں اور اس کی پیروی کرتی ہیں۔ بہشت سے مراد خدا کو جیسا کہ وہ اپنے ظہور کے ذریعے ظاہر ہو پہچاننے اور اس سے محبت کرنے کی خوشی ہے، جس کے سبب ہر شخص حسب استعداد کمالات حاصل کرتا

www.taemeernews.com

ہے اور مرنے کے بعد خدا کی بادشاہت اور ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہوتا ہے دوزخ سے مراد خدا کے عرفان سے محروم رہنا اور اس طرح خدائی کمالات کو حاصل نہ کر سکنا اور فضل ابدی کو کھو بیٹھنا ہے۔ آپ نے واضح طور سے فرمایا کہ ان اصطلاحات کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں۔ لوگوں کے درمیان مادی جسم سے اٹھنے اور مادی بہشت و دوزخ کے بارے میں جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ صرف وہم کے شوشے ہیں۔ آپ نے تعلیم دی کہ انسان کے لئے موت کے بعد ایک زندگی ہے، اور اس زندگی میں مدارج کمالات لامحدود در لامنتہا ہیں۔

حضرت باب اپنے کلام میں اپنے پیروؤں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ برادرانہ محبت و الفت میں دوسروں سے ممتاز ہوں، مفید صنعت و حرفت سیکھی جائے، ابتدائی تعلیم عام کر دی جائے۔ اس نئے اور عجیب دور میں عورتوں کو کامل آزادی دی جائے گی، غربا و مساکین کو ایک خزانہ عامرہ سے گزارہ مہیا کیا جائے گا۔ بھیک مانگنا نہایت سختی سے حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح مسکرات کے استعمال کو بھی ایسی ہی سختی سے حرام قرار دیا جائے۔" (ص ۳۷-۳۸)

حضرت بہاء اللہ

"میرزا حسین علی جو بعد میں بہاء اللہ کے لقب سے معروف ہوئے۔ میرزا عباس نوری کے سب سے بڑے بیٹے تھے میرزا عباس حکومت ایران کے ایک وزیر تھے۔ حضرت بہاء اللہ ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء مطابق ۱۲ محرم ۱۲۳۳ ہجری کو صبح صادق کے وقت ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان بہت دولت مند اور آپ کے متعدد

www.taemeernews.com

رشتہ دار حکومت کے مختلف صیغہائے سول اور ملٹری میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے ..... ۱۸۴۴ء میں جب حضرت باب نے اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت بہاء اللہ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ اعلان حضرت باب کی آواز سنتے ہی حضرت بہاء اللہ نے اس نئے امر کو لبیک کہا اور فوراً ہی آپ اس نئے دین کے بے خوف اور طاقتور مبلغین میں گنے جانے لگے۔

آپ اس امر کی خاطر دو دفعہ قید اور کوڑے کی ضرب اٹھا چکے تھے کہ اگست ۱۸۵۲ء میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے بابیوں پر بلاؤں کا ایک ایسا طوفان برپا کیا کہ ہر ایک بابی کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

صادق نام ایک نوجوان جو خود بھی بابی تھا اور جس کا آقا بھی بابی تھا۔ اپنے آقا کے عذاب شہادت کو دیکھ کر ایسا متاثر ہوا کہ بدلے کے جوش میں بھر کر اس نے شاہ ایران پر حملہ کر دیا ..... مگر شاہ کے مصاحبین نے فوراً اُسے پکڑ لیا اور وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بے انصاف بادشاہ نے تمام بابیوں کی جماعت کو اس کا ملزم ٹھہرایا اور نہایت بے رحمانہ قتل عام کا حکم دیا۔ اسّی بابی تو اسی وقت طہران میں انواع و اقسام کی اذیتیں دے دے کر شہید کر دیے گئے۔ بہتوں کو پکڑ کر قید خانوں میں ڈالا۔ ان قیدیوں میں حضرت بہاء اللہ بھی تھے۔" (ص ۱۴ سیم)

اس کے بعد حضرت بہاء اللہ کے بغداد بھیجے جانے کا بیان ہے۔ بغداد ہی میں انھوں نے اپنی بعثت کا اعلان کیا۔

www.taemeernews.com

"من یظہرہ اللہ"

"بغداد کے قریب ایک باغ میں خیمہ لگانا پڑا۔ یہ باغ نجیب پاشا کا باغ کہلاتا تھا، اور آپ بارہ دن تک یہاں فروکش رہے۔ ان بارہ ایام (۲۱ اپریل سے ۲ مئی ۱۸۶۳ء تک یعنی حضرت باب کے اعلان سے ۱۹ سال بعد کے پہلے دن آپ نے اپنے چند چیدہ احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ آپ ہی وہ "من یظہرہ اللہ" ہیں جس کی آمد کی خوشخبری حضرت باب نے دی تھی اور جو تمام انبیاء کا موعود ہے۔ جس باغ میں یہ اعلان کیا گیا وہ بہائیوں میں باغ رضوان کے نام سے مشہور ہوا، اور ان بارہ دنوں میں وہ ایک عید مناتے ہیں جس کا نام عید رضوان ہے۔" (ص ۴۹)

بہاء اللہ کا مقام

"بہاء اللہ کے مقام کو صحیح طور پر سمجھنا ایک اہم مسئلہ ہے آپ کے کلمات دو سرے مظاہر الٰہی کے کلمات کی طرح دو قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جن میں آپ ایک انسان کی طرح کلام فرماتے ہیں جو خدا کی طرف سے اپنے نبی نوع کو پیغام دینے کے لئے آیا ہے۔ دوسرے وہ کلمات جن سے مترشح ہوتا ہے کہ خود خدا بول رہا ہے۔" (ص ۲۳)

"حضرت بہاء اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعتہً ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے، اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔

مقام بشریت سے کلام فرماتے ہوئے بھی بہاء اللہ اس طرح کلام فرماتے ہیں جس طرح خدا کا فرستادہ کلام کرتا ہے اور لوگوں کو رضائے الٰہی کے سامنے کامل تسلیم کا زندہ نمونہ بن کر دکھائے۔ آپ کی تمام زندگی روح القدس سے معمور تھی۔ اس لئے آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری و الٰہی عنصر کے درمیان

www.taemeernews.com

کوئی صاف خط نہیں کھینچا جا سکتا۔" (ص ۶۹)

(۲) **باب الیحات** :۔ یعنی ترجمہ مقالہ سیاح جس کو ایک ایرانی سیاح نے حضرت بہاء اللہ اور حضرت باب علیہما السلام کے حالات زندگی اور فرقہ بہائیہ کے مختصر واقعات اور تعلیمات کے متعلق فارسی زبان میں لکھا ہے۔ اور جس کا ترجمہ جناب سید مصطفےٰ صاحب رومی نے اردو میں کیا"۔ شائع کردہ انجمن بہائیہ رنگون۔ مطبوعہ نول کشور پریس، لاہور ۱۹۰۸ء۔ ص ۲۱۸۔

"بابیت" کا مفہوم واضح کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے :۔

"جب انھوں نے (باب نے) مذہبی دعوت شروع کی تو سب سے پہلے بابیت کا اظہار کیا۔ لفظ بابیت سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں ایک ایسے جلیل القدر شخص کے فیض پہونچانے کا ذریعہ ہوں جو دنیا میں موجود ہیں، لیکن ان کے وجود سے لوگ ابھی ناواقف ہیں، اور ان کے کمالات غیر متناہی ہیں۔ میری حرکات و سکنات ان کے ارادہ کے تابع ہیں اور میں ان کی محبت میں جکڑا ہوا ہوں۔ باب نے اپنی پہلی کتاب میں جو سورۂ یوسف کی تفسیر لکھی ہے ہر جگہ انہی غائب شخص کو جن سے وہ فیض یاب تھے مخاطب کیا ہے، اور اپنے کام کے آغاز اور درستی کے لئے انہی سے مدد طلب کی ہے، اور انہی کی راہ میں اپنی جان فدا کرنے کی آرزو اور تمنا کا اظہار کیا ہے ..... اسی طرح انھوں نے آیات قرآن کی شرح و تفسیر اور عربی زبان کے خطبے اور مناجاتیں بہت سی تالیف کی ہیں، اور ان تمام تالیفات میں لوگوں کو اسی شخص غائب کے ظہور کے انتظار کا شوق دلایا ہے۔ انھوں نے ان تالیفات کو الہامی صحیفوں اور کلام قطری کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ فرشتہ کے ذریعے سے اپنے اوپر وحی اترنے کا انھوں نے دعویٰ بالکل نہیں کیا۔" (ص ۳، ۴)

www.taemeernews.com

(۳) لوح ابن ذئب :۔ "از کتب مقدسہ حضرت بہاءاللہ۔ اردو ترجمہ۔ طابع وناشر ادارہ کوکب ہند، دہلی۔ مطبوعہ حیدری پریس، دہلی۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۲۰:۔

حضرت بہاءاللہ نے الواح کے نام سے متعدد رسالے لکھے ہیں جو بہائیوں کے نزدیک الہامی صحیفے ہیں۔ یہ لوح ایک ایرانی عالم کے جواب میں لکھی تھی۔ اس کے دو اقتباسات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:۔

"بعض بیانات جو الواح میں خاص طور پر اس جماعت کے لئے نازل ہوئے ہیں ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ سب لوگ نمایاں یقین کے ساتھ جان لیں کہ اس مظلوم نے وہ کام کیا ہے جو سب عقل مندوں اور مظاہر عقل وانصاف کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

اے خدا کے دوستو جو خدا کے شہروں میں رہتے ہو، اور اے خدا کے پیارو جو خدا کی بستیوں میں بستے ہو، یہ مظلوم تمہیں امانت اور دیانت کی نصیحت کرتا ہے۔ مبارک وہ بستی جو امانت ودیانت کی روشنیوں سے فائز ہے۔ انہی دونوں کے ذریعہ سے انسان کا درجہ بلند ہوتا ہے اور تمام عالم امکان کے باشندوں پر اطمینان کا دروازہ کھلتا ہے۔ مبارک وہ انسان جو دونوں کو مضبوط تھامتا ہے اور ان کی شان کو پہچانتا ہے۔ اور اس پر افسوس جو ان دونوں کے مقام سے منکر ہے۔ اور دوسرے مقام پر یہ کلمات نازل ہوئے ہیں۔ ہم خدا کے بندوں کو اور اس کی کنیزوں کو عصمت اور تقوی کا حکم دیتے ہیں تاکہ وہ خواہش نفسانی کے خواب غفلت سے بیدار ہوں اور خداوند خالق ارض وسما کی جانب متوجہ ہوں اسی طرح ہم نے بندوں کو اس وقت حکم دیا تھا جب کہ نیر آفاق، افق عراق سے جلوہ گر ہوا تھا۔ . . . . . ." (ص ۱۷)

www.taemeernews.com

"ہم نے اشراقات میں سے چوتھے اشراق کے اندر ذکر کیا ہے کہ ہر امر کے لئے مددگار کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس ظہور میں فتح مند لشکر پسندیدہ اعمال اور اخلاق ہیں، اور خوف خدا ان لشکروں کا سپہ سالار اور سردار ہے۔ وہی سب کا قائم رکھنے والا اور سب کا حاکم ہے۔

کتاب تجلیات کی تیسری جلد میں ہم نے ذکر کیا ہے (کہ انسانی) وجود کی بلندی و برتری کا باعث علوم و فنون اور صنعتیں ہیں۔ علم وجود کے لئے بمنزلہ بازو اور ترقی کا زینہ ہے۔ اس کا حاصل کرنا سب پر فرض ہے لیکن علوم سے مراد وہ علوم ہیں جن سے دنیا کو نفع پہونچے، نہ وہ علوم جو صرف حرف سے شروع اور حرف ہی پر ختم ہو جاتے ہیں۔ دنیا پر علم و ہنر والوں کا بڑا حق ہے۔ اس روشن مقام میں اُم البیان اس بات پر گواہ ہے۔ بیشک انسان کے لئے اس کا علم حقیقی خزانہ ہے....." (ص ۲۰)

(۴) کتاب ایقان :۔ مصنفہ حضرت بہاءاللہ۔ شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی دہلی جید برقی ریس، دہلی سنہ درج نہیں۔ ص ۱۶۸۔

اس کتاب میں مصنف نے اپنے نقطہ نظر سے توریت، انجیل اور قرآن کی بعض آیات کی تفسیر لکھی ہے، اور اصول ادیان کی وحدت اور نزول کتب کی علت بیان کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ کم و بیش ایک ہزار سال کے بعد نئی شریعت کا نزول ہوتا رہتا ہے چنانچہ اپنے صاحب شریعت اور اپنی کتاب "بیان" کے آسمانی کتاب ہونے کا اعلان مندرجہ ذیل عبارت میں کرتے ہیں :۔

"یہ شہر ہر ایک ہزار سال یا کم و بیش کے بعد از سر نو سجایا جاتا ہے پس اے میرے دوست ہم کو اس شہر تک پہونچنے اور خدا کی محبت و عنایات سے بڑے بڑے حجابات کو چاک کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ کامل استقلال

www.taemeernews.com

سے اس افسردہ روح کو نئے محبوب (پیغمبر جدید) کی راہ میں قربان کریں، اور لاکھوں عاجزیوں کے ساتھ التجا کرنی چاہئے تاکہ فیضان الٰہی ہمیں حاصل ہو۔ یہ شہر کیا ہے؟ یہ ہر زمانہ میں خدا کی کتاب ہے۔ مثلاً موسیٰ کے زمانہ میں تورات عیسیٰ کے انجیل، محمدؐ رسول اللہ کے عہد میں قرآن، اور اس زمانہ میں کتاب "بیان" اور اس کے عہد میں "جس کو خدا ظاہر کرے گا"، اس کی کتاب ہے، جس کی طرف پہلی تمام کتابیں لوٹتی ہیں اور وہ تمام کتابوں پر حاوی ہے۔ ان شہروں میں رزق روحانی مقرر اور جاودانی نعمتیں مقدر ہوتی ہیں۔ یہ شہر روحانی غنا اور قدیم نعمت عطا کرتے ہیں، اہل انقطاع و تجرید کو نعمت توحید عطا کرتے ہیں، اور بے نصیبوں کو مستغنی بناتے ہیں اور آوارگان دشت جہالت کو سائر معرفت بخشتے ہیں،، (ص ۱۲۷)

(۵) نئے دن کا طلوع :۔ شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی۔ لکشمی پرنٹنگ ورکس، کراچی سنہ درج نہیں۔ ص ۴۰۔

یہ وہی رسالہ ہے جس سے "خلاصہ امر بہائی" شروع میں نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کے چند مزید اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جو حضرت بہاء اللہ اور عبدالبہا کے اقوال پر مشتمل ہیں۔ ان میں نصیحت اور حکمت کی باتیں بھی ہیں اور بہاء اللہ کے مظہر الوہیت اور حامل نبوت ہونے کا اعلان بھی۔

"کلمات مکنونہ از حضرت بہاء اللہ"

"اے دوستو، فنا ہونے والی خوبصورتی کے لئے حسن باقی کو نہ چھوڑو، اور اس فنا ہونے والی خاک کی دنیا سے محبت نہ کرو۔

اے فرزند وجود، اپنے آپ کو دنیا میں نہ پھنسا، کیونکہ جیسے ہم آگ سے سونے کو پرکھتے ہیں۔ ویسے ہی سونے سے ہم اپنے بندوں کی آزمائش کرتے ہیں

www.taemeernews.com

اے فرزند انسان، جب خوشی میں آئے تو آپ سے باہر نہ ہو اور مصیبت میں بے دل نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں چیزیں گزرنے والی ہیں، دیرپا نہیں۔

اے مسافرو، زبان میری ثنا کے لئے مخصوص ہے۔ اس کو تہمت اور بہتان سے آلودہ نہ کرو۔ جب غصہ آئے تو اپنی غلطیوں کو دیکھو اور میری مخلوق کی عیب جوئی نہ کرو۔ کیونکہ ہر شخص دوسرے کی بہ نسبت اپنے حالات بہتر جانتا ہے۔ (ص ۲۲-۲۳)

اے بندۂ من، بہترین شخص وہ ہے جو قوت بازو سے معاش حاصل کرکے اپنے خدا کی راہ میں اپنے پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔

اے فرزند آدم، کسی دوسرے کے گناہ پر لب نہ کھول جب تک کہ تو خود گنہگار ہے۔ اگر تو اس حکم کی نافرمانی کرے گا تو مردود ہوگا۔ اور میں اس پر گواہ ہوں" (ص ۲۴)

"نصائح حضرت عبدالبہاء"

"خدائی آواز سنو جو دنیا کے ہر حصہ سے آرہی ہے کہ اے فرزندان آدم آؤ، میرے پاس آؤ۔ وہ جو پیاسے ہوں میرے پاس آئیں اور وہ شیریں پانی نوش کریں جو دنیا کے ہر حصہ پر برس رہا ہے۔ یہی وعدہ کا وقت ہے..... کیا اب تمہیں مناسب ہے کہ تم سب سستی وغفلت کے بستروں پر پڑے سوتے رہو جب کہ وہ باپ جس کا مسیح نے وعدہ کیا تھا ہمارے درمیان آگیا اور انتہائی لطف وفیض کے دروازے کھول دئے۔ ہم کو ان پچھلے لوگوں کی طرح نہ رہنا چاہیئے جو خدائی آواز سننے کے لئے بہرے اور اس کا جمال دیکھنے کے لئے اندھے تھے۔ بلکہ ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنی آنکھیں کھولیں تاکہ اُسے دیکھیں؛ اور اپنے کان کھولیں تاکہ اس کی آواز سُن سکیں، اور اپنے دلوں کو صاف

www.taemeernews.com

کریں تاکہ وہ محبوب ہمارے دلوں میں بسے۔ یہ دن ایمان اور عمل کے دن ہیں نہ کہ زبانی جمع خرچ کے۔ ہم کو خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہئے اور اس زبردست دعوت سے مستفید ہونا چاہئے جو تیار کی گئی ہے۔۔۔۔۔" (ص ۳۳-۳۵)

(۶) **مفاوضات عبدالبہاء** بہ گفتگو بر سر ناہار۔ مرتبہ کلیفورڈ بارنی امریکانیہ۔ جس کا ترجمہ اصل فارسی سے حسب امر مبارک محفل مقدس روحانی مرکزی ہندو برما عباس علی بٹ بی۔اے۔بی۔ای۔ڈی۔ایچ۔پی نے کیا۔ محفل مقدس روحانی مرکزی ہندو برما نے طبع کرا کے شائع کیا" ۱۹۳۷ء۔ مطبع کا نام درج نہیں۔ بڑی تقطیع ص ۱۹۵۔

یہ کتاب ایک امریکن بہائی خاتون کی تالیف ہے اور اصلاً ان سوالوں کے جوابات کا ایک مرتب مجموعہ ہے جو خاتون مذکورہ نے دین بہائی اور مختلف روحانی مسائل پر کئی ملاقاتوں میں عبدالبہا سے کئے تھے۔ ایک اقتباس جس میں انبیاء کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں اور حضرت بہاءاللہ کو ایک مستقل نبی بتایا گیا ہے حسب ذیل ہے:-

"سوال:- انبیاء کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب:- انبیاء دو قسم کے ہیں۔ ایک بالاستقلال و متبوع۔ دوسرے غیر مستقل و تابع۔ انبیائے مستقلہ صاحب شریعت اور دور جدید کے موسس ہوتے ہیں۔ ان کے ظہور سے دنیا ایک نیا چولہ بدلتی ہے، اور ایک نئے دین کی بنیاد پڑتی ہے اور ایک نئی کتاب نازل ہوتی ہے۔ یہ انبیا حقیقت الوہیت سے بلاواسطہ فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان کی نورانیت نورانیت ذاتی ہوتی ہے، بعینہ آفتاب کی مانند جو خود اپنی ذات سے روشن ہے۔ اس کی روشنی اس کا ایک لزوم ذاتی ہے۔ کسی دوسرے سیارے یا ستارے سے حاصل کی ہوئی نہیں۔ یہ مطالع صبح احدیت فیض کے سرچشمے اور ذات حقیقت کے آئینے ہیں۔ دوسری قسم کے نبی تابع و مروج ہیں، کیونکہ فرع

www.taemeernews.com

ہیں، مستقل نہیں۔ یہ نبی انبیائے مستقلہ سے فیض پاتے ہیں اور نبوت کلیہ سے وقوف و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ چاند کی مانند جو بذات خود روشن و ساطع نہیں، بلکہ آفتاب سے روشنی پاتا ہے۔ مظاہر نبوت کلیہ جو بالاستقلال اس دنیا میں ظاہر ہوئے، ان میں سے حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ، حضرت مسیحؑ، حضرت محمدؐ، حضرت اعلیٰ اور حضرت جمال مبارکؑ ہیں۔ دوسری قسم کے جو تابع و مروّج ہیں، ان میں سے حضرت سلیمانؑ، داؤدؑ، اشعیاؑ، ارمیاؑ، حزقیاؑ ہیں۔

انبیائے مستقلہ موسس تھے یعنی انھوں نے ایک نئی شریعت کی بنیاد ڈالی اور لوگوں کو ایک نئی خلق بنایا۔ اخلاق عموم کو بدل دیا اور ایک نئے طریقے اور نئی روش کو جاری کیا۔ ایک نیا زمانہ شروع ہوا اور ایک نئے دین نے شکل پکڑی۔ ان کا ظہور موسم بہار کی طرح ہے کہ سب کائنات زمین ایک نئی خلعت پہنتی اور ایک نئی زندگی پاتی ہے۔

دوسری قسم کے نبی جو تابع ہیں شریعت اللہ کو جاری کرتے ہیں، دین اللہ کو پھیلاتے اور کلمۃ اللہ کو بلند کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ انبیائے مستقلہ سے ہی حاصل کرتے اور ماہتاب کی مانند دوسروں پر نورانی پرتو ڈالتے ہیں۔" (ص ۱۰۸)

اخلاقیات کے سلسلے میں ایک بحث "مجرم کے صحیح طریقہ علاج" کی ہے۔ سائل پوچھتی ہے: "کیا مجرم سزا کا مستحق ہے یا معافی اور درگزر کا؟" اس کا جواب حضرت عبدالبہا یوں دیتے ہیں:۔

"سزائیں دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم انتقام ہے اور دوسری قسم قصاص ہے۔ کوئی انسان انتقام لینے کا حق نہیں رکھتا، مگر ہیئت اجتماعیہ مجرم سے قصاص لینے کی حقدار ہے، اور یہ قصاص آئندہ کی روک ٹوک کے لئے ہے تاکہ کوئی

---

۱۰۸ "حضرت اعلیٰ" سے مراد "باب"، اور "حضرت جمال مبارک" سے میرزا بہاء اللہ ہیں۔

www.taemeernews.com

دوسرا شخص اس جرم کی جسارت نہ کرے۔

قصاص حقوق بشر کو محفوظ رکھنے کے لئے ہے، انتقام لینے کے لئے نہیں، کیونکہ انتقام دل کی تسلی ہے جو بالمثل مقابلہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ کیونکہ انسان انتقام کا حق نہیں رکھتا۔ باوجود اس کے اگر مجرموں سے بالکل باز پرس نہ ہو تو دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے قصاص ہیئت اجتماعیہ کے لوازم ضروریہ میں سے ہے۔ مگر شخص مظلوم جس پر دست درازی کی گئی ہے بدلہ لینے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کے لئے معاف کرنا اور مہربانی کرنا لازم ہے، اور یہی انسان کی شان کے شایان ہے۔ مگر ہیئت اجتماعیہ کے لئے فرض ہے کہ وہ ظالم اور قاتل اور مارنے والے سے قصاص لے تاکہ آگے کے لئے روک ٹوک ہو اور دوسرے ان جرائم کی جسارت نہ کریں۔

مگر اصل بات تو یہ ہے کہ لوگوں کی ایسی تربیت کی جائے کہ جرم واقع ہی نہ ہو، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک گروہ کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ ارتکاب جرم سے ایسا پرہیز کریں اور اس قدر نفرت کریں کہ ان کے نزدیک خود جرم ایک بہت بڑا دکھ اور سخت عذاب و قصاص ہو۔ اس لئے جرم واقع نہ ہوگا اور جب جرم واقع نہ ہوگا تو قصاص کے جاری کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ،،(ص ۱۷۳)

www.taemeernews.com

مذہبی اخبارات ورسائل

غیر اسلامی مذہبی اور اخلاقی کتابوں کے علاوہ جو اردو میں تالیف یا ترجمہ کی گئی ہیں مذہبی اخبارات ورسائل کی بھی اچھی خاصی تعداد اس زبان میں شائع ہوئی ہے۔ لیکن ان میں سے صرف چند مجھے مل سکے۔ فہرست مندرجہ ذیل ان رسالوں اور اخباروں کی ہے جو مجھے دستیاب ہوئے یا جن کا حوالہ صفحات گزشتہ کی مذہبی کتابوں میں ملتا ہے، یا جن کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے خطبات اور بعض دوسرے مضمون نگاروں نے اردو اخبارات کے سلسلے میں کیا ہے۔ یہ فہرست کچھ بہت بڑی نہیں ہے۔ ممکن ہے اس قسم کے اور اخبارات ورسائل بھی اردو میں شائع ہوئے ہوں لیکن اتنی تعداد سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور ان کے اخلاق کے مقبول عام بنانے میں اردو نے کتنا حصہ لیا ہے۔

ہندو مذہب

(۱) گیان پرکاش۔ آگرہ۔ یہ ہندوؤں کا پہلا مذہبی اخبار تھا جو ۱۸۶۲ء میں جاری ہوا۔ اس کا ذکر قاضی عبدالغفار صاحب نے اپنے مضمون "اردو صحافت" میں کیا ہے جو رسالہ "نگار" بابت نومبر ۱۹۴۰ء میں چھپا تھا۔

(۲) گیاوتی پتر کا۔ یہ ۱۸۶۵ء میں غالباً میرٹھ سے جاری ہوا (بحوالہ قاضی عبدالغفار صاحب)

www.taemeernews.com

(۴) **آب حیات ہند**:۔ ۱۸۶۴ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کے متعلق دتاسی نے لکھا ہے :۔ "یہ آگرہ سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے مدیر کا نام بنسی دھر ہے جو آگرہ کے نارمل اسکول میں مدرس ہیں ..... اس اخبار کے ہر صفحہ پر ایک خانہ میں اردو کے مضامین ہوتے ہیں اور اس کے برابر دوسرے خانہ میں وہی مضامین ہندی رسم خط میں ہوتے ہیں۔ ہندی کے حصے کا نام بھارت کھنڈ امرت ہے ..... یہ اخبار ماہوار ہے اور حجم سولہ صفحے کا ہے۔ مطبع نور العلم میں طبع ہوتا ہے۔"

(خطبات گارساں دتاسی۔ ص ۵۱۳)

(۳) دھرم پرکاش۔ آگرہ :۔ مرتبہ جوالا پرشاد۔ (خطبات گارساں دتاسی۔ ص ۷۷۸)

(۵) رسالہ دگیانی۔ لاہور۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیو برت لال۔ اس کے جون تا دسمبر ۱۹۱۶ء کے پرچے لائل لائبریری علی گڈھ میں ملے۔ اس رسالے میں ہندو مذہب کی تعلیمات خصوصاً ویدانت، اُپ نشد اور یوگ پر ایڈیٹر کے مضامین عام فہم زبان میں ہوتے تھے جو بعد میں کتابی شکل میں شائع کر دئے جاتے تھے۔ چنانچہ دگیان کے سلسلے میں بیس کتابیں بابو شیو برت لال کے قلم سے اردو میں شائع ہو چکی ہیں جن کی فہرست اس رسالے کے بعض نمبروں میں درج ہے۔

(۶) رسالہ سنت سندیش۔ لاہور۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیو برت لال۔ یہ رسالہ بھی عارفانہ اور صوفیانہ مضامین پر مشتمل تھا۔ جو شروع سے آخر تک ایڈیٹر کے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ یہی مضامین بعد میں کتابی صورت میں شائع کر دئے جاتے تھے۔ چنانچہ سنت سندیش کے سلسلے کی بھی بیس کتابیں اردو میں شائع ہو چکی ہیں جن کے نام فہرست میں درج ہیں۔ اسکی آٹھویں جلد کا پہلا نمبر (رسالے پر تاریخ اور سنہ درج نہیں) بویک سندیش کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے :۔

"بزم عرفان کے اجلاس کا دلکش نظارہ۔ راز وحدت کی تلقین کا دلپسند اشارہ۔ اہل تصوف کے ساتھ دلچسپ مکالمہ۔ مجذوب کی بڑ کے سلسلہ

www.taemeernews.com

میں توحید کے مضامین کا دلاویز سلسلہ۔ عام فہم لفظوں میں روحانی دقیقوں کی تشریح۔ سادہ بیانی میں مشکل معموں کی تشریح"۔ یہ سنت سندیش کا "سلسلہ ثانی" ہے۔ (لائل لائبریری، علی گڑھ)

(۷) رسالہ سنت امرت بانی :۔ لاہور۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیوبرت لال۔ اس رسالے میں بھی تمام مضامین ایڈیٹر ہی کے ہوتے تھے۔ جو بعد میں کتابی صورت میں شائع کر دئے جاتے تھے۔ اس سلسلے کی نو (۹) کتابوں کے نام رسالے کے آخر کی فہرست میں ملتے ہیں۔ سال طباعت اس رسالے پر بھی درج نہیں ہے۔ (لائل لائبریری علی گڑھ)

(۸) رسالہ سنت سماگم۔ لاہور۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیوبرت لال۔ اس میں بھی ایڈیٹر ہی کی مذہبی کتابیں باقساط شائع ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس کی جلد دیم شمارہ ۱۲ تا ۱۴ "دینا بھگت مال" جلد اول پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا ذکر اور ایک اقتباس ہندو مذہب کی کتابوں کے ذیل میں آچکا ہے (لائل لائبریری، علی گڑھ)

(۹) رسالہ سادھو۔ دہلی۔ ماہانہ۔ مرتبہ شیوبرت لال۔ اس میں بھی ہندوؤں کی مذہبی کتابیں قسط وار شائع ہوئی تھیں۔ لیکن سادھو کے سلسلے کی زیادہ تر کتابیں منشی سورج نراین مہر دہلوی کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے متعدد کتابوں کے اقتباسات مقالے میں دئے جا چکے ہیں۔ اس میں ایڈیٹر کے وہ مضامین بھی مسلسل شائع ہوتے رہتے تھے جو تکمیل کے بعد کتاب کی شکل میں طبع کر دئے جاتے تھے۔ مثلاً "گیان کلپدرم" کے دیباچے میں بابو شیوبرت لال لکھتے ہیں کہ "یہ صرف سادھو کے عزیز پڑھنے والوں کے لئے لکھی گئی ہے"۔

(گیان کلپدرم۔ آریہ اسٹیم پریس، لاہور)

(۱۰) پریت لڑی :۔ لاہور۔ یہ غالباً اخلاقی رسالہ تھا۔ اس کا ذکر ایک اخلاقی کتاب "پریت مارگ" کے سرورق پر ملتا ہے جس کے مصنف گرو بخش سنگھ کے نام کے ساتھ "ایڈیٹر پریت لڑی، لاہور" لکھا ہوا ہے۔

www.taemeernews.com

برھمو سماج

(۱) رسالہ برادر ہند۔ لاہور:۔ "مرأۃ الدین" جس کا ذکر برھمو سماج کی کتابوں کے سلسلے میں آچکا ہے۔ پہلے اسی رسالے میں باقساط شائع ہوئی تھی، جیسا کہ کتاب کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲) رسالہ دھرم جیون۔ لاہور۔ یہ پہلے شاید ماہانہ تھا جنوری ۱۸۸۶ء سے ہفتہ وار ہو گیا۔ اس میں "روحانی اور سوشل زندگی" کے متعلق مضامین شائع ہوتے تھے۔
(بحوالہ فہرست کتب برھمو سماج)

آریہ سماج

(۱) آریہ درپن :۔ یہ آریہ سماج کا پہلا تبلیغی رسالہ تھا۔

(۲) آریہ بھوشن :۔ شاہ جہاں پور

(۳) آریہ سماچار :۔ میرٹھ

(۴) دھرم پرکاش :۔ کپورتھلہ

(۵) بلدیو پرکاش :۔ آگرہ

قاضی عبدالغفار صاحب لکھتے ہیں کہ یہ سب پرچے ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۰ء تک جاری ہو گئے تھے۔ (نگار۔ نومبر ۱۹۴۰ء)۔ غالباً سب ماہوار رسالے تھے۔ آریہ سماچار کی جلدیں بابت ۱۸۸۵ء۔ ۱۸۸۶ء۔ ۱۸۹۱ء۔ ۱۸۹۲ء۔ ۱۸۹۳ء۔ ۱۸۹۵ء۔ ۱۸۹۷ء۔ ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء کتب خانہ آریہ مندر، علی گڑھ میں موجود ہیں۔

(۶) آریہ گزٹ۔ فیروزپور۔ اس کی جلد بابت ۱۸۸۶ء آریہ مندر علی گڑھ میں ہے۔

(۷) آریہ بندھو۔ میرٹھ۔ ماہانہ رسالہ۔ ۱۸۹۸ء۔ ۱۸۹۹ء۔ ۱۹۰۱ء۔ ۱۹۰۲ء۔ ۱۹۰۴ء۔

www.taemeernews.com

۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کی جلدیں۔ کتب خانہ آریہ مندر، علی گڑھ۔

(۸) اندر۔ ماہوار۔ مرتبہ دھرم پال جنوری تا دسمبر ۱۹۰۸ء کے متفرق پرچے اور ۱۹۰۹ء کی مکمل جلد۔ کتب خانہ آریہ مندر، علی گڑھ۔

(۹) آریہ مسافر میگزین۔ ماہوار۔ مرتبہ منشی رام۔ جلد سوم، اکتوبر ۱۹۰۰ء تا ستمبر ۱۹۰۱ء کتب خانہ آریہ مندر علی گڑھ۔

(۱۰) آریہ مسافر۔ ماہوار۔ مرتبہ منشی رام۔ ۱۹۰۳ء۔ ۱۹۰۴ء۔ ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۷ء کی جلدیں۔ کتب خانہ آریہ مندر، علی گڑھ۔

(۱۱) ریفارمر۔ لاہور۔ ہفتہ وار مصور اخبار۔ مرتبہ دیار تھی۔ بی۔ اے۔ اس کا ۳۰-۱۹۰۳ء جلد ۱۷ بابت ۲۰۔۲۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء "رشی نمبر" کے نام سے شائع ہوا تھا جس کے تمام مضامین سوامی دیانند سرسوتی سے متعلق تھے۔

(۱۲) جاگرت :۔ ہفتہ وار۔ لائل پور۔ مرتبہ گیان چند۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء کا پرچہ جلد ۲۵۔ نمبر ۲۹ تھا۔

(۱۳) پرکاش :۔ ہفتہ وار دہلی۔ ایڈیٹر ہتیشی علاء الپوری۔ جلد ۴۲ کا ۳۵-۳۶ء "دیوالی نمبر" کے نام سے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو شائع ہوا تھا۔

(۱۴) دیش بھگت :۔ ہفتہ وار۔ لاہور۔ مرتبہ گیان چند۔ اس کی گیارہویں جلد کے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کے پرچے میں اکثر مضامین آریہ سماج پر تھے۔

یہ چاروں ہفتہ وار اخبار مجھے "گورودت بھون آریہ سماج لائبریری"، لاہور میں ملے

تھیوسوفیکل سوسائٹی

(۱) امرت کا گھونٹ :۔ میرٹھ۔ ماہوار رسالہ۔ جنوری ۱۸۹۵ء کا پرچہ۔ لائل لائبریری علی گڑھ میں ملا۔

www.taemeernews.com

دیو سماج

(۱) سیتہ دیو سمواد۔ لاہور۔ ہفتہ وار۔ اس کا ذکر دیو سماج بک ڈپو، لاہور کی فہرست میں ہے۔

سکھ مذہب

(۱) پریم بلاس:۔ گوجرانوالہ۔ ماہوار "پوتھی سکھ منی صاحب" جس کا ذکر سکھ مذہب کی کتابوں کے سلسلے میں آچکا ہے۔ اسی رسالے میں باقساط چھپتی تھی۔ کتاب کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے:۔

"یہ ٹیکا ماہواری رسالہ پریم بلاس میں کئی سال سے مسلسل مضمون کے طور پر شائع ہوتا تھا۔"

بہائی مذہب

(۱) پیامبر۔ دہلی۔ ماہوار رسالہ۔ مرتبہ محفوظ الحق علمی۔ جلد ۷، عدد ۲ بابت فروری ۱۹۴۶ء کے پرچے میں پہلا مضمون "فرمان خداوندی" کے عنوان سے حضرت بہاء اللہ کی کتاب "اقدس" کے چند اقتباسات پر مشتمل ہے۔

عیسائی مذہب

(۱) خیر خواہ ہند۔ مرزاپور۔ مرتبہ پادری۔ آر۔ سی۔ ماتھر۔ ماتھر نے اس کا ذکر اپنے چوتھے خطبے مورخہ ۲۹ نومبر ۱۸۵۳ء میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔ "یہ امریکی پروٹسٹنٹ مشنریوں کا اخبار ہے اور اس کا مقصد تبلیغ مذہب ہے" (خطبات ماتھر ص ۳۴) ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

www.taemeernews.com

اپنے مقالہ "انیسویں صدی میں اردو صحافت" (مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں) میں لکھتے ہیں کہ:۔
"۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں یہ اخبار بند ہوگیا۔" مگر دتاسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کم سے کم ۱۸۶۵ء تک برابر جاری رہا۔ وہ ۱۸۶۵ء کے خطبے میں لکھتا ہے: "موصوف ڈاکٹر ماتھر مرزا پور سے 'خیر خواہ ہند، ناگری اور فارسی رسوم خط میں برابر شائع کر رہے ہیں" (دتاسی ۴۷۱)

(۲) بامداد۔ بمبئی۔ یہ بمبئی کی مسیحی انجمن کا رسالہ تھا جو ۱۸۵۹ء میں جاری ہوا۔
(دتاسی ص ۳۱۶)

(۳) خیر خواہ خلق:۔ آگرہ۔ ۱۸۶۲ء سے جاری ہوا۔ یہ مہینے میں دو مرتبہ صرف ایک ورق پر چھپتا تھا۔ جس میں دو کالم ہوتے تھے۔ دتاسی کا بیان ہے کہ "یہ بالکل مذہبی قسم کا اخبار ہے۔ اس کا مقصد دین مسیح کی نشر و اشاعت ہے"۔ (دتاسی ص ۳۷۸)

(۴) مخزن مسیحی۔ الہ آباد۔ ماہوار۔ مرتبہ ریورنڈ جے والش۔ لاطینی رسم خط میں جولائی ۱۸۶۶ء سے شائع ہونا شروع ہوا (دتاسی ص ۷۲۹)

(۵) رسالہ مواعظ عقبیٰ۔ "یہ ۱۸۶۷ء سے دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے اس کی ادارت نو عیسائی ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔" (دتاسی ص ۷۲۹)

(۶) کوکب عیسوی۔ ۱۸۶۸ء سے جاری ہوا (دتاسی ص ۷۷۹)

(۷) حقائق عرفان۔ امرت سر۔ ماہوار تبلیغی رسالہ۔ مرتبہ پادری عماد الدین ۱۸۶۸ء سے جاری ہوا۔ (دتاسی ص ۷۲۸)

(۸) صدر الاخبار۔ آگرہ۔ مرتبہ پادری فنک صاحب۔ ۱۸۴۶ء سے جاری ہوا۔ (مضمون قاضی عبدالغفار صاحب۔ رسالہ نگار۔ نومبر ۱۹۴۰ء۔)

(۹) کوکب ہند۔ کلکتہ۔ مرتبہ پادری کریون صاحب۔ ۱۸۶۹ء سے جاری ہوا (مولوی عبدالرزاق صاحب۔ رسالہ اردو، اکتوبر ۱۹۳۵ء)

(۱۰) شمس الاخبار۔ کلکتہ۔ مرتبہ پادری رجب علی۔ ۱۸۷۲ء سے جاری ہوا۔ محمد عتیق

www.taemeernews.com

صاحب۔ رسالہ نگار۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

(۱۲) رسالہ مسیحی۔ لاہور۔ کتاب "مسیح کے خاص دوست"، مطبوعہ ۱۹۰۶ء۔ پہلے اسی رسالے میں قسط وار چھپتی تھی۔

(۱۳) رسالہ مسیحی تجلی۔ لاہور۔ ماہانہ۔ کتاب "حل مشکلات"، مطبوعہ ۱۹۱۱ء ابتداً اسی میں شائع ہوئی تھی۔

(۱۴) رسالہ ترقی۔ لاہور۔ ماہانہ۔ کتاب "حیات المسیح"، مطبوعہ ۱۹۲۴ء شروع میں اسی رسالے میں بتدریج شائع ہوئی۔

ان تینوں رسالوں کا حوالہ مذکورہ بالا کتابوں کے دیباچوں میں دیا گیا ہے۔

(۱۵) رسالہ المائدہ۔ لاہور۔ مرتبہ موسیٰ خاں۔ اس کی پندرہویں جلد کا دسواں نمبر بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

میں نے لاہور میں دیکھا۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی :۔ "پون کروڑ مسیحیان ہند کا مذہبی، معاشرتی و سیاسی ماہوار اردو رسالہ۔" حجم (ص ۴۰)

(۱۶) الشاہد:۔ سرگودھا۔ مرتبہ پادری کے ایل۔ ناصر۔ "یونائیٹڈ پریسبیٹرین کلیسیائے پنجاب کا ماہوار رسالہ"، اگست ۱۹۴۶ء کا پرچہ انیسویں جلد کا پانچواں نمبر تھا۔ حجم۔ ص ۱۲۔

(۱۷) اخوت۔ لاہور۔ مرتبہ ایف۔ ایم۔ نجم الدین۔ "اخوت اندرا سیہ پنجاب کا ماہوار رسالہ"۔ یہ اخباری تقطیع کے چار صفحوں پر چھپتا تھا۔ جولائی اور اگست ۱۹۴۶ء کا مشترکہ پرچہ مجھے لاہور میں ملا۔ اس کے صفحات کی تعداد بھی چار ہی تھی۔ یہ جلد ۱۹ کا نمبر ۱، ۲ تھا۔

www.taemeernews.com

حاصل سخن

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آج جس زبان کو صرف مسلمانوں کی زبان کہا جاتا ہے اسے ہندوستان کے مختلف فرقوں نے اپنے مذہب و اخلاق کی اشاعت کے لئے بہ کثرت استعمال کیا ہے۔ اس مقالہ میں صرف ان کتابوں کے اقتباسات دئے گئے ہیں جو بعض کتب خانوں میں مجھے مل سکیں ان کی تعداد بھی تھوڑی نہیں ہے لیکن ان سے بہت زیادہ شمار ان کتابوں کا ہے جو دوسرے کتب خانوں کی فہرستوں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست میں جس کی دوسری جلد کا دوسرا حصہ (مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۰ء) اردو کتابوں پر مشتمل ہے۔ عیسائی مذہب کی کتابوں کی تعداد (۵۳۶)، ہندو مذہب کی (۱۵۳)، جین مذہب کی (۳) برہمو سماج کی (۲۰)، اور بودھ مذہب کی (۱) ہے۔ یعنی مجموعی طور پر (۷۱۳) کتابیں۔ اس کے مقابلہ میں فہرست مذکور کی دوسری جلد کے تیسرے حصہ (مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء) میں جو ہندی کتابوں سے متعلق ہے۔ عیسائی مذہب کی (۲۱۳)، ہندو مذہب کی (۲۲۴)، جین مذہب کی (۳۲)، برہمو سماج کی (۱۳)، اور سکھ مذہب کی (۳) کتابیں درج ہیں جن کی مجموعی تعداد (۴۸۵) ہوتی ہے۔ مذہب اور اخلاق کے علاوہ اردو میں غیر مسلموں کی لکھی ہوئی مختلف اصناف ادب کی بے شمار کتابیں اس مقالہ کے موضوع سے خارج ہیں۔ صرف مذہبی اور اخلاقی کتابوں کا اس کثرت سے اردو میں شائع ہونا بھی اس

www.taemeernews.com

امر کا ثبوت ہے کہ یہ زبان ملک کے بڑے حصہ کی زبان ہے۔

ہندو اور جین مذہب کی جن کتابوں کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی عبارتوں میں مذہبی مصطلحات زیادہ تر سنسکرت کی استعمال ہوئی ہیں، گو بعض مولفین یا مترجمین نے ان کے اردو ترجمے بھی ساتھ ساتھ دے دئے ہیں۔ ان مصطلحات کا استعمال بالکل فطری ہے۔ مولف یا مترجم دقیق مذہبی تصورات کو اگر عام فہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کرتا تو کامیاب ہونا بہت مشکل تھا، کیونکہ ان مصطلحات کا صحیح مفہوم سادہ الفاظ میں جیسا چاہئے ادا نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اس کے ہم مذہب جن کے لئے یہ کتابیں لکھی گئی تھیں ان مصطلحات سے مانوس تھے، اور ان کا مفہوم بہ نسبت ان کے مترادفات کے زیادہ آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔ لیکن مصطلحات سے قطع نظر کر کے دیکھئے تو چند کتابوں کو چھوڑ کر باقی سب کی زبان وہی ہے جس کو ہندوستانی یا اردو کہتے ہیں، یعنی وہ مشترک زبان جس نے ہندوستان میں جنم لیا اور جس کے پروان چڑھانے میں اس ملک کے باشندوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں بے دریغ صرف کیں۔

بعض ہندو مولفین مثلاً منشی سورج نرائن مہر دہلوی، پنڈت جانکی ناتھ مدن دہلوی، اور بابو شیوبرت لال نے تو اپنی کتابوں میں ایسی شستہ اور فصیح اردو کے نمونے پیش کئے ہیں کہ اس عہد کے کسی انشا پرداز کو رشک آ سکتا ہے۔ مذہبی مضامین میں بھی سلاست، روانی اور لطف سخن کی متعدد مثالیں مقالہ میں ملاحظہ سے گزری ہوں گی جو بلاشبہ قابل داد ہیں۔ مثلاً "نسیم عرفان" (ترجمہ گیتا) از منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی، یا رامائن کا وہ منظر جس میں پنڈت برج نرائن چکبست نے بن باس کے وقت رام چندر جی کا ماں سے رخصت ہونا دکھایا ہے، یا منشی کنھیا لال کی مثنوی "اخلاق ہندی" ان نظموں پر اردو زبان بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ یہ چند نام صرف مثال کے طور پر لئے گئے ہیں ورنہ ہندوؤں کی مذہبی اور اخلاقی کتابوں میں سلیس اور شستہ اردو

www.taemeernews.com

کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ پنڈت جینشور پرشاد مائل دہلوی، جن کی کتاب "حسن اول" کا ایک ٹکڑا جین مذہب کی کتابوں کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے اردو کو اپنی "مادری زبان" کہتے ہیں اور "اس کی ترقی اور بہبودی کی کوشش کرنا ایک سعادت مند اولاد کی طرح اپنا فرض" سمجھتے ہیں۔ منشی سورج نرائن مہر دہلوی نے اپنی گیان دھیان کی کہانیوں کا مجموعہ "چہل درویش" کے نام سے شائع کیا تو اس کی زبان کے متعلق دیباچہ میں تصریح کر دی کہ:۔

"یہ وہ زبان ہے جو دہلی کے شریف ہندو گھرانوں میں بولی جاتی ہے۔"

ہندو اور جین مذہب کی بعض کتابوں میں سنسکرت اور ٹھیٹھ ہندی لفظوں کا استعمال عربی اور فارسی الفاظ کے پہلو بہ پہلو ملتا ہے۔ یہ طرز تحریر اگر ایک طرف اردو کی اصل کا نشان دیتا ہے تو دوسری طرف اس امر کا بھی ثبوت بہم پہونچاتا ہے کہ یہ کتابیں خصوصیت کے ساتھ ان مذاہب کے پیروؤں کے لئے لکھی گئی تھیں جو سنسکرت اور ثقیل ہندی لفظوں کا مفہوم سمجھ لیتے ہیں۔ اس کی تائید مختلف کتابوں کے دیباچوں سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً:۔

سوامی رامانند سادھو سبھا سی "یوگ سار" کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بہت سے مہاتماؤں نے اس پر گرنتھ بھی تصنیف کئے ہیں، مگر چونکہ وہ سب کے سب دیوناگری میں ہیں اردو خواں اصحاب ان کو نہیں سمجھ سکتے اور بے بہرہ ہی رہتے ہیں۔ اس تکلیف کو محسوس کر کے محض اردو خواں اصحاب کے لئے میں نے اس پستک کو تیار کیا ہے۔" (مقالہ ص ۶۰)

"یوگ شاستر" کے اردو ترجمہ کے ساتھ یہ تصریح بھی درج ہے کہ "ہر بھگتوں کے واسطے تیار کرایا"۔ (مقالہ ص ۵۹)

بابو شیوبرت لال "نیا بھگت مال" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"ہندو اس کتاب کو ہر پہلو سے متبرک، پاک اور قابل تعظیم سمجھتے ہیں ..... نابھاجی کی اصل کتاب ہندی نظم میں ہے جس کی زبان مشکل

www.taemeernews.com

اور غیر فہم ہے۔ پریا داس جی نے اس کی شرح ہندی نظم میں لکھی ہے، وہ بھی آج کل کے آدمیوں کے لئے آسان نہیں ہے ..... بسمبت ۱۹۱۶ بکرمی میں لالہ تلسی رام صاحب آگروال نے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا جو بہت مقبول عام ہوا ..... یہ ترجمہ بار بار چھپا اور اب بھی ملتا ہے۔ (مقالہ ص ۷۰)

"گیتا امرت"، مولفہ چودھری روشن لال کے دیباچہ میں سرگوکل چند نارنگ، سابق وزیر پنجاب لکھتے ہیں:۔

"یہ کتاب درحقیقت وہ ایڈریس ہے جو چودھری روشن لال ایم۔ اے نے بہ حیثیت صدر استقبالیہ کمیٹی پنجاب پراونشل گیتا کانفرنس میں جو ماہ فروری سنہ ۱۹۳۵ء میں بمقام ملتان منعقد ہوئی تھی پڑھا تھا۔" (مقالہ ص ۸۲)

ظاہر ہے کہ اس گیتا کانفرنس میں شرکت کرنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے۔

چودھری روشن لال کی دوسری کتاب "گیتا گیان"، کے دیباچہ میں بہاری لال جگیاسو ایڈیٹر "دیش بھگت"، ملتان، مصنف کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔

"وہ اپنے خیالات کو نہایت آسان زبان میں قلم بند کرتے ہیں تاکہ عوام بخوبی سمجھ جائیں، کیونکہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں عوام کے لئے ہی لکھتے ہیں" (مقالہ ص ۸۵)

اسی طرح جین مذہب کی بعض کتابوں میں بھی اس حقیقت کا اظہار صاف لفظوں میں ملتا ہے کہ اردو کی یہ کتابیں اصلاً جینیوں ہی کے لئے لکھی گئی ہیں۔ مثلاً "جین تتو درپن" کے دیباچے میں سوامی رتن چند لکھتے ہیں:۔

"یہ کتاب ایسے اردو داں اصحاب کے لئے جو پراکرت بھاشا میں دسترس نہیں رکھتے اور جین دھرم کے تتو کو جاننے کی دلی خواہش رکھتے ہیں بڑی محنت اور کوشش سے تیار کروائی گئی ہے۔" (مقالہ ص ۲۴۲)

www.taemeernews.com

"شاہ راہ مکتی" کے عنوان سے بھجنوں کا جو مجموعہ "شری مہاویر جین برادر ہڈ، گوجرانوالہ نے ۱۹۳۰ء میں شائع کیا تھا۔ اس میں اردو رسم الخط کے اختیار کرنے کی وجہ حسب ذیل بیان کی گئی ہے :-

"یہ سبھا ہر طرح سے جین قوم کی ترقی میں کوشش کر رہی ہے ..... اب سبھا نے یہ وچار کر کے کہ ہماری قوم میں زیادہ تر بھجن ہندی بھاشا ہی میں شائع ہوئے ہیں جس کو کہ عام بھائی نہیں پڑھ سکتے اور اردو بھجنوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، اس وجہ سے ہم نے یہ ٹریکٹ ۳۲ اردو بھجنوں میں شائع کیا ہے۔" (مقالہ ص ۲۴۲-۲۴۳)

"جین مذہب کے بتیس سوتروں کا خلاصہ" بھی لالہ سمیر چند جین نے "واسطے افادہ اردو خواں جینی بھائیوں کے" ۱۹۲۷ء میں، انبالہ سے شائع کیا تھا۔ (مقالہ ص ۲۴۳)

یہی لالہ سمیر چند جین اپنی ایک دوسری کتاب "جین مت سار" (شائع کردہ جین متر منڈل، دہلی، ۱۹۳۵ء) کی تمہید میں لکھتے ہیں :-

"اگرچہ جین مذہب ہندوستان کا ایک قدیم مذہب ہے مگر اس کے عقائد و مسائل کا حال عام لوگوں پر اچھی طرح روشن نہیں ہے۔ عام لوگ تو رہے درکنار، خود بہت سے جینی بھی اپنے آبائی دھرم سے ناواقف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے مستند شاستر پراکرت و سنسکرت زبان میں ہیں جن کا آج کل رواج نہیں رہا..... اس لئے اس وقت سلسلہ مذہب کو جاری رکھنے کے واسطے یہ نہایت ضروری ہے کہ اپنے مذہبی اصول و تواریخ کو واقفیت عام کے لئے مروجہ زبان میں لکھا جائے۔ اسی ہی خیال سے میں نے ۱۹۱۴ء میں ایک کتاب "جین پرکاش" ۱۹۰۶ء میں "شاہراہ نجات" اور ۱۹۱۱ء میں "دھرم کے دس لکشن" و "خلاصہ مذہب"

www.taemeernews.com

نام کے دو ٹریکٹ اردو زبان میں لکھے تھے ..... مجھے امید ہے کہ
یہ کتاب زمانہ حال کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرے گی اور اردو خواں
جین بھائیوں اور دیگر حق پسندوں کے واسطے ایک بڑی کارآمد چیز
ہوگی۔" (مقالہ ص ۲۲۵)

لالہ سوہن لال جینی اپنی کتاب "سناتن جین درشن پرکاش" (مطبوعہ ۱۹۰۳ء) کے دیباچہ میں نہ صرف اردو کے مقبول عام ہونے کی شہادت دیتے ہیں بلکہ اس کے مقابلہ میں دیوناگری جاننے والوں کی قلت تعداد کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"..... مگر آج کل اردو کی زیادہ تر پرورش ہو رہی ہے۔ دیوناگری سے تو بہت تھوڑے واقف ہیں، زیادہ نہیں، اس لئے کتاب اردو ہی میں تحریر ہو تو بہت اچھا ہوگا، کیونکہ ہر ایک پڑھ سکے گا۔" (مقالہ ص ۲۲۷)

برہمو سماج، آریہ سماج، تھیوسوفیکل سوسائٹی، رادھا سوامی مت اور دیو سماج کی کتابوں میں سنسکرت کی مذہبی مصطلحات اور غیر مانوس الفاظ ہندو اور جین مذہب کی کتابوں سے بہت کم ملتے ہیں۔ یہی صورت سکھ مذہب کی کتابوں کی ہے۔ بلکہ ان کی عبارتوں میں ایسی مصطلحات اور الفاظ کی تعداد ہندو مذہب کے اصلاحی فرقوں کی تالیفات و تراجم سے بھی کہیں کم ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سکھوں کے وطن پنجاب میں اردو کی مقبولیت ہندی کے مقابلہ میں ہمیشہ زیادہ رہی اور اردو سکھوں کی ثانوی زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔

مسیحی مشنریوں نے ہندوستان میں آکر اپنے مذہب و اخلاق کی تبلیغ کے لئے جس زبان کو وسیلہ بنایا وہ بھی مشترک زبان تھی۔ ان کی اردو مطبوعات کی کثرت سے اس زبان کے پڑھنے والوں کی کثرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست میں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، مسیحی مطبوعات کی تعداد (۵۳۶) ہے اور پنجاب

www.taemeernews.com

ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور کی فہرست میں جو ۱۹۴۷ء میں مرتب ہوئی تھی۔ سوسائٹی اور بعض دوسرے مسیحی اداروں کی کتابوں کا شمار (۵۱۹) ہے۔ اس میں زیادہ تر خود سوسائٹی کی کتابیں ہیں۔ ہندوستان کی دوسری زبانوں میں عیسائیوں نے نسبتہً بہت تھوڑی کتابیں شائع کی ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ وہ اردو ہی کو ملک کے بڑے حصے کی زبان سمجھتے تھے اور اسی کے ذریعہ یہاں کے پڑھے لکھے باشندوں کی اکثریت کو اپنا پیغام پہونچا سکتے تھے۔

اس مقالہ کی ترتیب میں عیسائیوں کی تقریباً سوا سو کتابیں دیکھنے کا مجھے موقع ملا۔ زبان کے لحاظ سے یہ سب نہایت سلیس اور صاف عبارت میں لکھی گئی ہیں۔ ہندو اور جین مذہب کی کتابوں میں تو مذہبی مصطلحات کے لئے سنسکرت کے الفاظ ناگزیر طور پر استعمال کئے گئے ہیں، لیکن عیسائیوں کی اردو کتابوں میں مذہبی مصطلحات کے لئے بھی عربی یا فارسی کے علاوہ مجھے کسی دوسری زبان کا لفظ نہیں ملا۔ معلوم نہیں گارساں دتاسی کے اس بیان کی بنیاد کیا ہے کہ مسیحی تصانیف میں انگریزی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے چودھویں خطبہ مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۶۴ء میں لکھتا ہے:۔

> "اہل ہند نے اپنے ہاں انگریزی زبان کے بہت سے لفظ رائج کر لئے ہیں بعض اوقات تو ان کی اپنی زبان میں لفظ موجود ہوتا ہے جب بھی وہ ہم معنی انگریزی لفظ کو ترجیح دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور بہت سارے انگریزی الفاظ پیش کئے جا سکتے ہیں جنھیں اہل ہند خود اپنے لفظوں سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور بہتر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مرزا پور کا اخبار "خیر خواہ ہند" اس قسم کی ہندوستانی میں ہوتا ہے جس میں انگریزی الفاظ کثرت سے کھپائے جاتے ہیں۔ مشنریوں کی بیشتر تصانیف جو مسیحی مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے شائع ہوتی ہیں اسی طرز کی زبان میں ہوتی ہیں۔" (خطبات گارساں دتاسی، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، ص ۱۴-۱۳/۴)۔

www.taemeernews.com

۱۸۲۴ء سے پہلے کی مسیحی مطبوعات جو مجھے مل سکیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) صلواۃ الجماعت کی کتاب (۱۸۲۸ء) (۲) کتاب مقدس کا آخری حصہ (۱۸۳۹ء)
(۳) ہمارے خداوند یسوع مسیح کا نیا وثیقہ (۱۸۴۱ء) (۴) کتاب القدس، جلد اول (۱۸۴۲ء)
(۵) کتاب القدس، جلد ثانی (۱۸۴۳ء)۔ (۶) کتاب طریق الحیات (۱۸۴۷ء) (۷) کتاب مقدس (۱۸۴۹ء) (۸) کتاب مقدس کا احوال (۱۸۵۹ء) (۹) کتاب عہد جدید (۱۸۶۰ء)
(۱۰) ترجمہ مزامیر با شرح و تفسیر (۱۸۶۱ء)

ان سب کے اقتباسات مقالہ میں دئے گئے ہیں[۵]۔ تعجب ہے کہ فاضل خطبہ نگار کی نظر سے مذکورہ بالا ترجمے نہیں گزرے۔ ان ترجموں میں انگریزی کا کوئی لفظ مجھے نہیں ملا، چہ جائے کہ کثرت سے ان کا استعمال۔ ۱۸۶۱ء کے بعد کے بھی متعدد ترجمے توریت و انجیل کے میں نے دیکھے، نیز انیسویں صدی کے ربع آخر اور بیسویں صدی کے موجودہ زمانہ تک کی ایک بڑی تعداد مسیحی کتابوں کی جو اردو میں شائع ہوئی ہیں مطالعہ میں آئی لیکن زبان سب کی شستہ اور فصیح ملی، اور انگریزی الفاظ کا استعمال بکثرت یا بہ قلت کسی میں نظر نہیں آیا ممکن ہے دتاسی کی مراد مشنریوں کی "بیشتر تصانیف" سے خیر خواہ ہند کی قسم کے مذہبی اخبار اور رسالے رہے ہوں جن میں انگریزی آمیز اردو لکھی جاتی تھی

اردو کے مسیحی مترجمین و مولفین میں وہ بھی ہیں جو اصلاً ہندو تھے اور بعد کو عیسائی ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی زبان بھی وہی ہے جو ان پادریوں کی کتابوں میں ملتی ہے جو مسلمان سے عیسائی ہوئے۔ مثلاً "تذکرۃ المومنین" جلد اول و دوم کا ترجمہ پادری تارا چند کے قلم سے ہے۔ ہینا اسمتھ کی کتاب کا ترجمہ "مسیحی کی خوش وقت زندگی کا بھید" کے عنوان سے بابو یونس سنگھ نے کیا ہے۔ "مسیح کے خاص دوست" کے مترجم پادری رلیا رام ہیں۔ "قیامت مسیح" پادری ٹھاکر داس کی تالیف ہے۔ "مسرف بیٹا" (ڈراما) پادری بالا سنگھ چندر نے لکھا ہے۔ اسی طرح منظومات میں "زمزمہ تبلیغ"، "ذکر صلوب"

[۵] ملاحظہ ہو۔ ص ۲۶۸، ص ۲۶۹۔ ص ۲۷۰۔ ص ۲۷۱۔ ص ۲۷۴۔ ص ۲۷۵۔ ص ۲۷۶

www.taemeernews.com

"نج کا قرض" اور "ستم ہامان"، منشی کیدار ناتھ منت کی موزونی طبع کا نتیجہ ہیں۔ پیارے لال شاکر کا دلاویز مسدس موسوم بہ "غریب الوطن شاہزادہ" اپنی شاعرانہ خوبیوں کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔

اس موقع پر اردو کے نفوذ و مقبولیت کی مزید شہادت میں بعض مستشرقین کے بیانات کو پیش کر دینا شاید بے محل نہ ہو۔ دتاسی اپنے خطبہ مورخہ یکم دسمبر ۱۸۶۲ء میں لکھتا ہے:۔

"موسیو دیوپاں نے جو انسٹی ٹیوٹ کے رکن اور سینٹ کے ممبر ہیں اور ایک فاضل شخص ہیں۔ اپنی کتاب "اقوام کی پیدائشی قوت" میں ہندوستان کے متعلق ایک باب رکھا ہے۔ اس باب کا عنوان "تصویر ہند" ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ برطانوی ہند کی مردم شماری سرکاری کاغذات کے مطابق اس وقت اٹھارہ کروڑ ستر لاکھ ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان تقریباً بیس کروڑ نفوس کے درمیان جو چیز ایک مشترک رشتہ کا کام دیتی ہے وہ اردو زبان ہے۔ یہ زبان پورے یورپ کے برابر رقبہ زمین میں بولی جاتی ہے" (خطبات۔ ص ۳۶۵)

۱۰ دسمبر ۱۸۶۳ء کے خطبہ میں دتاسی، سر چارلس وڈ کا مندرجہ ذیل بیان نقل کرتا ہے:۔

"پٹنہ سے لیکر پیشاور تک سارے شمالی ہند کی زبان ہندوستانی ہے۔ شہروں میں، قصبات میں، گاؤں میں، سیول اور فوجی مرکزوں میں، درباروں میں اور سرکاری دفتروں میں، ہر کہیں یہ سمجھی جاتی ہے۔ ہر تعلیم یافتہ شخص اور ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک سبھی اسے استعمال کرتے ہیں جس طرح اطالوی زبان کی اہمیت اٹلی میں ہے یا انگریزی کی انگلستان میں ہے بس وہی حیثیت ہندوستانی کی شمالی ہند کے وسیع علاقوں میں ہے۔"

www.taemeernews.com

"پھر وہ کہتے ہیں: "ہندی سے دراصل مراد وہ دہقانی بولیاں ہیں جو شمالی ہند میں بولی جاتی ہیں۔ سیول سروس کے نوجوانوں کو جو ہندی سکھائی جاتی ہے وہ برج کی بھاشا ہے۔ یہ وہ بولی ہے جو متھرا اور بندرابن کے آس پاس بولی جاتی ہے۔" (خطبات۔ ص ۷۰۔ ۳۶۹)

مستشرقین بالعموم ہندوستانی سے اردو زبان مراد لیتے تھے۔ چنانچہ دتاسی سیول سروس کے امتحان کی نصابی کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"سیول سروس کے امتحان کے لئے حسب ذیل ہندوستانی کتابیں نصاب میں رکھی گئی ہیں:۔ انتخابات باغ و بہار۔ اخوان الصفا۔ سیر المتاخرین ..... ہندی کے نصاب میں حسب ذیل کتابیں رکھی گئی ہیں:۔ انتخاب پریم ساگر۔ سنگھاسن بتیسی، اور شاید راج نتی اور کالی داس کی رامائن" (خطبات ص ۷۵۔ ۳۷۴)

۱۴ دسمبر ۱۸۶۵ء کے خطبہ میں دتاسی نے ہندوستانی یعنی اردو کے ہندوستان کی مشترک زبان ہونے کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے:۔

"بہرحال لوگوں کا خیال ہندوستانی کی نسبت چاہے کچھ بھی ہو لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ سارے ہندوستان کی مشترک زبان بن گئی ہے۔ دن بدن جو اس کی ترقی ہو رہی ہے اس کی وجہ سے وہ پورے دیس کی زبان کہی جا سکتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت کپتان ایچ۔ مور (H. MOORE) نے اپنی رائے سے مجھے مطلع کیا ہے موصوف مرکزی حکومت میں ترجمان کے عہدے پر فائز ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"بلاشبہ کچھ عرصہ کے بعد ہندوستانی مشرق کی ایک نہایت اہم زبان کی حیثیت اختیار کرلے گی۔ اسی زبان کے توسط سے لاکھوں اہل مشرق

www.taemeernews.com

تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ ریل کی وجہ سے جو اندرون ملک میں ہزار میل کی مسافت پر پھیل گئی ہے۔ اور بھی ہندوستان اور وسط ایشیا کے لوگوں کو ملنے جلنے کا موقع ملا۔ چنانچہ جب یہ لوگ ملتے ہیں تو ایک مشترک زبان کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ ہندوستانی زبان اس مقصد کو بطریق احسن پورا کرتی ہے، اس لئے کہ اس کی ساخت میں ہندی، فارسی اور عربی کے عنصر شامل ہیں۔ اس زبان میں بدرجہ اتم یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں کے مقاصد کو پورا کرے۔" (خطبات ص ۵۸۔۴۵۷)

غرض اس مقالہ کے مطالعہ سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ مذہب سے محبت رکھنے والوں نے اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو ہندوستانیوں کے دلوں میں اتار دینے کے لئے جس زبان کا وسیلہ سب سے زیادہ معتبر سمجھا وہ اردو تھی۔

www.taemeernews.com

کتابیات

ان کتابوں کی فہرست جن کے اقتباسات یا حوالے اس
مقالے میں دئے گئے ہیں۔ جن کتب خانوں میں یہ کتابیں
ملیں ان کے نام بھی حاشیے پر درج ہیں۔

ہندو مذہب

(۱) منوسمرتی :۔ مترجمہ لالہ سوامی دیال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار ششم ۱۸۸۹ء ص ۴۹۲۔

(۲) ترجمہ شری مدبھاگوت :۔ از منشی سوامی دیال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ باردہم ۱۹۲۳ء
(ص ۶۸۸)

(۳) بھگوتی اتہاس، ترجمہ دیبی بھاگوت۔ از پنڈت پیارے لال کشمیری۔ مطبع نولکشور
لکھنو۔ ۱۸۷۷ء۔ ص ۵۸۵۔

(۴) دسم اسکندھ سریمد بھاگوت منظوم :۔ از منشی سردار سنگھ نسیم۔ مطبع نول کشور

کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

www.taemeernews.com

لکھنو۔ ۱۸۸۶ء۔ ص ۴، ۳۷۔

۵۔ راماین بالمیکی :۔ مترجمہ منشی پرمیشردیال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم، ۱۹۱۶ء
اس میں ہر کانڈ کے صفحات کے نمبر علیحدہ ہیں۔

۶۔ راماین بہار :۔ منظوم۔ از بابو بانکے بہاری لال بہار۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۶۵ء۔ ص ۱۰۹۔

۷۔ بشن سہسر نام سٹیک :۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۸۳ء ص ۱۴۰۔

۸۔ بیداستت :۔ مترجمہ لالہ بلدیو داس۔ مطبع نول کشور لکھنو ۱۸۸۱ء۔ ص ۳۲۔

۹۔ گیتا مہاتم منظوم :۔ از منشی رام سہائے تمنا۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم، ۱۸۷۵ء۔ ص ۲۶۔

۱۰۔ لودھیشر مہاتم مترجمہ منشی کنور بہادر۔ مطبع نولکشور، لکھنو۔ ۱۸۸۰ء۔ ص ۱۴۱۔

۱۱۔ گیا مہاتم :۔ مترجمہ منشی لال جی۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ بار دوم، ۱۸۸۴ء۔ ص ۴۸۔

۱۲۔ گیان پرکاش (ترجمہ بھگوت گیتا) از منشی کنھیا لال الکھ دھاری گیان پریس آگرہ۔ ۱۸۶۳ء۔ ص ۲۰۰۔

۱۳۔ پریم ساگر منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع ثمر ہند ۱۲۸۰ھ ص ۵۹۔

۱۴۔ موکش گیان۔ مولفہ جے گوپال۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۸۴ء۔ ص ۲۰۔

۱۵۔ تالیف ہرگوبند۔ مولفہ بابو ہرگوبند سہائے۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۷۶ء ص ۱۲۸

۱۶۔ راماین کا ایک سین۔ مندرجہ "صبح وطن"، از پنڈت برج نراین چکبست۔ انڈین پریس، الہ آباد۔

۱۷۔ وشنو پوران :۔ مترجمہ پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی۔ رام نراین پریس متھرا۔ ۱۹۱۵ء۔ ص ۱۱۶۔

مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ

www.taemeernews.com

۱۸۔ کلکی پوران۔ مترجمہ پنڈت ہردیال شرما۔ صادق المطابع میرٹھ ۱۸۹۷ء ص ۱۷۸۔
۱۹۔ شریمد بھگوت گیتا، موسوم بہ فلسفہ الوہیت۔ از پنڈت جانکی ناتھ مدن۔ رام نرائن پریس، متھرا۔ طبع پنجم ۱۹۲۲ء۔ ص ۳۴۳۔
۲۰۔ بھگت مال۔ مترجمہ منشی تلسی رام۔ مطبع نول کشور، لکھنو۔ ۱۸۸۱ء ص ۴۵۶۔
۲۱۔ اردو پنچ وشی۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۷ء ص ۴۹۲
۲۲۔ فلسفہ گیتا۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۲ء ص ۳۲۶۔
۲۳۔ ودیک چوڑامنی۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۶ء ص ۲۸۴۔
۲۴۔ مہر بھجنا ولی۔ جلد اول۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس دہلی ۱۹۱۵ء ص ۲۴۸
۲۵۔ کلام مہر۔ جلد ثانی۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۱۰ء ص ۲۷۲
۲۶۔ چہل درویش۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ ہندوستان الیکٹرک پرنٹنگ ورکس، دہلی۔ بار دوم، ۱۹۲۴ء۔ ص ۲۵۴۔
۲۷۔ گیان گیتا، حصہ دوم۔ از پوکرداس۔ مطبع روہیلکھنڈ لٹریری سوسائٹی، بریلی۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۴۸۔
۲۸۔ شریمد بھگوت گیتا رہسیہ۔ مولفہ لوکمانیہ تلک۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ بار سوم ۱۹۲۵ء۔ امرت پریس، لاہور۔ ص ۳۶۰
۲۹۔ شریمد بھگوت گیتا۔ مولفہ لوکمانیہ تلک۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ بار اول ۱۹۲۵ء امرت پریس، لاہور۔ ص ۱۵۲۔
۳۰۔ یوگ شاستر۔ مرتبہ بابو پیارے لال۔ ودیا ساگر پریس، علی گڑھ ۱۹۰۱ء ص ۱۰۲۔
۳۱۔ بھرتری شتک۔ مترجمہ بابو جگ نبس رائے۔ ودیا ساگر پریس، علی گڑھ ۱۹۰۱ء ص ۵۹
۳۲۔ ویدانت کے رتن۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۶ء ص ۴۴۸
۳۳۔ اردو بچار ساگر۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۴ء ص ۴۵

www.taemeernews.com

۳۴۔ نیا بھگت مال۔ جلد اول۔ از بابو شیو برت لال۔ مطبوعہ ہندوستانی پریس، لکھنو۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۷۔

۳۵۔ سادھارن دھرم۔ جلد دوم۔ مصنفہ سوامی شیوگن جی یوگی۔ ص ۱۱۲۔

سرورق کے موجود نہ ہونے سے مترجم کا نام اور مطبع و سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا۔

۳۶۔ یوگ سار اردو۔ از سوامی رامانند سادھو۔ میکی پریس، گوجرانوالہ سنہ ۱۹۰۹ء ص ۴۰۔

۳۷۔ گنیش پوران منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نولکشور، لکھنو سنہ ۱۲۸۰ھ

(ص ۱۶)

۳۸۔ جانکی بیاہ منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور، لکھنو سمت ۱۹۲۰۔

(ص ۱۲)

۳۹۔ رامائن منظوم۔ از منشی شنکر دیال فرحت۔ مطبع نول کشور کانپور بار دوم سنہ ۱۸۸۶ء

(ص ۱۵۸)

۴۰۔ منوسمرتی۔ مترجمہ کرپا رام شرما جگرانوی۔ ویدک دھرم پریس، دہلی۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۴۹۲۔

۴۱۔ بھرتری ہری شتک۔ مترجمہ بابو راجیشور ناتھ زیبا۔ امرت الکرک پریس لاہور۔ ص ۸۰۔

۴۲۔ مجموعہ اُپ نشد۔ مرتبہ بابو پیارے لال۔ ودیا ساگر پریس علی گڑھ سنہ ۱۹۰۷ء

(ص ۲۳۹)

۴۳۔ سانکھ فلاسفی۔ مولفہ بابو شیو برت لال۔ سیتہ دھرم پرچارک پریس جالندھر

(ص ۹۰)

۴۴۔ بھگتی رہسیہ۔ مصنفہ سوامی ودیکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ ہندوستان پریس لاہور۔ سنہ ۱۹۳۴ء ص ۲۱۲۔

www.taemeernews.com

۴۵۔ بھگتی۔ از سوامی وویکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ پنجاب پریس، لاہور۔ ص ۱۶۰

۴۶۔ بھگتی اور ویدانت۔ مولفہ سوامی وویکانند۔ مترجمہ شانتی نارائن۔ مفید عام پریس لاہور۔ ص ۲۰۰۔

۴۷۔ مہاراج سری کرشن اور ان کی تعلیم۔ از لالہ لاجپت رائے۔ ہندوستانی برقی پریس لاہور۔ ۱۹۰۰ء۔ ص ۲۴۔

۴۸۔ پوتھی گیان پرکاش۔ مولفہ منشی گلزاری لال۔ مطبع نولکشور، لکھنؤ۔ باردوم ۱۸۷۶ء۔ ص

۴۹۔ رامائن مہر۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۲ء۔ ص ۲۵۲

۵۰۔ نیائے درشن۔ مترجمہ سوامی درشنانند۔ رہبر پریس، مراد آباد۔ سنہ درج نہیں ص ۳۴۰

۵۱۔ مہابھارت منظوم۔ از منشی طوطارام شایاں۔ مطبع نولکشور، کانپور۔ بار پنجم ۱۸۹۳ء۔ ص ۳۰۱۔

۵۲۔ گیان یوگ۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۳ء۔ ص ۳۶۰۔

۵۳۔ عملی ویدانت اور لاہور لکچر۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۱ء ص ۱۴۲

۵۴۔ گیان بھاشکر۔ مولفہ لالہ نند کمار سنگھ۔ مطبع آریہ بھوشن، شاہجہانپور ۱۲۸۶ھ۔ ص ۲۴

۵۵۔ گلدستۂ مسرت۔ مولفہ برج موہن لال۔ مطبع سلیمانی، بنارس ۱۹۰۷ء۔ ص ۲۴۔

۵۶۔ ذخیرۂ سعادت۔ مولفہ لال جی۔ مطبع نولکشور، لکھنؤ۔ ۱۸۷۷ء۔ ص ۴۵۔

۵۷۔ روحانی کہانیاں۔ از منشی سورج نرائن مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی ۱۹۱۳ء ص ۵۰۔

۵۸۔ معیار المکاشفہ۔ مترجمہ باوا نگینا سنگھ بیدی۔ آنند پریس، لاہور۔ ص ۱۲۰

۵۹۔ مخزن مہابھارت۔ مترجمہ بابو جوالا پرشاد بھارگو۔ چار جلدوں میں۔ مطبع ست پرکاش آگرہ۔

۶۰۔ مخزن اسرار (ترجمہ گیتا) از پنڈت دینا ناتھ مدن۔ رام نرائن پریس متھرا ۱۹۲۱ء

ہارڈنج لائبریری۔ دہلی

www.taemeernews.com

۶۱۔ آپ نشد مع شرح۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ جلد اول۔ سادھو پریس، دہلی سنہ ۱۹۱۴ء ص ۳۳۶

۶۲۔ " " " " دوم " " سنہ ۱۹۱۷ء ص ۴۲۸

۶۳ " " " " سوم " " سنہ ۱۹۱۵ء ص ۱۲۹۔

۶۴۔ " " " " چہارم " " سنہ ۱۹۱۷ء ص ۳۵۲

۶۵۔ جیون مکتی۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی سنہ ۱۹۱۵ء۔ ص ۱۸۰۔

۶۶۔ یوگ درشن۔ " " " " سنہ ۱۹۱۳ء۔ ص ۱۴۳۔

۶۷۔ جگت سمرتی۔ مرتبہ جگجوت سنگھ۔ مطبع بھارت۔ سیالکوٹ۔ ص ۱۱۵۔

۶۸۔ اشٹانگ یوگ۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی، سنہ ۱۹۱۵ء ص ۲۶۴۔

۶۹۔ ٹیکا سہت بھاگوت۔ جلد اول۔ مرتبہ لالہ نین سکھ رائے۔ امپیریل بکڈپو پریس، دہلی ص ۱۲۴۔

۷۰۔ فسانۂ توحید۔ مترجمہ پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی۔ رام نراین پریس، متھرا سنہ ۱۹۲۱ء ص ۱۲۰۔

۷۱۔ الکھ پرکاش۔ مولفہ منشی کنھیا لال الکھ دھاری۔ گیان پریس، آگرہ سنہ ۱۸۶۱ء۔ ص ۴۴۹

۷۲۔ راج یوگ۔ از منشی سورج نراین مہر دہلوی۔ سادھو پریس، دہلی سنہ ۱۹۱۶ء۔ ص ۲۰۰

۷۳۔ سادھو کی صلاح۔ از شیو برت لال ورمن۔ راجپوت پرنٹنگ ورکس، لاہور۔ ص ۱۰۴۔

۷۴۔ کلکی پوران۔ مترجم کا نام درج نہیں۔ مطبوعہ لکشمی نارائن پریس، مراد آباد سنہ ۱۸۹۷ء ص ۱۳۴۔

۷۵۔ منوسمرتی۔ مترجمہ ماسٹر آتمارام۔ واشنگٹن پریس، لاہور۔ ص ۲۸۸

۷۶۔ رگ وید آدی بھاش بھومکا۔ مترجمہ منشی رام جگیاسو۔ مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر سنہ ۱۸۹۳ء۔ ص ۱۸۴۔

۷۷۔ سری بھگوت گیتا۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ سمت ۱۹۷۷۔ ص ۲۱۴۔

۷۸۔ سری رام کرت مہا بھارت۔ مترجمہ منشی سری رام ماتھر۔ چار جلدوں میں مطبع دیانند پریس بٹالہ۔ سنہ ۱۹۱۴۔۱۷ء

www.taemeernews.com

۷۹۔ مکمل رامائن بالمیکی۔ مترجمہ منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی۔ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور بسنہ ۱۹۳۱ء۔ ص ۴ ۱۰۳۔

۸۰۔ پیام راحت۔ مولفہ بھاگ مل سائینی۔ الیکٹرک پریس، جالندھر بسنہ ۱۹۳۹ء۔ ص ۳۶۸

۸۱۔ بھگوت گیتا منظوم "نسیم عرفان" از منشی بشیشور پرشاد منظر لکھنوی۔ کارونیشن پرنٹنگ ورکس، دہلی بسنہ ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۹۰۔

۸۲۔ گیتا گیان "روح معرفت" مولفہ چودھری روشن لال۔ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور بسنہ ۱۹۴۳ء ص ۲۰۵

۸۳۔ گیتا امرت "اکسیر روح" " " " " بسنہ ۱۹۳۷ء ص ۲۴۴

۸۴۔ گیتا پرکاش "نور ہدایت" " " " " بسنہ ۱۹۳۶ء ص ۴۲۳

۸۵۔ بھگوت گیتا۔ مترجمہ منشی شیام سندر لال۔ مطبع نولکشور، لکھنو۔ بسنہ ۱۸۸۳ء۔ ص ۴۱۲

۸۶۔ شریمد بھگوت گیتا "سرچشمہ عرفان") مترجمہ منشی جگناتھ پرشاد عارف۔ ناصری پریس میرٹھ ص ۱۹۲

۸۷۔ شری دگیان کرشنائن۔ مولفہ بابو شیو برت لال۔ آریہ اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۴۴۲

۸۸۔ پوران دھرم۔ مولفہ پنڈت نرمل چند۔ پرکاش اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۱۹۰۔

۸۹۔ اخلاق برج باشی حصہ اول۔ مولفہ برج باسی لال۔ گیان پریس، گوجرانوالہ بسنہ ۱۸۷۵ء ص ۵۹

۹۰۔ جوہر تہذیب۔ مصنفہ رائے جواہر سنگھ جوہر۔ وکٹوریہ پیپر پریس بیالکوٹ۔ ص ۱۶۔

۹۱۔ طلسم اخلاق۔ مولفہ پنڈت سری کرشن۔ مطبع نولکشور لکھنو۔ بسنہ ۱۸۸۶ء۔ ص ۶۲۔

۹۲۔ گلدستہ تہذیب۔ مولفہ بابو کالی چرن۔ مطبع روہیلکھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی۔ بسنہ ۱۸۷۹ء۔ ص ۸۰۔

۹۳۔ مثنوی اخلاق ہندی۔ از منشی کنہیا لال۔ مطبوعہ لاہور۔ بسنہ ۱۸۷۴ء۔ ص ۲۲۴۔

۹۴۔ مشعل زندگی۔ مولفہ جگدیش مترشرما۔ مرکنٹائل پریس، لاہور بسنہ ۱۹۳۷ء۔ ص ۱۹۲۔

www.taemeernews.com

(۹۵) معدن اخلاق حصہ اول و دوم۔ مولفہ منشی چتر بھوج سہائے بھارگو۔ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ ص ۲۶۷۔

(۹۶) گلدستہ ہدایت۔ مولفہ لالہ شنکر داس۔ میکی پریس۔ گوجرانوالہ ۱۹۰۱ء ص ۲۳۲۔

(۹۷) الکھ امواج۔ منشی کنھیالال الکھ دھاری۔ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ ص ۸۶۔

(۹۸) جیون چرتر۔ سوامی رام کرشن پرمہنس۔ مطبوعہ گردھر اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۵ء ص ۱۴۹

(۹۹) شریمد بھگوت گیتا منظوم "غذائے روح" از پربھو دیال مصر عاشق۔ مطبع نولکشور لکھنو۔ ۱۹۲۶ء ص ۱۱۵۔

(۱۰۰) رامائن خوشتر منظوم۔ از منشی جگناتھ خوشتر۔ مطبع نولکشور، لکھنو۔ ۱۹۲۴ء (سولہویں بار) ص ۲۵۶۔

(۱۰۱) گیان کلپدرم۔ مولفہ بابو شیو برت لال ورمن۔ آریہ اسٹیم پریس، لاہور ص ۵۲۴

(۱۰۲) ویدانت۔ فلاسفی۔ مولفہ بابو شیو برت لال ورمن۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۳۶

(۱۰۳) بھگوت گیتا۔ مترجمہ منشی دیبی پرشاد۔ رام پریس، میرٹھ ۱۹۱۳ء ص ۹۰۔

(۱۰۴) ویدانت۔ مولفہ رام موہن رکھی کیش۔ مرکنٹائل پریس، لاہور ۱۹۲۴ء ص ۱۶۰۔

(۱۰۵) مجموعہ صفات انسانی۔ مولفہ لالہ لال جی۔ مطبع نول کشور، لکھنو ۱۸۷۶ء ص ۴۴

کبیر پنتھ

(۱) کبیر صاحب۔ مولفہ پنڈت منوہر لال زتشی۔ شائع کردہ ہندستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۰ء

www.taemeernews.com

برھمو سماج

(۱) بنیاد الایمان برابھ دھرم۔ پہلا حصہ۔ نیو امپریل پریس، لاہور ۱۸۸۳ء۔ ص ۷۲۔
(۲) مرأۃ الدین۔ حصہ دوم۔ مولفہ ستیانند اگنی ہوتری۔ پنجابی پریس، لاہور ۱۸۸۴ء ص ۵۰۔
(۳) دھرم جیون۔ حصہ اول و دوم۔ سرورق غائب۔ ص ۳۳۔
(۴) کتاب طریقت عبادت مجلسی براہم سماج۔ مطبع نولکشور، لکھنو ۱۸۷۷ء۔ ص ۲۳۔
(۵) کلمات الدین۔ مطبع نولکشور، لکھنو ۱۸۷۷ء۔ ص ۲۰۔
(۶) میری زندگی کا مشن۔ از ستیانند اگنی ہوتری۔ نیو امپریل پریس، لاہور ۱۸۸۴ء ص ۳۲
(۷) دھرم پرکاش۔ مولفہ ستیانند اگنی ہوتری گیان پریس، سیالکوٹ ۱۸۸۶ء۔ ص ۴۴۸
(۸) برہم پرکاش۔ مولفہ منشی دیوان چند۔ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ ص ۸۰۔
(۹) روحانی زندگی، حصہ اول۔ مولفہ ستیانند اگنی ہوتری۔ برابھ پرچار پریس، لاہور ۱۸۸۵ء ص ۲۸۰
(۱۰) " " حصہ دوم " " ۱۸۸۶ء ص ۱۵۳۔
(۱۱) دنیا کا ایک عالمگیر اور روحانی مذہب۔ از ستیانند اگنی ہوتری۔ ۱۸۸۶ء۔ ص ۲۶۔

(۱۲) ہندو دھرم کی پرتشٹھتا۔ از بابو راج نراین بوس۔ مترجمہ بابو بیجناتھ۔ مطبع ودیادرپن میرٹھ۔ ص ۶۳۔ سنہ درج نہیں

(۱۳) دھرم رکشا سٹیک۔ مولفہ بابو نوین چندر رائے۔ آگرہ پریس، آگرہ۔ ۱۸۷۷ء۔ ص ۲۶۴۔

www.taemeernews.com

آریہ سماج

(۱) ستیارتھ پرکاش۔ مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی۔ مترجمہ ماسٹر آتمارام وغیرہ۔ مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور۔ بار اول ۱۸۹۸ء۔ بار سوم ۱۹۰۸ء۔ بار ہشتم ۱۹۲۷ء ص ۵۲۷۔

(۲) ستیارتھ پرکاش۔ مترجمہ رادھا کرشن مہتہ۔ سروہتکاری پریس، لاہور ۱۹۰۵ء ص ۵۵۵

(۳) ستیارتھ پرکاش حصہ اول۔ مترجمہ لالہ جیون داس۔ مطبوعہ کشن چند کمپنی لاہور ۱۸۹۸ء۔ ص ۱۳۰ بڑی تقطیع۔

(۴) ستیارتھ پرکاش۔ مترجمہ چمپوتی۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء۔ ص ۵۲۰۔

(۵) رشی کا بول بالا۔ مولفہ آفتاب پانی پتی۔ چندر گپت پریس، دہلی ۱۹۳۴ء۔ ص ۱۸۴۔

(۶) مہرشی درشن۔ مولفہ تلوک چند محروم۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور ۱۹۳۷ء۔ ص ۱۲۸۔

(۷) سرگباشی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی کا جیون چرتر۔ مترجمہ دولت رائے ودیارتھی نیو امپریل پریس، لاہور۔ ۱۹۴۵ بکرمی۔ ص ۲۲۔

(۸) مہرشی دیانند سرسوتی۔ از رام سروپ کوشل۔ مقبول عام پریس، لاہور ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۴۴

(۹) سوامی دیانند اور ان کی تعلیم۔ از رادھا کشن مہتہ۔ ہندوستان اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۵ء۔ ص ۲۱۸۔

(۱۰) مہرشی سوامی دیانند سرسوتی کا جیون چرتر۔ مولفہ پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۸۹۸ء۔ ص ۹۴۸۔

(۱۱) مہرشی سوامی دیانند سرسوتی اور ان کا کام۔ از لالہ لاجپت رائے۔ رفاہ عام پریس لاہور ۱۸۹۸ء۔ ص ۶۱۲

(۱۲) دیانند آنند ساگر۔ از چمپت رائے صادق۔ کاشی رام اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۹ء ص ۱۴۶۔

(۱۳) اپدیش منجری۔ مترجمہ منشی رام جگیاسو۔ ستیہ دھرم پرچارک پریس جالندھر ۱۹۰۲ء ص ۱۵۰

www.taemeernews.com

(۱۴) ساچ کو آنچ نہیں۔ از پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر۔ سنتہ دھرم پرچارک پریس جالندھر سنہ ۱۹۵۰ بکرمی ص ۵۲۔

(۱۵) کاشف اسرار حقیقی۔ مولفہ منشی بالمکند سہائے۔ مطبع زبدۃ الطبائر۔ الہ آباد سنہ ۱۸۹۲ء ص ۲۰۶

(۱۶) ویدک دھرم اور سائنس، جلد اول۔ مولفہ پنڈت لبشن داس سیوک اسٹیم پریس لاہور سنہ ۱۹۱۳ء ص ۱۳۶۔

(۱۷) گلدستہ دھرم۔ از لالہ تیواری لال ویش۔ سیوک اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۵۱ بکرمی ص ۹۲

(۱۸) روح دمادہ کی ازلیت۔ مولفہ لالہ پربھو رام۔ محمدی پریس، لاہور سنہ درج نہیں ص ۵۶۔

(۱۹) ویدک دھرم پرچار۔ از رائے ٹھاکر دت دھون۔ مطبع نولکشور، لکھنؤ سنہ ۱۹۵۳ بکرمی ص ۳۰۔

(۲۰) امورت سدھانت۔ مولفہ بابو جوالا پرشاد دیارتھی۔ مطبع ویدارپن، میرٹھ سنہ ۱۸۹۰ء ص ۸۶

(۲۱) برہمچریہ کی عظمت۔ مولفہ مہتہ جیمنی۔ جارج اسٹیم پریس، لاہور سنہ درج نہیں ص ۳۳۔

(۲۲) ویدپرکاش۔ مولفہ مہتہ جے چند۔ پنجاب اکانومیکل پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۱ء۔ ص ۴۶۔

(۲۳) مذہب کا مقصد۔ مولفہ پنڈت چمپوتی۔ لکھینا اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۳ء۔ ص ۴۸۔

(۲۴) آریہ سدھانت یکساولی حصہ اول۔ از کرپا رام شرما۔ ویدک دھرم پریس دہلی سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۰۔

(۲۵) ویدوں کی عظمت۔ از کرپا رام شرما۔ مفید عام پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۲ء۔ ص ۶۴۔

(۲۶) وچار مالا۔ مولفہ دیوان چند ایم۔ اے۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۴۳ء ص ۱۶۸۔

(۲۷) آریہ جاتی کے تیوہار۔ از لالہ دیوان چند گڈھوک۔ گرو دھرم سٹیم پریس لاہور سنہ ۱۹۲۶ء ص ۸۴

(۲۸) پرشارتھ پرکاش۔ مترجمہ دیانا تھ۔ آریہ پریس جالندھر سنہ ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۶۴۔

(۲۹) رتن ساگر۔ از دیوان چند ایم۔ اے۔ راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۷ء ص ۱۶۔

(۳۰) ستیہ اُپدیش مالا۔ از سوامی ستیہ نند جی۔ راجپوت پرنٹنگ پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۶ء ص ۲۰۸

(۳۱) آنند سنگرہ۔ از سوامی سرو دانند جی۔ مرکنٹائل پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۰ء۔ ص ۲۵۶۔

گرو دت بھون آریہ سماج انارکلی، لاہور

www.taemeernews.com

(۳۲) راہ راست۔ از سوامی سردانند جی۔ نامی پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۲ء۔ ص ۴۶

(۳۳) آریہ دھرم۔ از لالہ سنت رام۔ بی۔ اے۔ مرکنٹائل پریس۔ لاہور سنہ ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۶۰۔

(۳۴) آریہ جیون۔ مولفہ شہزادہ رام۔ ہندوستانی اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۶ء۔ ص ۴۸۔

(۳۵) برہم وچار۔ مولفہ بھگت شہزادہ رام۔ پبلک پرنٹنگ پریس، لاہور سنہ درج نہیں ص ۹۰۔

(۳۶) وچار درشن " " " " ص ۱۲۶۔

(۳۷) شدھی۔ مولفہ کنور بہادر سکسینہ۔ شاہی پریس کان پور سنہ ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۱۴۔

(۳۸) اظہار حقیقت۔ از گیان چند آریہ۔ یتیم الکٹرک پریس، دہلی سنہ درج نہیں۔ ص ۴۲۰۔

(۳۹) ویدک ڈکٹ ۱۔ از لالہ لاجپت رائے۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۰۲۔

(۴۰) کلیات مسافر۔ از پنڈت لیکھ رام آریہ مسافر۔ مفید عام پریس، لاہور سنہ درج نہیں (ص ۲۹۲)

(۴۱) وید ہی ایشوری گیان ہے۔ مولفہ لکھشمن آریو پدیشک۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور سنہ درج نہیں۔ ص ۱۶۔

(۴۲) کلیات سیاسی۔ از سوامی شردھانند۔ ہندوستان الیکٹرک پرنٹنگ ورکس، دہلی سنہ ۱۹۸۳ بکرمی۔ ص ۵۸۰۔

(۴۳) موتیوں کا ہار۔ از لالہ ہنسراج۔ راجپوت پرنٹنگ ورکس، لاہور۔ سنہ ۱۹۱۸ء۔ ص ۲۳۲

(۴۴) لیکھ مالا۔ از ہنسراج جی۔ گیلانی پریس، لاہور سنہ ۱۹۴۳ء۔ ص ۱۴۴۔

(۴۵) جوہر تہذیب۔ مولفہ وزیر چند بستیہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر سنہ ۱۹۰۵ء۔ ص ۸۴

(۴۶) گرہستی دھرم اپدیش۔ مولفہ سردار سنگھ شرما۔ آریہ بندھو پریس، میرٹھ۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۹۶

(۴۷) نیوگ فلاسفی۔ مولفہ ناتھ جلال پوری۔ برہمن اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۵ء۔ ص ۹۲۔

www.taemeernews.com

(۴۸) رگ ویدآدی بھاش بھومکا۔ مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی۔ جلد اول مترجمہ منشی رام جگیاسو۔ مطبع ست دھرم پرچارک، جالندھر، ۱۸۹۵ء ص ۱۸۴۔

(۴۹) یجروید۔ از سوامی دیانند سرسوتی۔ مترجمہ دھرم پال۔ روز بازار اسٹیم پریس امرتسر (ص ۴۳۲)

(۵۰) ستیارتھ پرکاش۔ مصنفہ سوامی دیانند سرسوتی۔ مترجمہ منشی رام (سوامی شردھانند) وتاراچند۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور، ۱۹۲۴ء ص ۵۹۹۔

(۵۱) ستیارتھ ودھی۔ مولفہ مہتہ جیمنی جی۔ مطبع منش سدھار، ملتان۔ ص ۴۰۔

(۵۲) دشت ہند حصہ اول۔ مولفہ سیتہ دیوجی۔ منشی ہرپرشاد پریس بلند شہر ص ۶۴

(۵۳) صداقت وید دھرم، منظوم۔ از درگا پرشاد۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔

(۵۴) سندھیا مترجم منظوم۔ از کیول کشن۔ سیتہ دھرم پرچارک پریس، جالندھر۔ ۱۹۰۲ء۔ ص ۴۰۔

(۵۵) سورج کی روشنی میں سات رنگ۔ مولفہ پنڈت گنگا پرشاد۔ زفاہ عام پریس لاہور، ۱۹۰۵ء۔ ص ۳۲۔

(۵۶) آئینہ مذہب ہنود۔ مولفہ منشی جے دیال سنگھ۔ مطبع نولکشور، کان پور۔ بار پنجم ۱۸۸۶ء۔ ص ۱۲۸۔

(۵۷) قدامت وید۔ مولفہ مہاشے گوردھن۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔ ص ۷۲۔

(۵۸)

(۵۹) جواہر الصدق۔ مرتبہ لالتا پرشاد شفق۔ لا پریس، کان پور، ۱۹۰۰ء۔ ص ۱۱۶۔

(۶۰) گیان بھاشکر۔ مولفہ نند کمار سنگھ۔ مطبع آریہ بھوشن، میرٹھ، ۱۲۸۶ھ۔ ص ۲۴۔

(۶۱) ست پرکاش۔ مولفہ بھائی جگت سنگھ۔ ۱۸۹۵ء۔ ص ۲۲۰۔

www.taemeernews.com

دارالمطالعہ کتاب اعظم آزاد

(۱۱) اصلی ستیارتھ پرکاش۔ مترجمہ دھرم پال۔ سیوک اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۲ء ص ۴۴۴

تھیوسوفیکل سوسائٹی

گورنمنٹ کالج لائبریری لاہور

(۱) تھیوسوفی کیا ہے۔ (مسز اینی بسنٹ کی کتاب کا ترجمہ) مطبع نولکشور، لکھنو سنہ ۱۹۱۲ء (ص ۱۶)

(۲) دیناو عقبیٰ (مسز بسنٹ کے لکچر کا ترجمہ) سیٹھ کندن لال پریس، لکھنو۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۲۲۔

(۳) اصول تھیوسوفی (مس ایگر کی کتاب کا ترجمہ) نول کشور پریس، الہ آباد سنہ ۱۹۱۰ء ص ۹۱

رادھاسوامی مت

(۱) رادھاسوامی مت۔ ستدیش۔ مطبوعہ آگرہ۔ ص ۴۰۔

(۲) سنت مت کیٹکزم۔ مطبع ایجاد کشن، آگرہ۔ ص ۵۰۔

(۳) رادھاسوامی مت۔ مولفہ نند و سنگھ۔ نبدے ماترم اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۵ء ص ۱۱۸

(۴) یتھارتھ پرکاش۔ حصہ اول و دوم۔ مولفہ صاحب جی مہاراج آنند سروپ صاحب آرمی پریس، دیال باغ۔ سنہ ۱۹۳۰ء۔ ص ۲۶۸۔

دیو سماج

گورنمنٹ کالج۔ آریہ سماج لائبریری لاہور

(۱) دیو شاستر۔ حصہ اول۔ مصنفہ ستیانند اگنی ہوتری۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ بار دوم سنہ ۱۹۳۱ء۔ ص ۱۳۴۔

(۲) دیو شاستر۔ حصہ دوم۔ مصنفہ ستیانند اگنی ہوتری۔ مرکنٹائل پریس، لاہور۔ بار دوم سنہ ۱۹۳۱ء۔ ص ۱۴۱۔

www.taemeernews.com

جین مذہب

(۱) جین مت سار۔ مولفہ لالہ سمیر چند جین۔ گیتا پرنٹنگ ورکس، دہلی سنہ ۱۹۳۵ء ص ۳۹۲

(۲) سناتن جین درشن پرکاش۔ مولفہ لالہ سوہن لال جینی۔ مطبع نرنکاری سنہ ۱۹۰۲ء ص ۵۳۷

(۳) جین کرم فلاسفی۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی سنہ ۱۹۲۴ء ص ۳۲

(۴) جین دھرم دپرماتما۔ مولفہ بابو رکھب داس جین۔ ہندستانی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔ سنہ ۱۹۲۳ء۔ ص ۴۸

(۵) جین رتن مالا۔ مرتبہ لالہ کیوڑامل۔ مطبع چودھویں صدی۔ راولپنڈی سنہ ۱۹۰۳ء ص ۹۲۔

(۶) گیان سورج اُدے۔ حصہ دوم۔ مولفہ بابو سورج بھان۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔ سنہ ۱۹۲۵ء۔ ص ۴۰۶۔

(۷) لطف روحانی۔ مولفہ ماسٹر بشمبر داس۔ مطبوعہ بیتاب پرنٹنگ ورکس سنہ ۱۹۲۳ء ص ۵۲۔

(۸) انمول رتنوں کی کنجی۔ حصہ اول۔ مولفہ اجودھیا پرشاد۔ امپیریل بک ڈپو پریس دہلی سنہ ۱۹۱۷ء۔ ص ۷۲۔

(۹) انمول رتنوں کی کنجی۔ حصہ دوم۔ مولفہ اجودھیا پرشاد۔ امپیریل بک ڈپو پریس، دہلی سنہ ۱۹۱۸ء۔ ص ۴۰۶۔

(۱۰) شاہ راہ مکتی۔ مطبوعہ لال اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۲۰ء۔ ص ۸۲۔

(۱۱) جین دھرم کی قدامت وصداقت پر یورپین مورخین کی مدلل رائے۔ مرتبہ لالہ متھرا داس جینی۔ پرکاش اسٹیم پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۱۸ء۔ ص ۱۳۔

(۱۲) جین تتو درپن۔ مولفہ سوامی رتن چند، بلالی اسٹیم پریس، سادھوڑہ، ضلع انبالہ۔ سنہ ۱۹۱۷ء۔ ص ۵۰۸۔

(۱۳) نوتت۔ مولفہ لالہ نتھورام۔ شائع کردہ جین ٹریکٹ سوسائٹی، انبالہ سنہ ۱۹۲۱ء ص ۹۲

www.taemeernews.com

(۱۴) شری آدشک سوتر اردو۔ مترجمہ بابو نور آتا رام جینی۔ کشن مشین پریس، جالندھر ۱۹۱۶ء ص ۶۸

(۱۵) ویراگ پرکاش۔ مترجمہ لالہ جمنا داس۔ دیال اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۳ء۔ ص ۴۰۔

(۱۶) آئینہ ہمدردی۔ مولفہ پارس داس۔ لکشمی پریس، دہلی ۱۹۱۶ء۔ ص ۴۷

(۱۷) جین کتھارتن مالا۔ مولفہ جمنا داس۔ دیال اسٹیم پریس، لاہور۔ ص ۱۲۸۔

(۱۸) جین مذہب کے بتیس سوتروں کا خلاصہ۔ مرتبہ لالہ سمیر چند۔ کاشی ناتھ الیکٹرک پریس، انبالہ ۱۹۲۷ء۔ ص ۹۰۔

(۱۹) رار حقیقت حصہ اول۔ مولفہ سوامی درگا داس ۱۹۳۳ء۔ ص ۱۲۸۔

(۲۰) جیون چرتر شری دروتپاجی۔ مولفہ امر ناتھ شرما۔ پریم پریس، جموں ۱۹۹۳ بکرمی ص ۲۲۱۔

(۲۱) سوانح عمری شری امولک جی۔ مرتبہ ماسٹر بشمبر داس۔ دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی۔ ۱۹۲۹ء ص ۱۳۶۔

(۲۲) رپورٹ جالندھر اجلاس۔ مطبوعہ پبلک اسٹیم پریس، سیالکوٹ ۱۹۲۸ء ص ۳۲۸

(۲۳) جین رتن پرکاش۔ مولفہ سوامی رتن چندجی۔ آرمی نیوز پریس، لودھیانہ ۱۹۷۹ بکرمی (ص ۳۲)

(۲۴) گوشت مت کھاؤ۔ مطبوعہ تہکاری اسٹیم پریس ۱۹۲۲ء۔ ص ۸۔

(۲۵) زگرنتھ پرویچن۔ مولفہ پنڈت چوتھ مل جی۔ رفاہ عام پریس، آگرہ ۱۹۹۳ بکرمی ص ۲۵۵

(۲۶) حسن اول۔ جلد اول۔ مولفہ جینشور پرشاد مائل دہلوی۔ انڈین پریس الہ آباد ص ۲۵۸

سکھ مذہب

(۱) جپ جی صاحب مشرح۔ از مشرقی۔ سرورق نہ ہونے سے مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا۔ ص ۲۵۴۔

(۲) سکھ مت کی تعلیم کا سلسلہ۔ از کنور دل جیت سنگھ۔ سرورق غائب۔ ص ۱۶۰۔

www.taemeernews.com

(۳) تاریخ دربار صاحب امرتسر۔ مرتبہ سردار ادھم سنگھ۔ خادم التعلیم اسٹیم پریس لاہور ۱۹۳۰ء ص ۱۱۸

(۴) دھرم بچار۔ از جواہر سنگھ۔ مطبع اسلامی، لاہور ۱۸۸۹ء۔ ص ۱۱۸۔

(۵) گرو گوبند سنگھ کا جیون چرتر۔ مولفہ دولت رائے۔ رفاہ عام پریس، لاہور ۱۹۰۱ء ص ۲۹۶

(۶) گردارجن مہاراج کی سوانح عمری "جسے گرو کے ایک سکھ نے بڑی بھگتی سے بنایا"
نول کشور پریس، لاہور۔ ص ۷۸۔

(۷) سچا بلی دان۔ مولفہ گوپال سنگھ۔ آنند پرکاش پریس، امرتسر ۱۸۹۵ء۔ ص ۳۶۔

(۸) گرو نانک درشن۔ از قمر۔ لکشمی آرٹ اسٹیم پریس، راولپنڈی ۱۹۲۴ء۔ ص ۱۱۲۔

(۹) سکھوں کا روحانی انقلاب۔ مولفہ لابھ سنگھ۔ کرمچی پریس، لاہور ۱۹۲۳ء ص ۶۴۔

(۱۰) آسادی وار۔ مترجمہ سوامی مترسین۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۵۸۔

(۱۱) پوتھی اوتکار۔ کرشنا اسٹیم پریس، گوجرانوالہ ۱۹۲۶ء۔ ص ۱۱۸۔

(۱۲) پوتھی راہ راس۔ مترجمہ سوامی مترسین۔ گردھر اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۲۳ء۔ ص ۱۲۸۔

(۱۳) پوتھی سکھ منی صاحب۔ مترجمہ سوامی مترسین۔ پریم بلاس پریس، گوجرانوالہ ص ۲۰۰

(۱۴) سوانح عمری شری گرو گوبند سنگھ دہم بادشاہ۔ مولفہ مکھن سنگھ۔ پنجاب پریس
لاہور۔ ص ۲۵۔

(۱۵) جپ جی صاحب سٹیک۔ مترجمہ منی سنگھ۔ سرورق غائب۔ ص ۹۲۔

(۱۶) سری آدگرنتھ۔ مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۴۴۔

(۱۷) نانک پرکاش۔ مولفہ گورمکھ سنگھ۔ مطبع آفتاب پنجاب، لاہور ۱۸۸۴ء ص ۴۸۰

(۱۸) عطر روحانی۔ ترجمہ جپ جی۔ از سردار عطر سنگھ۔ گیان پریس، گوجرانوالہ ۱۸۷۴ء ص ۴۰

(۱۹) جپ پرمارتھ مطبوعہ گیان پریس، گوجرانوالہ۔ ص ۳۲۔ سنہ درج نہیں۔

پنجاب پبلک لائبریری، لاہور

www.taemeernews.com

(۲۰) پوتھی پنج گرنتھی۔ ترجمہ و شرح از بھائی دیارام عاکف۔ مطبع اور سنہ درج نہیں ص ۴۹۴

(۲۱) پوتھی سکھ منی سٹیک۔ مترجمہ بھائی دیارام عاکف۔ نول کشور پریس، لاہور سنہ ۱۹۱۳ء (ص ۱۴۰)

(۲۲) پوتھی جپ جی سٹیک۔ مترجمہ بھائی دیارام عاکف۔ ہندوستان پریس، لاہور سنہ درج نہیں۔ ص ۲۴۔

(۲۳) شری جپ جی صاحب سٹیک۔ ترجمہ و شرح از سوامی ترسین۔ ہندوستان پریس لاہور۔ ص ۱۱۹۔

(۲۴) پوتھی شبد نادیں محل۔ مترجمہ سوڈھی تیجا سنگھ۔ ہندوستان پریس، لاہور۔ ص ۱۴۔

(۲۵) پھول پٹاری اردو۔ مصنفہ بابا برج بلّب سنگھ بیدی مفید عام پریس لاہور ص ۸۰

(۲۶) جنم ساکھی، بھائی بالا والی۔ مترجمہ بھائی دیارام عاکف۔ آزاد ہند پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۹۶ بکرمی۔ ص ۷۶۷۔

عیسائی مذہب

(۱) تفسیر کتاب "رسولوں کے اعمال" مولفہ پادری واکر صاحب۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۲ء۔

(۲) یعقوب رسول کے خط کی عام تفسیر۔ مولفہ پادری آر بسن صاحب۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس[عہ] پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۳ء۔ ص ۱۲۰۔

(۳) تفسیر مرقس۔ مولفہ پادری علی بخش۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس۔ پریس۔ لاہور سنہ ۱۹۳۶ء ص ۳۵۶

(۴) تفسیر متی۔ مولفہ پادری اسٹینٹن۔ مترجمہ پادری طالب الدین۔ پی آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور سنہ ۱۹۳۵ء۔ ص ۸۰۰۔

عہ۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس = پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی پریس۔

www.taemeernews.com

(۵) تفسیر زبور۔ مولفہ پادری علی بخش۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور سنہ درج نہیں ص ۵۳۰۔

(۶) عبرانیوں کے نام کے خطوط کی تفسیر۔ مولفہ پادری لوکس پی۔ ار۔ بی۔ ایس، پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۱ء۔ ص ۲۸۷۔

(۷) کرنتھیوں کے نام مقدس پولوس کے دوسرے خط کی تفسیر۔ مترجمہ بہاری لال ریلیارام مسیحی پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۲ء۔ ص ۳۰۱۔

(۸) تفسیر نامہ رسول پولوس بنام فلپیان۔ مولفہ پادری ٹی واکر۔ پی۔ ار۔ بی۔ ایس پریس، لاہور سنہ ۱۹۳۴ء۔ ص ۲۷۲۔

(۹) تھسلنکیوں کو پولوس رسول کے پہلے خط کی تفسیر۔ مولفہ پادری لوکس، مشن پریس الہ آباد سنہ ۱۹۲۶ء۔ ص ۲۰۷۔

(۱۰) تھسلنکیوں کو پولوس کے دوسرے خط کی تفسیر۔ مولفہ پادری لوکس، مشن پریس الہ آباد سنہ ۱۹۲۷ء ص ۱۷۸۔

(۱۱) پیدائش کی کتاب کی تفسیر۔ مترجمہ مسٹر ای۔ جوزف۔ وکٹوریہ پریس، ٹبالہ سنہ درج نہیں۔ ص ۱۹۴۔

(۱۲) پولوس رسول کے خط بنام افسیون کی تفسیر۔ مولفہ ڈاکٹر آربن۔ شری بالمکند اسٹیم پریس، لاہور سنہ ۱۹۲۶ء۔ ص ۱۴۴

(۱۳) یسوع مسیح کا احوال مرتبہ ہنری کارٹیکر صاحب۔ شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ بار دوم سنہ ۱۸۹۵ء۔ ص ۱۹۸۔

(۱۴) بائبل کے لڑکے۔ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنو سنہ ۱۹۳۰ء۔ ص ۳۱۔

(۱۵) یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت۔ مولفہ ڈاکٹر اسٹاکر۔ مقید عام پریس، لاہور سنہ ۱۹۰۵ء (ص ۳۰۸)

(۱۶) زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ۔ مترجمہ پادری طالب الدین سنہ ۱۹۰۴ء۔

www.taemeernews.com

(۱۷) مسیح کے خاص دوست۔ مترجمہ رلیا رام۔ مفید عام پریس، لاہور۔ ۱۹۰۶ء۔ ص ۱۴۴۔

(۱۸) واقعات بزرگان بائبل۔ مسیحی پریس، لاہور۔ ۱۹۲۲ء۔ ص ۲۳۔

(۱۹) حیات وخطوط پولس۔ مترجمہ پادری طالب الدین۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور ۱۹۳۹ء۔ ص ۳۰۸۔

(۲۰) ملک المحبت۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس۔ پریس، لاہور۔ ۱۹۲۶ء۔ ص ۱۵۴۔

(۲۱) یسوع مسیح کی زندگی۔ مولفہ پادری جلال الدین۔ مشعل پریس، کھڑک۔ ضلع انبالہ ۱۹۴۱ء

(۲۲) پولس کی زندگی۔ مولفہ پادری جلال الدین۔ مشعل پریس کھڑک ضلع انبالہ ۱۹۴۲ء ص ۱۰۰

(۲۳) شکر کہانیاں حصہ اول۔ از پادری رحمت مسیح واعظ۔ امرت الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۳۳ء ص ۴۰۔

(۲۴) صلیب دلانے والے۔ مترجمہ عبدالمجید خاں۔ مشعل پریس کھڑک ۱۹۴۵ء ص ۸۲۔

(۲۵) دنیا کا سب سے بڑا ناٹک۔ مترجمہ نور ماہی وعبدالمجید خاں مشن پریس کھڑک ۱۹۴۱ء ص ۴۲

(۲۶) بارہ ضروری سوالات مسیح کے بارے میں۔ مترجمہ ڈاکٹر۔ آئی۔ یو۔ ناصر۔ مرکنٹائل پریس لاہور ۱۹۲۶ء۔ ص ۲۴۰۔

(۲۷) زمزمہ تبلیغ۔ مصنفہ منشی کیدار ناتھ منت ۱۹۲۹ء۔ ص ۱۲۔

(۲۸) ذکر مصلوب۔ مصنفہ منشی کیدار ناتھ منت۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور ۱۹۲۸ء ص ۵۔

(۲۹) حج کا قرض۔ مولفہ منشی کیدار ناتھ منت۔ واشنگٹن پرنٹنگ پریس، لاہور ۱۹۲۹ء ص ۱۲۔

(۳۰) ستم باماں۔ " " " " " " ص ۲۔

(۳۱) فریاد منتظر۔ از مولوی صفدر علی صفدر۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور ۱۹۲۸ء ص ۱۵۔

(۳۲) نیک سامری۔ مولفہ پادری رحمت مسیح واعظ۔ گیلانی الکٹرک پریس، لاہور ۱۹۲۸ء ص ۱۵۔

(۳۳) قتل یوحنا۔ مولفہ پادری رحمت مسیح واعظ۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۲۸ء ص ۱۱۔

(۳۴) غریب الوطن شاہزادہ۔ از پیارے لال شاکر میرٹھی۔ گیلانی الکٹرک پریس لاہور ص ۲۳۔

www.taemeernews.com

(۳۵) سبدادرغزلیں۔ از پادری ای۔ پی نیوٹن۔ مشن اسٹیم پریس، لودھیانہ۔ سنہ ۱۹۲۰ء ص ۵۰

(۳۶) مجموعہ غزلیات۔ شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی۔ الہ آباد۔ مشن پریس، الہ آباد۔ سنہ ۱۹۴۲ء۔ ص ۲۳۔

(۳۷) بھجن سنگرہ۔ شائع کردہ نارتھ انڈیا کرسچین ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی۔ الہ آباد انڈین پریس، الہ آباد۔ سنہ ۱۹۳۰ء۔ ص ۳۲۔

(۳۸) سیالکوٹ کنونشن۔ پی۔ ار۔ بی۔ ایس۔ پریس، لاہور۔ سنہ ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۷۶

(۳۹) راحت دل۔ از پادری۔ رحمت مسیح واعظ۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور۔ سنہ ۱۹۳۹ء ص ۲۱۴

(۴۰) ابن حور۔ مترجمہ ای۔ ایل۔ جرمی۔ اتحاد پریس۔ لاہور۔ سنہ ۱۹۴۳ء۔ ص ۳۵۶۔

(۴۱) قیامت مسیح۔ مولفہ پادری ٹھاکر داس۔ پی۔ ار۔ بی۔ ایس پریس لاہور۔ سنہ ۱۹۴۰ء ص ۱۱۸

(۴۲) بائبل کے تدریجی سبقوں کی دوسری کتاب۔ مولفہ پادری کلیٹن صاحب۔ انڈین پریس الہ آباد۔ سنہ ۱۹۲۶ء۔ ص ۳۷۲۔

(۴۳) بائبل کے تدریجی سبقوں کی تیسری کتاب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی الہ آباد سنہ ۱۹۲۶ء۔ ص ۳۱۸۔

(۴۴) بائبل کے تدریجی سبقوں کی چوتھی کتاب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی۔ الہ آباد سنہ ۱۹۲۶ء۔ ص ۳۴۰۔

(۴۵) مسیحی کی خوش وقت زندگی کا بھید۔ مترجمہ بابو یونس سنگھ۔ مشن پریس، الہ آباد۔ سنہ ۱۸۸۹ء۔ ص ۲۲۷۔

(۴۶) ترجمہ مزامیر باشرح وتفسیر۔ مرزا پور آرفن اسکول پریس۔ سنہ ۱۸۶۱ء۔ ص ۵۲۴۔

(۴۷) حقوق وفرائض نسواں۔ مولفہ پادری جے۔ ایچ۔ آرلبن۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور۔ سنہ ۱۹۳۵ء۔ ص ۶۴۔

(۴۸) دعائیں ومناجاتیں۔ مترجمہ پادری ولیم میچن۔ مشن پریس، الہ آباد۔ سنہ ۱۹۳۰ء ص ۱۰۴۔

www.taemeernews.com

(۴۹) بہترین مسیحی گھر۔ مولفہ مسٹر الیف۔ ڈی۔ وارث۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۴۲ء ص ۹۶۔

(۵۰) مشنری پیشوا۔ مترجمہ جے۔ آر۔ چیمبر۔ مشن پریس، الہ آباد ۱۹۳۴ء ص ۲۴۸۔

(۵۱) نظم المزامیر۔ مشن اسٹیم پریس، لودھیانہ ۱۹۱۵ء۔ ص ۳۰۴۔

(۵۲) مسیحی دین اور اخلاق۔ مترجمہ پادری علی بخش۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۰۵ء ص ۲۱۲۔

(۵۳) مسیحی دین کے مختصر اصول۔ مطبع انوار ہند، لاہور۔ ص ۴۔

(۵۴) عہد جدید کی کتابیں۔ مولفہ پادری گرے و پادری علی بخش۔ نول کشور پریس لاہور ۱۹۰۹ء ص ۱۰

(۵۵) بائبل کو کس طرح پڑھنا چاہیئے۔ مترجمہ پادری طالب الدین۔ فیض بخش اسٹیم پریس، فیروزپور ۱۹۰۶ء۔ ص ۱۲۸۔

(۵۶) تحقیق بائبل۔ مولفہ پروفیسر ڈاڈر۔ نول کشور پریس، لاہور ۱۹۱۱ء۔ ص ۱۵۵۔

(۵۷) تعلیم المسیح۔ مترجمہ ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر۔ رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور ۱۹۰۸ء۔ ص ۱۴۸

(۵۸) حیات المسیح۔ مترجمہ پادری طالب الدین۔ مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۴ء۔ ص ۲۴۱۔

(۵۹) ہمارا خدا ہمارے ساتھ۔ مشعل پریس، کھرڑ ۱۹۴۲ء۔ ص ۴۸۔

(۶۰) مذہب کی نسبت ایک بحث۔ مصنفہ۔ ڈبلیو۔ ایف۔ جانسن۔ مسیحی پریس، لاہور ۱۹۲۳ء۔ ص ۳۹۔

(۶۱) حقیقی دوست۔ شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۳۷ء۔ ص ۹۲۔

(۶۲) مسرف بیٹا۔ مولفہ پادری بالا سنگھ چندر۔ کوآپریٹیو کیپٹل پرنٹنگ پریس۔ لاہور ۱۹۳۶ء۔ ص ۴۸۔

(۶۳) انجیلی اخلاق کا معاشرتی اخلاق۔ مولفہ پادری فریڈرک اسپنسر۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس۔ لاہور ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۹۔

(۶۴) انجیل مقدس کے چیدہ چیدہ مضامین۔ شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس، لاہور ۱۹۲۶ء۔ ص ۲۱۔

www.taemeernews.com

(۶۵) مرتس کی انجیل پر سوالات۔ مشن اسٹیم پریس۔ لودھیانہ ۱۹۱۵ء ص ۴۶

(۶۶) چھوٹا منھ بڑی بات۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس لاہور ۱۹۳۲ء۔ ص ۱۳۔

(۶۷) بائبل کے مجازی الفاظ اور ان کا مطلب۔ مرتبہ قاضی خیر اللہ۔ گیلانی الکٹرک پریس لاہور ۱۹۲۶ء۔ ص ۲۲۔

(۶۸) اصلاح اخلاق۔ لودھیانہ مشن پریس۔ ۱۹۰۶ء۔ ص ۷۰۔

(۶۹) سحرگاہ در انگلستان۔ مشن پریس، لودھیانہ۔ ۱۸۷۶ء۔ ص ۸۸۔

(۷۰) اردو کی پہلی کتاب۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ مفید عام پریس لاہور ص ۴۵

(۷۱) اردو کی دوسری کتاب۔ شائع کردہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی، الہ آباد۔ انڈین کرسچین پریس الہ آباد ۱۹۰۵ء۔ ص ۹۲۔

(۷۲) اردو کی تیسری کتاب۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ مشن پریس، لودھیانہ ۱۸۹۶ء۔ ص ۲۴۰۔

(۷۳) خطوط بنام طفلان خرد۔ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ ۱۸۸۷ء۔ ص ۷۶۔

(۷۴) ہدایت الاطفال۔ " " ۱۹۰۰ء۔ ص ۵۲۔

(۷۵-۸۵) رسائل پروفیسر لطفی لیوویتاں۔ شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور،

(۱) مذہب اور اخلاق ۲۔ مذہب میں اختیار و اقتدار کا درجہ ۳۔ مذہب اور امن و صلح ۴۔ مذہب اور دعا۔ ۵۔ مذہب میں عقل کا درجہ۔ ۶۔ مذہب اور معاشرتی مسائل ۷۔ مذہب میں منبع قدرت۔ ۸۔ مذہب و سائنس۔ ۹۔ مذہب کا معیار۔ ۱۰ خود داری ۱۱۔ حریت۔

www.taemeernews.com

(۸۶) انجیل مقدس۔ کرسچین نالج سوسائٹی پریس، مدراس ۱۸۶۷ء۔

(۸۷) کتاب مقدس کا آخری حصہ۔ باپتست مشن پریس، کلکتہ ۱۸۳۹ء۔ ص ۸۲۲۔

(۸۸) متی کی انجیل۔ شائع کردہ برٹش انڈیا فارن بائبل سوسائٹی۔ لاہور۔ سنہ درج نہیں۔ ص ۶۲۔

(۸۹) تفسیر انجیل یوحنا۔ امریکن مشن پریس، لودھیانہ۔ ۱۸۶۶ء۔ ص ۵۰۴

(۹۰) احبار کی کتاب کی تفسیر۔ مفید عام پریس، لاہور۔ ۱۹۲۶ء۔ ص ۱۸۷۔

(۹۱) اعمال کی تفسیر۔ سرورق غائب۔ ص ۲۳۲۔

(۹۲) زبور شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، لاہور۔ ۱۹۰۴ء، ص ۱۲۹۔

(۹۳) زبور کی کتاب۔ امریکن میتھوڈسٹ مشن پریس، بریلی۔ ۱۸۶۵ء۔ ص ۱۷۵۔

(۹۴) پرانا عہدنامہ۔ ناقص۔ شروع کے ۴۸۴ صفحے جلد میں موجود نہیں ہیں۔ آخری صفحہ کا نمبر ۱۱۲۳ ہے۔ مطبع و سنہ طباعت لامعلوم۔

(۹۵) تفسیر کتاب "یوحنا عارف کا مکاشفہ"، شائع کردہ کرسچین نالج سوسائٹی لاہور ۱۹۱۴ء۔ ص ۱۲۴۔

(۹۶) کتاب مقدس یعنی خداوند یسوع مسیح کی انجیل۔ باپتست مشن پریس، کلکتہ ۱۸۴۴ء۔ ص ۷۲۰۔

(۹۷) موسیٰ کی پہلی کتاب مسمی بہ پیدائش۔ سرورق غائب۔ ص ۱۰۰۔

(۹۸) تورات۔ سرورق اور آخر کے صفحات موجود نہیں۔

(۹۹) کتاب مقدس میں سے پرانا عہدنامہ۔ امریکن مشن پریس، لودھیانہ۔ ۱۸۷۴ء۔

(۱۰۰) کتاب مقدس۔ آرفن اسکول پریس، مرزاپور۔ ۱۸۶۶ء۔ ص ۳۴۴ + ۱۱۲۳۔

(۱۰۱) انجیل مقدس۔ امریکن مشن پریس، لودھیانہ۔ ۱۸۶۳ء۔ ص ۴۷۹۔

www.taemeernews.com

(۱۰۳) توراۃ مقدس۔ سرورق موجود نہیں۔ ص ۳۰۶۔

(۱۰۳) بائبل کی نقلیں۔ متھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ ۱۸۸۶ء۔ ص ۳۸۶۔

(۱۰۴) صلوٰۃ الجماعت کی کتاب چرچ مشن پریس، کلکتہ ۱۸۲۳ء۔ ص ۵۳۹ + ۷۴۔

(۱۰۵) کتاب عہد جدید۔ مطبع ولیم واٹس، لندن ۱۸۶۰ء۔ ص ۵۱۱۔

(۱۰۶) کتاب مقدس۔ باپتست مشن پریس، کلکتہ ۱۸۴۹ء۔ ص ۴۱۳۔

(۱۰۷) تذکرۃ المومنین۔ حصہ اول۔ مترجمہ پادری تاراچند مشن پریس لودھیانہ ۱۸۶۲ء ص ۱۴۲۔

(۱۰۸) " حصہ دوم۔ " " " ۱۸۶۲ء ص ۲۷۱۔

(۱۰۹) مسیح کا نمونہ۔ مفید عام پریس، لاہور ۱۹۰۵ء۔ ص ۲۸۸۔

(۱۱۰) مسیح کی پیروی۔ رفاہ عام پریس، لاہور۔ ص ۴۴۴۔

(۱۱۱) حل مشکلات۔ نولکشور پریس، لاہور ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۰۰۔

(۱۱۲) آئینہ دل۔ مشن پریس، لودھیانہ۔ ۱۸۹۹ء۔ ص ۶۰۔

(۱۱۳) کتاب مقدس۔ سرورق کے موجود نہ ہونے سے مطبع اور سنہ طباعت معلوم نہ ہو سکا (ص ۵۶۳)

(۱۱۴) ہمارے خداوند یسوع مسیح کا نیا وثیقہ۔ مطبوعہ بائبل پریس، کلکتہ ۱۸۴۱ء ص ۵۵۳

(۱۱۵) کتاب القدس۔ جلد اول۔ بائبل پریس، کلکتہ۔ ۱۸۴۳ء۔ ص ۱۰۱۲۔

(۱۱۶) کتاب القدس۔ جلد ثانی۔ ایشیاٹک پریس، کلکتہ ۱۸۴۳ء۔ ص ۷۴۴۔

(۱۱۷) مقدس کتاب کا احوال۔ آرفن اسکول پریس، مرزاپور ۱۸۵۹ء۔ ص ۲۶۰۔

www.taemeernews.com

(۱۱۸) کتاب مقدس۔ آرفن اسکول پریس، مرزاپور ۱۸۶۷ء ص ۷۷۶۔

بہائی مذہب

(۱) نئے دن کا طلوع۔ شائع کردہ بہائی پبلشنگ کمیٹی، دہلی۔ لکشمی پرنٹنگ ورکس، کراچی۔ ص ۴۰۔

(۲) بہاء اللہ و عصر جدید۔ مولفہ جے۔ ای۔ ایسلمنٹ۔ مترجمہ عباس علی بٹ۔ کمال پرنٹنگ ورکس، دہلی۔ بار دوم ۱۹۴۵ء ص ۳۷۱۔

(۳) کتاب ایقان۔ مصنفہ حضرت بہاء اللہ جید برقی پریس، دہلی سنہ درج نہیں ص ۱۰۰

(۴) مفاوضات عبدالبہاء مرتبہ کلیو فورڈ بارنی۔ مترجمہ عباس علی بٹ۔ شائع کردہ محفل روحانی مرکزی ہند و برہما ۱۹۳۷ء۔ ص ۱۹۵۔

(۵) لوح ابن ذئب۔ مصنفہ حضرت بہاء اللہ جید برقی پریس، دہلی سنہ درج نہیں ص ۱۲۰

(۶) باب الحیات (ترجمہ مقالہ سیاح)۔ مترجمہ سید مصطفےٰ۔ مطبع نولکشور، لاہور ۱۹۰۳ء (ص ۲۱۸)

www.taemeernews.com

کتب حوالہ

(۱) عرب و ہند کے تعلقات۔ از مولانا سید سلیمان ندوی۔ شائع کردہ ہندوستانی ایکاڈیمی، الہ آباد۔ سنہ ۱۹۳۰ء۔

(۲) تحفۃ المجاہدین۔ مترجمہ حکیم شمس اللہ قادری۔ شروانی پرنٹنگ پریس، علی گڑھ۔

(۳) ملیبار۔ مولفہ حکیم شمس اللہ قادری۔ مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ۔

(۴) کتاب الہند (البیرونی) مترجمہ سید اصغر علی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو۔

(۵) ہندوستانی قومیت اور قومی تہذیب۔ از ڈاکٹر سید عابد حسین۔ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی سنہ ۱۹۴۶ء

(۶) نقوش سلیمانی۔ از مولانا سید سلیمان ندوی۔ مطبع معارف، اعظم گڑھ۔

(۷) چشمہ کوثر۔ از شیخ محمد اکرام۔ شائع کردہ تاج آفس، بمبئی۔

(۸) خطبات گارساں دتاسی۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو سنہ ۱۹۳۵ء

(۹) اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام۔ از مولوی عبدالحق۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو۔ سنہ ۱۹۴۴ء

(۱۰) انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ۔ از علامہ عبداللہ یوسف علی شائع کردہ ہندوستانی ایکاڈیمی، الہ آباد۔ سنہ ۱۹۳۲ء

(۱۱) بوذاسف و بلوہر۔ مترجمہ سید عبدالغنی۔ مطبع شمسی، حیدر آباد دکن۔

www.taemeernews.com

(۱۲) ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں۔ از پروفیسر پرتم سنگھ۔ مطبوعہ امرت الکزاک پریس لاہور۔ ۱۹۳۴ء

(۱۳) رسالہ "مخزن"۔ ستمبر ۱۹۰۹ء۔

(۱۴) رسالہ "ہندوستانی"، جولائی ۱۹۳۱ء۔

www.taemeernews.com

15. The Influence of Islam on Indian Culture, by Dr Tara Chand, Indian Press, Allahabad, 1936.

16. The Great Indian Religions, by G. T. Bettary, London, 1892.

17. Religious Thought and Life in India, by Monier Williams, London, 1883.

18. The Adi Granth or the Holi Scriptures of the Sikhs, translated by Dr. Ernest Trumpp, London, 1877.

19. Linguistic Survey of India, by Sir G. A. Grierson, Vol. IX, Calcutta, 1916.

20. Encyclopædia of Religion and Ethics, Vols. II, XII, Edinburg, 1909, 1921.

21. Outlines of Jainism, by Jagmanderlal Jaini, Cambridge, 1916.

www.taemeernews.com

باپو کے قدموں میں

از

ڈاکٹر راجندر پرشاد

صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے گاندھی جی کے ساتھ
اپنی ابتدائی سیاسی زندگی کا حال بہت دلچسپ پیرایہ میں لکھکر
دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا تھا۔ انجمن ترقی اردو نے اس
کو اردو رسم الخط میں منتقل کیا ہے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے قلم سے
گاندھی جی کی تعلیمات کا یہ مطالعہ بہت اہمیت رکھتا ہے
کتاب ٹائپ میں تین حصوں میں شائع کی گئی ہے۔ فی حصہ پانچ روپے

دھمپد

مترجمہ

بشیشور پرشاد منور لکھنوی

مہاتما بدھ کی تلقینات کا منظوم اردو ترجمہ۔ جو بدھ مت
کی تعلیمات کی بنیاد ہے۔ اردو زبان کے شعری ادب میں
یہ منور لکھنوی کا اضافہ ہے۔ قیمت تین روپے۔

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ